(کلام امیر المومنین حضرت علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام)

نہج البلاغہ

مقدمہ

فخر المحققین سید العلماء مولانا سیّد علی نقی اعلی اللہ مقامہ

ترجمہ و حواشی

علامہ مفتی جعفر حسین اعلی اللہ مقامہ

مرکز افکار اسلامی

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب: نہج البلاغہ
ترجمہ وحواشی: علامہ مفتی جعفر حسین اعلی اللہ مقامہ
اشاعت دوّم: رجب المرجب ۱۴۴۱ھ (مارچ 2020ء)
ناشر: مرکز افکارِ اسلامی

ISBN 978-969-7945-00-9

خط وکتابت اور کتاب حاصل کرنے کیلئے رجوع کریں
مرکز افکارِ اسلامی
پوسٹ بکس نمبر 621، راولپنڈی، پاکستان
Email: afkareislami@yahoo.com

مکتوب:٦٦ عبداللہ ابن عباس کے نام 810
مکتوب:٦٧ قثم ابن عباس عامل مکہ کے نام 810
مکتوب:٦٨ سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام 811
مکتوب:٦٩ حارث ہمدانی کے نام 812
مکتوب:٧٠ سہل ابن حنیف عامل مدینہ کے نام 814
مکتوب:٧١ منذر ابن جارود عبدی کے نام 815
مکتوب:٧٢ عبداللہ ابن عباس کے نام 816
مکتوب:٧٣ معاویہ کے نام 816
مکتوب:٧٤ ربیعہ اور یمن کے مابین معاہدہ 817
مکتوب:٧٥ معاویہ کے نام 818
مکتوب:٧٦ عبداللہ ابن عباس کے نام 818
مکتوب:٧٧ عبداللہ ابن عباس کو ہدایت 819
مکتوب:٧٨ بجواب ابوموسیٰ اشعری 819
مکتوب:٧٩ سپہ سالاروں کے نام 820

حصہ سوّم: حکم ومواعظ

حکمت:١ فتنہ وفساد سے علیحدگی 823
حکمت:٢ ذلتِ نفس کے اسباب 823
حکمت:٣ عیوب ومحاسن 823
حکمت:٤ علم وادب 824
حکمت:٥ چند اوصاف 824
حکمت:٦ خود پسندی 824
حکمت:٧ انسانی حاسے 825
حکمت:٨ اقبال وادبار 825
حکمت:٩ حُسنِ معاشرت 826
حکمت:١٠ عفو واقتدار 826
حکمت:١١ عجز ودرماندگی 827
حکمت:١٢ ناشکری 827
حکمت:١٣ اپنے اور بیگانے 827
حکمت:١٤ مبتلائے فتنہ 827
حکمت:١٥ تدبیر کی بے چارگی 828
حکمت:١٦ خضاب 828
حکمت:١٧ غیر جانبداری 828
حکمت:١٨ طول اَمل 829

حکمت:۱۹ پاسِ مروّت 829
حکمت:۲۰ شرم وحیا 829
حکمت:۲۱ حق سے محرومی 830
حکمت:۲۲ عمل اور نسب 830
حکمت:۲۳ دستگیری 830
حکمت:۲۴ مہلت 831
حکمت:۲۵ بات چھپ نہیں سکتی 831
حکمت:۲۶ ہمت نہ چھوڑو 832
حکمت:۲۷ اخفائے زہد 832
حکمت:۲۸ موت 832
حکمت:۲۹ پردہ پوشی 832
حکمت:۳۰ ایمان 832
حکمت:۳۱ کفر 834
حکمت:۳۲ نیکی وبدی 834
حکمت:۳۳ میانہ روی 835
حکمت:۳۴ ترکِ آرزو 835
حکمت:۳۵ مرنجان مرنج 835
حکمت:۳۶ طولِ اَمل 835
حکمت:۳۷ تعظیم کا ایک طریقہ 835
حکمت:۳۸ امام حسن علیہ السلام کو نصیحت 836
حکمت:۳۹ فرائض کی اہمیت 836
حکمت:۴۰ دانا و نادان 836
حکمت:۴۱ عاقل واحمق 837
حکمت:۴۲ اجر وعوض 837
حکمت:۴۳ خباب ابن ارت 838
حکمت:۴۴ قابل مبارکباد 838
حکمت:۴۵ مومن ومنافق 838
حکمت:۴۶ خود پسندی 839
حکمت:۴۷ قدر ہر کس بقدر ہمت اوست 839
حکمت:۴۸ حزم واحتیاط 839
حکمت:۴۹ شریف ورذیل 839
حکمت:۵۰ دل وحشت پسند 840
حکمت:۵۱ خوش بختی 840
حکمت:۵۲ عفوو درگزر 840
حکمت:۵۳ سخاوت کے معنی 840
حکمت:۵۴ چند صفتیں 840
حکمت:۵۵ صبر کی دو قسمیں 840
حکمت:۵۶ فقر وغنا 841
حکمت:۵۷ قناعت 841
حکمت:۵۸ مال ودولت 842
حکمت:۵۹ ناصح کی تلخ بیانی 842
حکمت:۶۰ زبان کی درندگی 842
حکمت:۶۱ عورت ایک بچھو ہے 842
حکمت:۶۲ احسان کا بدلہ 842
حکمت:۶۳ سفارش 842
حکمت:۶۴ دنیا والوں کی غفلت 842
حکمت:۶۵ دوستوں کو کھونا 842
حکمت:۶۶ نااہل سے سوال 843
حکمت:۶۷ سائل کو ناکام نہ پھیرو 843
حکمت:۶۸ عفت وشکر 843

حکمت:۶۹	ناکامی کا خیال نہ کرو	843
حکمت:۷۰	افراط و تفریط	843
حکمت:۷۱	کمال عقل	844
حکمت:۷۲	زمانہ کا رویہ	844
حکمت:۷۳	پیشوا کے اوصاف	844
حکمت:۷۴	یہ سانسیں	845
حکمت:۷۵	رفتنی و گزشتنی	845
حکمت:۷۶	آغاز و انجام	845
حکمت:۷۷	ضرار کا بیان	846
حکمت:۷۸	قضا و قدر	846
حکمت:۷۹	حکمت	847
حکمت:۸۰	سرمایۂ حکمت	848
حکمت:۸۱	ہنر کی قدر و قیمت	848
حکمت:۸۲	پانچ نصیحتیں	848
حکمت:۸۳	مدح سرائی	849
حکمت:۸۴	بقیۃ السیف	849
حکمت:۸۵	ہمہ دانی	849
حکمت:۸۶	بڑوں کا مشورہ	849
حکمت:۸۷	استغفار	849
حکمت:۸۸	ایک لطیف استنباط	849
حکمت:۸۹	اللہ سے خوش معاملگی	850
حکمت:۹۰	پورا علم	850
حکمت:۹۱	دل کی خستگی	850
حکمت:۹۲	علم بے عمل	850
حکمت:۹۳	فتنہ کی تفسیر	851
حکمت:۹۴	خیر کی تشریح	851
حکمت:۹۵	معیار عمل	852
حکمت:۹۶	معیار تقرب	852
حکمت:۹۷	ایک خارجی کی عبادت	852
حکمت:۹۸	روایت و درایت	852
حکمت:۹۹	﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ﴾ کی تفسیر	853
حکمت:۱۰۰	جواب مدح	853
حکمت:۱۰۱	حاجت روائی	853
حکمت:۱۰۲	ایک پیشین گوئی	853
حکمت:۱۰۳	بوسیدہ لباس	854
حکمت:۱۰۴	نوف بکالی کا بیان	854
حکمت:۱۰۵	فرائض کی پابندی	855
حکمت:۱۰۶	دین سے بے اعتنائی	855
حکمت:۱۰۷	غیر مفید علم	855
حکمت:۱۰۸	دل کی حالت	855
حکمت:۱۰۹	مرکز ہدایت	856
حکمت:۱۱۰	حاکم کے اوصاف	856
حکمت:۱۱۱	سہل ابن حنیف	856
حکمت:۱۱۲	محبت اہل بیتؑ	857
حکمت:۱۱۳	پسندیدہ اوصاف	857
حکمت:۱۱۴	خوش گمانی و بدگمانی	858
حکمت:۱۱۵	مزاج پُرسی کا جواب	858
حکمت:۱۱۶	ابتلاء و آزمائش	858
حکمت:۱۱۷	دوست و دشمن	858
حکمت:۱۱۸	فرصت کے کھونے کا نتیجہ	859

حکمت:۱۱۹ دنیا کی ایک مثال 859
حکمت:۱۲۰ قریش کی خصوصیت 859
حکمت:۱۲۱ دو عمل 859
حکمت:۱۲۲ مشایعت جنازہ 859
حکمت:۱۲۳ چند صفات 860
حکمت:۱۲۴ غیرت 860
حکمت:۱۲۵ حقیقی اسلام 861
حکمت:۱۲۶ تعجب انگیز چیزیں 861
حکمت:۱۲۷ کوتاہی اعمال کا نتیجہ 862
حکمت:۱۲۸ بہار و خزاں میں احتیاط 862
حکمت:۱۲۹ عظمتِ خالق 863
حکمت:۱۳۰ مرنے والوں سے خطاب 863
حکمت:۱۳۱ دنیا کی ستائش 864
حکمت:۱۳۲ فرشتے کی ندا 865
حکمت:۱۳۳ بے ثباتی دنیا 866
حکمت:۱۳۴ دوستی کے شرائط 866
حکمت:۱۳۵ چار چیزیں 866
حکمت:۱۳۶ بعض عبادات کی تشریح 867
حکمت:۱۳۷ صدقہ 867
حکمت:۱۳۸ جود و سخا 867
حکمت:۱۳۹ رزق و روزی 867
حکمت:۱۴۰ کفایت شعاری 867
حکمت:۱۴۱ راحت و آسودگی 867
حکمت:۱۴۲ میل ملاقات 867
حکمت:۱۴۳ غم 867
حکمت:۱۴۴ صبر 867
حکمت:۱۴۵ عمل بے روح 868
حکمت:۱۴۶ صدقہ و زکوٰۃ 868
حکمت:۱۴۷ فضیلتِ علم 868
حکمت:۱۴۸ تا مرد سخن نگفتہ باشد 871
حکمت:۱۴۹ قدر ناشناسی 871
حکمت:۱۵۰ پند و موعظت 871
حکمت:۱۵۱ انجام 873
حکمت:۱۵۲ نیستی و بربادی 873
حکمت:۱۵۳ صبر و شکیبائی 873
حکمت:۱۵۴ عمل اور اس پر رضامندی 874
حکمت:۱۵۵ عہد و پیمان 874
حکمت:۱۵۶ معرفتِ امام 874
حکمت:۱۵۷ پند و نصیحت 875
حکمت:۱۵۸ بُرائی کا بدلہ بھلائی 875
حکمت:۱۵۹ مواقع تہمت 876
حکمت:۱۶۰ جانبداری 876
حکمت:۱۶۱ خود رائی 876
حکمت:۱۶۲ راز داری 876
حکمت:۱۶۳ فقر و ناداری 876
حکمت:۱۶۴ حق کی ادائیگی 876
حکمت:۱۶۵ اطاعتِ مخلوق 876
حکمت:۱۶۶ حق سے دستبرداری 876
حکمت:۱۶۷ خود پسندی 877
حکمت:۱۶۸ قربِ موت 877

حکمت:۱۶۹ صبح کا اُجالا 877
حکمت:۱۷۰ توبہ میں مشکلات 877
حکمت:۱۷۱ حرص وطمع 878
حکمت:۱۷۲ جہل ونادانی 878
حکمت:۱۷۳ مشورہ 879
حکمت:۱۷۴ نیت کا روزہ 879
حکمت:۱۷۵ خوف کا علاج 879
حکمت:۱۷۶ سرداری کی علامت 880
حکمت:۱۷۷ بدی سے روکنے کا طریقہ 880
حکمت:۱۷۸ دل کی صفائی 880
حکمت:۱۷۹ ضد اور ہٹ دھرمی 881
حکمت:۱۸۰ طمع 881
حکمت:۱۸۱ دُور اندیشی 881
حکمت:۱۸۲ خاموشی وگویائی کا محل 881
حکمت:۱۸۳ دو مختلف دعوتیں 881
حکمت:۱۸۴ یقین 881
حکمت:۱۸۵ صدق بیانی 881
حکمت:۱۸۶ ظلم کا انجام 881
حکمت:۱۸۷ چل چلاؤ کا ہنگام 881
حکمت:۱۸۸ حق سے روگردانی 882
حکمت:۱۸۹ صبر 882
حکمت:۱۹۰ معیارِ خلافت 882
حکمت:۱۹۱ دنیا کی حالت 882
حکمت:۱۹۲ دوسروں کا حق 883
حکمت:۱۹۳ خوش دلی وبد دلی 883
حکمت:۱۹۴ غصّہ اور انتقام 883
حکمت:۱۹۵ گندگی کو دیکھ کر 883
حکمت:۱۹۶ عبرت کی قدر وقیمت 883
حکمت:۱۹۷ دلوں کی خستگی 884
حکمت:۱۹۸ قول خوارج 884
حکمت:۱۹۹ عوام 884
حکمت:۲۰۰ تماشائی 884
حکمت:۲۰۱ محافظ فرشتے 885
حکمت:۲۰۲ بجواب طلحہ وزبیر 885
حکمت:۲۰۳ موت کی گرفت 885
حکمت:۲۰۴ قدرت کی قدردانی 885
حکمت:۲۰۵ ظرفِ علم 886
حکمت:۲۰۶ علم وبردباری 886
حکمت:۲۰۷ بردبار بنو 886
حکمت:۲۰۸ محاسبہ 886
حکمت:۲۰۹ آخری دور 886
حکمت:۲۱۰ آخرت 887
حکمت:۲۱۱ چند ہدایتیں 887
حکمت:۲۱۲ خود پسندی 888
حکمت:۲۱۳ صبر ودرگزر 888
حکمت:۲۱۴ نرمی وملائمت 889
حکمت:۲۱۵ مخالفت بے جا 889
حکمت:۲۱۶ گردن کشی 889
حکمت:۲۱۷ نشیب وفراز 889
حکمت:۲۱۸ حسد 889

حکمت:۲۱۹ طمع وحرص 889
حکمت:۲۲۰ بدگمانی 890
حکمت:۲۲۱ ظلم وتعدی 890
حکمت:۲۲۲ چشم پوشی 890
حکمت:۲۲۳ شرم وحیا 890
حکمت:۲۲۴ چند اوصاف 890
حکمت:۲۲۵ یہ حاسد 891
حکمت:۲۲۶ طمع 891
حکمت:۲۲۷ ایمان کی تعریف 891
حکمت:۲۲۸ غم دنیا 891
حکمت:۲۲۹ قناعت 892
حکمت:۲۳۰ شرکت 892
حکمت:۲۳۱ عدل واحسان 893
حکمت:۲۳۲ اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے 893
حکمت:۲۳۳ دعوت مقابلہ 893
حکمت:۲۳۴ عورت ومرد کے صفات 894
حکمت:۲۳۵ عاقل وجاہل 894
حکمت:۲۳۶ دنیا کی بے قدری 895
حکمت:۲۳۷ عبادت کے اقسام 895
حکمت:۲۳۸ عورت کی مذمت 895
حکمت:۲۳۹ تساہل وعیب جوئی 895
حکمت:۲۴۰ غصب 895
حکمت:۲۴۱ ظالم ومظلوم 896
حکمت:۲۴۲ تقویٰ 896
حکمت:۲۴۳ جوابات کی کثرت 896
حکمت:۲۴۴ شکروسپاس 897
حکمت:۲۴۵ خواہشات کی کمی 897
حکمت:۲۴۶ کفرانِ نعمت 897
حکمت:۲۴۷ جذبۂ کرم 897
حکمت:۲۴۸ حُسنِ ظن 897
حکمت:۲۴۹ افضل اعمال 897
حکمت:۲۵۰ خداشناسی 897
حکمت:۲۵۱ تلخی وشیرینی 898
حکمت:۲۵۲ فرائض کے حکم ومصالح 898
حکمت:۲۵۳ جھوٹی قسم 902
حکمت:۲۵۴ اُمورخیر کی وصیت 902
حکمت:۲۵۵ غیظ وغضب 903
حکمت:۲۵۶ حسد 903
حکمت:۲۵۷ حاجت روائی 903
حکمت:۲۵۸ صدقہ 903
حکمت:۲۵۹ وفاوغداری 903
حکمت:۲۶۰ ابتلاوآزمائش 904

تشریح طلب کلام

حدیث:۱ ظہور حجتؑ 905
حدیث:۲ خطیب ماہر 906
حدیث:۳ لڑائی جھگڑا 906
حدیث:۴ شوہر کے انتخاب کا حق 907
حدیث:۵ ایمان 908
حدیث:۶ زکوٰۃ 908
حدیث:۷ لشکر کو ہدایت 909

حدیث:۸ کامیاب انسان 909
حدیث:۹ میدانِ جنگ 910

حکمت:۲۶۱ بے وفا ساتھی 911
حکمت:۲۶۲ حارث ابن حُوط 911
حکمت:۲۶۳ مصاحب سلطان 912
حکمت:۲۶۴ حُسنِ سلوک 913
حکمت:۲۶۵ کلام حکماء 913
حکمت:۲۶۶ ایک سائل کے جواب میں 913
حکمت:۲۶۷ فکر فردا 913
حکمت:۲۶۸ دوستی و دشمنی میں احتیاط 914
حکمت:۲۶۹ عمل دنیا و عمل آخرت 914
حکمت:۲۷۰ خانہ کعبہ کے زیور 914
حکمت:۲۷۱ بیت المال کی چوری 915
حکمت:۲۷۲ احکام میں ترمیم 915
حکمت:۲۷۳ تقدیر و تدبیر 916
حکمت:۲۷۴ علم و یقین 917
حکمت:۲۷۵ طمع و حرص 917
حکمت:۲۷۶ ظاہر و باطن 917
حکمت:۲۷۷ ایک قسم 918
حکمت:۲۷۸ مفید عمل 918
حکمت:۲۷۹ فرائض کی اہمیت 918
حکمت:۲۸۰ آخرت 918
حکمت:۲۸۱ عقل کی رہبری 918
حکمت:۲۸۲ غفلت 919
حکمت:۲۸۳ عالم و جاہل 919
حکمت:۲۸۴ قطع عذر 919
حکمت:۲۸۵ طلب مہلت 919
حکمت:۲۸۶ بُرادن 919
حکمت:۲۸۷ قضا اور قدر 919
حکمت:۲۸۸ علم سے محرومی 919
حکمت:۲۸۹ ایک دینی بھائی 919
حکمت:۲۹۰ ترک معصیت 921
حکمت:۲۹۱ تعزیت 921
حکمت:۲۹۲ قبر رسولؐ پر 921
حکمت:۲۹۳ بے وقوف کی مصاحبت 922
حکمت:۲۹۴ مغرب و مشرق کا فاصلہ 922
حکمت:۲۹۵ دوست و دشمن 922
حکمت:۲۹۶ ایذا رسانی 922
حکمت:۲۹۷ عبرت و بصیرت 923
حکمت:۲۹۸ دشمنی میں خوفِ خدا کا لحاظ 923
حکمت:۲۹۹ توبہ 923
حکمت:۳۰۰ حساب و کتاب 923
حکمت:۳۰۱ قاصد 924
حکمت:۳۰۲ محتاجِ دعا 924
حکمت:۳۰۳ ابنائے دنیا 924
حکمت:۳۰۴ خدا کا فرستادہ 924
حکمت:۳۰۵ غیرت مند 924
حکمت:۳۰۶ پاسبانِ زندگی 924
حکمت:۳۰۷ مال سے لگاؤ 925

حکمت:۳۰۸ دوستی وقرابت 925
حکمت:۳۰۹ ظن مومن 925
حکمت:۳۱۰ توکل 925
حکمت:۳۱۱ اَنس ابن مالک 925
حکمت:۳۱۲ دلوں کی حالت 927
حکمت:۳۱۳ قرآن کی جامعیت 927
حکمت:۳۱۴ پتھر کا جواب پتھر سے 927
حکمت:۳۱۵ خط کی دیدہ زیبی 927
حکمت:۳۱۶ یعسوب المومنین 928
حکمت:۳۱۷ ایک یہودی 928
حکمت:۳۱۸ غلبہ کا سبب 929
حکمت:۳۱۹ فقروفاقہ 929
حکمت:۳۲۰ طرزِسوال 929
حکمت:۳۲۱ ایک مشورہ 930
حکمت:۳۲۲ زنانِ کوفہ 930
حکمت:۳۲۳ خوارج نہروان 931
حکمت:۳۲۴ گواہ بھی اور حاکم بھی 931
حکمت:۳۲۵ محمد ابن ابی بکر کی موت 931
حکمت:۳۲۶ عذر پذیری 931
حکمت:۳۲۷ غلط طریقہ سے کامیابی 931
حکمت:۳۲۸ فقراء کا حصّہ 932
حکمت:۳۲۹ عذرخواہی 932
حکمت:۳۳۰ نعمت کا صرف بے جا 932
حکمت:۳۳۱ ادائے فرض کا موقعہ 933
حکمت:۳۳۲ بادشاہ کی حیثیت 933
حکمت:۳۳۳ مومن کے اوصاف 933
حکمت:۳۳۴ فریب آرزو 933
حکمت:۳۳۵ دوحصہ دار 933
حکمت:۳۳۶ وعدہ وفائی 933
حکمت:۳۳۷ بے عمل کی دُعا 934
حکمت:۳۳۸ علم کی دو قسمیں 934
حکمت:۳۳۹ اِقبال واِدبار 934
حکمت:۳۴۰ عفت وشکر 934
حکمت:۳۴۱ ظالم ومظلوم 934
حکمت:۳۴۲ بڑی دولت مندی 935
حکمت:۳۴۳ کچھ لوگوں کی حالت 935
حکمت:۳۴۴ پندوموعظت 935
حکمت:۳۴۵ گناہ سے درماندگی 936
حکمت:۳۴۶ سوال 936
حکمت:۳۴۷ مدح میں حداعتدال 936
حکمت:۳۴۸ بڑا گناہ 936
حکمت:۳۴۹ اچھے اور بُرے اوصاف 936
حکمت:۳۵۰ ظالم کے علامات 937
حکمت:۳۵۱ سختی کے بعد آسانی 937
حکمت:۳۵۲ زن وفرزند سے لگاؤ 937
حکمت:۳۵۳ عیب جوئی 938
حکمت:۳۵۴ تہنیت فرزند 938
حکمت:۳۵۵ دولت کے آثار 938
حکمت:۳۵۶ رزق رسانی 939
حکمت:۳۵۷ تعزیت 939

حکمت:۳۵۸ نعمت ونقمت 939
حکمت:۳۵۹ اِصلاح نفس 940
حکمت:۳۶۰ بدگمانی 940
حکمت:۳۶۱ دُعا کا طریقہ 940
حکمت:۳۶۲ عزت کی نگہداشت 940
حکمت:۳۶۳ موقع ومحل 940
حکمت:۳۶۴ بے فائدہ سوال 940
حکمت:۳۶۵ پسندیدہ صفتیں 941
حکمت:۳۶۶ علم وعمل 941
حکمت:۳۶۷ تغیر وانقلاب 941
حکمت:۳۶۸ ثواب وعقاب 942
حکمت:۳۶۹ ایک زمانہ 942
حکمت:۳۷۰ تقویٰ وپرہیزگاری 943
حکمت:۳۷۱ اچھی اور بُری صفتیں 943
حکمت:۳۷۲ جابرابن عبداللہ 944
حکمت:۳۷۳ امر بالمعروف ونہی عن المنکر 944
حکمت:۳۷۴ امر بالمعروف ونہی عن المنکر 945
حکمت:۳۷۵ امر بالمعروف ونہی عن المنکر 946
حکمت:۳۷۶ حق وباطل کا نتیجہ 946
حکمت:۳۷۷ امید ویاس 946
حکمت:۳۷۸ بخل 946
حکمت:۳۷۹ رزق وروزی 946
حکمت:۳۸۰ زندگی وموت 947
حکمت:۳۸۱ زبان کی نگہداشت 947
حکمت:۳۸۲ سکوت 948
حکمت:۳۸۳ معصیت 948
حکمت:۳۸۴ محل اعتماد 948
حکمت:۳۸۵ دنیا 948
حکمت:۳۸۶ جوئندہ یابندہ 948
حکمت:۳۸۷ نیکی اور بدی 949
حکمت:۳۸۸ بڑی نعمت 949
حکمت:۳۸۹ حسب ونسب 949
حکمت:۳۹۰ مومن کے اوقات 949
حکمت:۳۹۱ زہدِ دنیا 950
حکمت:۳۹۲ تامرد سخن نگفتہ باشد 950
حکمت:۳۹۳ طلب دنیا 950
حکمت:۳۹۴ بات کا اثر 950
حکمت:۳۹۵ قناعت 950
حکمت:۳۹۶ دودن 950
حکمت:۳۹۷ مشک 950
حکمت:۳۹۸ فخر وسربلندی 951
حکمت:۳۹۹ فرزند وپدر کے حقوق 951
حکمت:۴۰۰ بااثر اور بے اثر 951
حکمت:۴۰۱ اخلاق میں ہم آہنگی 952
حکمت:۴۰۲ بے محل گفتگو 952
حکمت:۴۰۳ طلب الکل، فوت الکل 952
حکمت:۴۰۴ «لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ» کے معنی 952
حکمت:۴۰۵ مغیرہ ابن شعبہ 953
حکمت:۴۰۶ تواضع وخودداری 953
حکمت:۴۰۷ عقل 953

حکمت:۴۰۸ حق سے ٹکراؤ 954
حکمت:۴۰۹ دل 954
حکمت:۴۱۰ تقویٰ 954
حکمت:۴۱۱ استاد کا احترام 954
حکمت:۴۱۲ آراستگیٔ نفس 954
حکمت:۴۱۳ قہری صبر 954
حکمت:۴۱۴ تعزیت 954
حکمت:۴۱۵ دنیا کی حالت 954
حکمت:۴۱۶ امام حسن علیہ السلام کو ہدایت 955
حکمت:۴۱۷ استغفار کے معنی 956
حکمت:۴۱۸ علم و بُردباری 956
حکمت:۴۱۹ بے بسی 957
حکمت:۴۲۰ بے باک نگاہیں 957
حکمت:۴۲۱ عقل کی رہبری 957
حکمت:۴۲۲ چھوٹی اور بڑی نیکی 957
حکمت:۴۲۳ اللہ سے خوش معاملگی 958
حکمت:۴۲۴ حلم و عقل 958
حکمت:۴۲۵ حقوق نعمت 958
حکمت:۴۲۶ صحت و ثروت 958
حکمت:۴۲۷ اللہ کا شکوہ 959
حکمت:۴۲۸ عید 959
حکمت:۴۲۹ حسرت واندوہ 959
حکمت:۴۳۰ ناکام کوشش 959
حکمت:۴۳۱ رزق وروزی 960
حکمت:۴۳۲ دوستانِ خدا 960
حکمت:۴۳۳ موت کی یاد 961
حکمت:۴۳۴ آزمائش 961
حکمت:۴۳۵ شکر، دُعا اور توبہ 961
حکمت:۴۳۶ رگِ شرافت 962
حکمت:۴۳۷ عدل وجود 962
حکمت:۴۳۸ جہالت 962
حکمت:۴۳۹ زُہد کی تعریف 962
حکمت:۴۴۰ غفلت 962
حکمت:۴۴۱ حکومت 962
حکمت:۴۴۲ بہترین شہر 962
حکمت:۴۴۳ مالک اشتر 963
حکمت:۴۴۴ استقلال 963
حکمت:۴۴۵ صفات میں ہم رنگی 963
حکمت:۴۴۶ غالب ابن صعصعہ 963
حکمت:۴۴۷ تجارت 964
حکمت:۴۴۸ بڑی معصیت 964
حکمت:۴۴۹ عزت نفس 964
حکمت:۴۵۰ مزاح 964
حکمت:۴۵۱ خودداری 964
حکمت:۴۵۲ فقر وغنا 964
حکمت:۴۵۳ عبداللہ ابن زبیر 964
حکمت:۴۵۴ فخر وغرور 965
حکمت:۴۵۵ امراء القیس 965
حکمت:۴۵۶ ترکِ دنیا 966
حکمت:۴۵۷ دو طلبگار 966

حکمت:۴۵۸ ایمان کی علامت 967
حکمت:۴۵۹ تقدیر وتدبیر 967
حکمت:۴۶۰ بلند ہمتی 967
حکمت:۴۶۱ غیبت 967
حکمت:۴۶۲ حُسنِ ثنا 967
حکمت:۴۶۳ دُنیا 967
حکمت:۴۶۴ بنی اُمیہ 967
حکمت:۴۶۵ انصار 968
حکمت:۴۶۶ ایک استعارہ 969
حکمت:۴۶۷ ایک والی 969
حکمت:۴۶۸ خرید وفروخت 969
حکمت:۴۶۹ دشمن و دوست 970
حکمت:۴۷۰ توحید وعدل 970
حکمت:۴۷۱ کلام اور خاموشی 971
حکمت:۴۷۲ طلب باراں 971
حکمت:۴۷۳ ترک خضاب 971
حکمت:۴۷۴ عفت 972
حکمت:۴۷۵ قناعت 972
حکمت:۴۷۶ زیاد ابن ابیہ 972
حکمت:۴۷۷ سہل انگاری 972
حکمت:۴۷۸ تعلیم وتعلّم 972
حکمت:۴۷۹ تکلّف 973
حکمت:۴۸۰ مفارقت 973

☆☆☆☆☆

حصہ سوّم

حِکَم و مَوَاعِظ

بَابُ الْمُخْتَارِ مِنْ حِکَمِ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ علیہ السلام

وَیَدْخُلُ فِیْ ذٰلِکَ الْمُخْتَارُ مِنْ اَجْوِبَۃِ مَسَآئِلِهٖ
وَالْکَلَامُ الْقَصِیْرُ الْخَارِجُ فِیْ سَآئِرِ اَغْرَاضِهٖ

امیر المومنین علیہ السلام کے منتخب حِکَم و مواعظ کا باب

اس باب میں سوالات کے جوابات اور ان چھوٹے چھوٹے حکیمانہ جملوں کا انتخاب درج ہے
جو مختلف اغراض و مقاصد کے سلسلہ میں بیان کئے گئے ہیں

(۱) قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

كُنْ فِي الْفِتْنَةِ كَابْنِ اللَّبُوْنِ، لَا ظَهْرٌ فَيُرْكَبَ، وَ لَا ضَرْعٌ فَيُحْلَبَ.

(۱)

فتنہ و فساد میں اس طرح رہو جس طرح اونٹ کا وہ بچہ جس نے ابھی اپنی عمر کے دو سال ختم کئے ہوں کہ نہ تو اس کی پیٹھ پر سواری کی جا سکتی ہے اور نہ اس کے تھنوں سے دودھ دوہا جا سکتا ہے۔

''لبون'' دودھ دینے والی اونٹنی کو اور ''ابن اللبون'' اس کے دو سالہ بچے کو کہتے ہیں اور وہ اس عمر میں نہ سواری کے قابل ہوتا ہے اور نہ اس کے تھن ہی ہوتے ہیں کہ ان سے دودھ دوہا جا سکے۔ اسے ''ابن اللبون'' اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس دو سال کے عرصہ میں اس کی ماں عموماً دوسرا بچہ دے کر دودھ دینے لگتی ہے۔

مقصد یہ ہے کہ انسان کو فتنہ و فساد کے موقع پر اس طرح رہنا چاہیے کہ لوگ اسے ناکارہ سمجھ کر نظر انداز کر دیں اور کسی جماعت میں اس کی شرکت کی ضرورت محسوس نہ ہو۔ کیونکہ فتنوں اور ہنگاموں میں الگ تھلگ رہنا ہی تباہ کاریوں سے بچا سکتا ہے۔ البتہ جہاں حق و باطل کا ٹکراؤ ہو وہاں پر غیر جانبداری جائز نہیں اور نہ اسے فتنہ و فساد سے تعبیر کیا جا سکتا ہے، بلکہ ایسے موقع پر حق کی حمایت اور باطل کی سرکوبی کیلئے کھڑا ہونا واجب ہے۔ جیسے جمل و صفین کی جنگوں میں حق کا ساتھ دینا ضروری اور باطل سے نبرد آزما ہونا لازم تھا۔

☆☆☆☆☆

(۲) وَ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

أَزْرٰى بِنَفْسِهٖ مَنِ اسْتَشْعَرَ الطَّمَعَ، وَ رَضِيَ بِالذُّلِّ مَنْ كَشَفَ عَنْ ضُرِّهٖ، وَ هَانَتْ عَلَيْهِ نَفْسُهٗ مَنْ اَمَّرَ عَلَيْهَا لِسَانَهٗ.

(۲)

جس نے طمع کو اپنا شعار بنایا اس نے اپنے کو سبک کیا، اور جس نے اپنی پریشان حالی کا اظہار کیا وہ ذلت پر آمادہ ہو گیا، اور جس نے اپنی زبان کو قابو میں نہ رکھا اس نے خود اپنی بے وقعتی کا سامان کر لیا۔

(۳) وَ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْبُخْلُ عَارٌ، وَ الْجُبْنُ مَنْقَصَةٌ، وَ الْفَقْرُ يُخْرِسُ الْفَطِنَ عَنْ حُجَّتِهٖ، وَ الْمُقِلُّ غَرِيْبٌ فِيْ بَلْدَتِهٖ، وَ الْعَجْزُ اٰفَةٌ، وَ الصَّبْرُ شَجَاعَةٌ، وَ الزُّهْدُ ثَرْوَةٌ، وَ الْوَرَعُ جُنَّةٌ.

(۳)

بخل ننگ و عار ہے، اور بزدلی نقص و عیب ہے، اور غربت مرد زیرک و دانا کی زبان کو دلائل کی قوت دکھانے سے عاجز بنا دیتی ہے، اور مفلس اپنے شہر میں رہ کر بھی غریب الوطن ہوتا ہے، اور عجز و درماندگی مصیبت ہے، اور صبر و شکیبائی شجاعت ہے، اور دنیا سے بے تعلقی بڑی دولت ہے، اور پرہیزگاری ایک بڑی سپر ہے۔

(٤) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

نِعْمَ الْقَرِيْنُ الرِّضٰى، وَ الْعِلْمُ وِرَاثَةٌ كَرِيْمَةٌ، وَ الْاٰدَابُ حُلَلٌ مُّجَدَّدَةٌ، وَ الْفِكْرُ مِرْاٰةٌ صَافِيَةٌ.

(۴)

تسلیم و رضا بہترین مصاحب، اور علم شریف ترین میراث ہے، اور علمی و عملی اوصاف نو بنو خلعت ہیں، اور فکر صاف وشفاف آئینہ ہے۔

(٥) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

صَدْرُ الْعَاقِلِ صُنْدُوْقُ سِرِّهٖ، وَ الْبَشَاشَةُ حِبَالَةُ الْمَوَدَّةِ، وَ الْاِحْتِمَالُ قَبْرُ الْعُيُوْبِ.

(اَوْ):

اَلْمُسَالَمَةُ خِبَآءُ الْعُيُوْبِ.

(۵)

عقلمند کا سینہ اس کے بھیدوں کا مخزن ہوتا ہے، اور کشادہ روئی محبت ودوستی کا پھندا ہے، اور تحمل و بردباری عیبوں کا مدفن ہے۔

یا اس فقرہ کے بجائے حضرتؑ نے یہ فرمایا کہ:

صلح وصفائی عیبوں کو ڈھانپنے کا ذریعہ ہے۔

(٦) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَنْ رَّضِیَ عَنْ نَّفْسِهٖ كَثُرَ السَّاخِطُ عَلَيْهِ. وَ الصَّدَقَةُ دَوَآءٌ مُّنْجِحٌ، وَ اَعْمَالُ الْعِبَادِ فِیْ عَاجِلِهِمْ نُصْبُ اَعْيُنِهِمْ فِیْۤ اٰجِلِهِمْ.

(۶)

جو شخص اپنے کو بہت پسند کرتا ہے وہ دوسروں کو ناپسند ہوجاتا ہے اور صدقہ کامیاب دوا ہے اور دنیا میں بندوں کے جو اعمال ہیں وہ آخرت میں ان کی آنکھوں کے سامنے ہوں گے۔

یہ ارشاد تین جملوں پر مشتمل ہے:

پہلے جملہ میں خود پسندی سے پیدا ہونے والے نتائج واثرات کا ذکر کیا ہے کہ اس سے دوسروں کے دلوں میں نفرت وحقارت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ چنانچہ جو شخص اپنی ذات کو نمایاں کرنے کیلئے بات بات میں اپنی برتری کا مظاہرہ کرتا ہے وہ کبھی عزت واحترام کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا اور لوگ اس کی تفوق پسندانہ ذہنیت کو دیکھتے ہوئے اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں اور اسے اتنا بھی سمجھنے کو تیار نہیں ہوتے جتنا کچھ وہ ہے، چہ جائیکہ جو کچھ وہ اپنے آپ کو سمجھتا ہے وہی کچھ اسے سمجھ لیں۔

دوسرا جملہ صدقہ کے متعلق ہے اور اسے ایک ''کامیاب دوا'' سے تعبیر کیا ہے، کیونکہ جب انسان صدقہ وخیرات سے محتاجوں اور ناداروں کی مدد کرتا ہے تو وہ دل کی گہرائیوں سے اس کیلئے دُعائے صحت وعافیت کرتے ہیں جو قبولیت حاصل کر کے اس کی شفایابی کا باعث ہوتی ہے۔

چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

دَاوُوْا مَرْضَاكُمْ بِالصَّدَقَةِ.

اپنے بیماروں کا علاج صدقہ سے کرو۔ (الکافی، ج ۴، ص ۳)

تیسرا جملہ حشر میں اعمال کے بے نقاب ہونے کے متعلق ہے کہ انسان اس دنیا میں جو اچھے اور برے کام کرتا ہے وہ حجاب عنصری کے حائل ہونے کی وجہ سے ظاہری حواس سے ادراک نہیں ہو سکتے۔ مگر آخرت میں جب مادیت کے پردے اٹھا دیئے جائیں گے تو وہ اس طرح آنکھوں کے سامنے عیاں ہو جائیں گے کہ کسی کیلئے گنجائش انکار نہ رہے گی۔

چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۙ لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ۞ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۞ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۞﴾

اس دن لوگ گروہ گروہ (قبروں سے) اُٹھ کھڑے ہوں گے تا کہ وہ اپنے اعمال کو دیکھیں، تو جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا، اور جس نے ذرہ بھر برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔ (سورۂ زلزلہ، آیت ۶-۸)

☆☆☆☆☆

(۷) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِعْجَبُوْا لِهٰذَا الْاِنْسَانِ يَنْظُرُ بِشَحْمٍ، وَ يَتَكَلَّمُ بِلَحْمٍ، وَ يَسْمَعُ بِعَظْمٍ، وَ يَتَنَفَّسُ مِنْ خَرْمٍ!.

(۷)

یہ انسان تعجب کے قابل ہے کہ وہ چربی سے دیکھتا ہے، اور گوشت کے لوتھڑے سے بولتا ہے، اور ہڈی سے سنتا ہے، اور ایک سوراخ سے سانس لیتا ہے۔

(۸) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِذَآ اَقْبَلَتِ الدُّنْيَا عَلٰى اَحَدٍ اَعَارَتْهُ مَحَاسِنَ غَيْرِهٖ، وَ اِذَآ اَدْبَرَتْ عَنْهُ سَلَبَتْهُ مَحَاسِنَ نَفْسِهٖ.

(۸)

جب دنیا (اپنی نعمتوں کو لے کر) کسی کی طرف بڑھتی ہے تو دوسروں کی خوبیاں بھی اسے عاریت دے دیتی ہے، اور جب اس سے رخ موڑ لیتی ہے تو خود اس کی خوبیاں بھی اس سے چھین لیتی ہے۔

مقصد یہ ہے کہ جس کا بخت یاور اور دنیا اس سے سازگار ہوتی ہے اہل دنیا اس کی کارگزاریوں کو بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں اور دوسروں کے کارناموں کا سہرا بھی اس کے سر باندھ دیتے ہیں، اور جس کے ہاتھ سے دنیا جاتی رہتی ہے اور اِدبار ونحوست کی گھٹا اس پر چھا جاتی ہے اس کی خوبیوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں اور بھولے سے بھی اس کا نام زبان پر لانا گوارا نہیں کرتے۔

دوستند آنکه را زمانه نواخت
دشمنند آنکه را زمانه فکند

☆☆☆☆☆

(۹) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

خَالِطُوا النَّاسَ مُخَالَطَةً اِنْ مِّتُّمْ مَّعَهَا بَكَوْا عَلَيْكُمْ، وَاِنْ عِشْتُمْ حَنُّوْا اِلَيْكُمْ.

(۹)

لوگوں سے اس طریقہ سے ملو کہ اگر مرجاؤ تو تم پر روئیں، اور زندہ رہو تو تمہارے مشتاق ہوں۔

جو شخص لوگوں کے ساتھ نرمی اور اخلاق کا برتاؤ کرتا ہے لوگ اس کی طرف دست تعاون بڑھاتے، اس کی عزت و توقیر کرتے اور اس کے مرنے کے بعد اس کی یاد میں آنسو بہاتے ہیں۔ لہٰذا انسان کو چاہیے کہ وہ اس طرح مرنجاں مرنج زندگی گزارے کہ کسی کو اس سے شکایت پیدا نہ ہو اور نہ اس سے کسی کو گزند پہنچے، تاکہ اسے زندگی میں دوسروں کی ہمدردی حاصل ہو، اور مرنے کے بعد بھی اسے اچھے لفظوں سے یاد کیا جائے۔

چنان با نیک و بد سر کن کہ بعد از مردنت عُرفی

مسلمانت بہ زمزم شوید و ہندو بسوزاند

☆☆☆☆☆

(۱۰) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِذَا قَدَرْتَ عَلٰى عَدُوِّكَ فَاجْعَلِ الْعَفْوَ عَنْهُ شُكْرًا لِّلْقُدْرَةِ عَلَيْهِ.

(۱۰)

دشمن پر قابو پاؤ تو اس قابو پانے کا شکرانہ اس کو معاف کر دینا قرار دو۔

''عفو و درگزر'' کا محل وہی ہوتا ہے جہاں انتقام پر قدرت ہو، اور جہاں قدرت ہی نہ ہو وہاں انتقام سے ہاتھ اٹھا لینا مجبوری کا نتیجہ ہوتا ہے جس پر کوئی فضیلت مرتب نہیں ہوتی۔ البتہ قدرت و اقتدار کے ہوتے ہوئے عفو و درگزر سے کام لینا فضیلت انسانی کا جوہر اور اللہ کی اس بخشی ہوئی نعمت کے مقابلہ میں اظہار شکر ہے۔ کیونکہ شکر کا جذبہ اس کا مقتضی ہوتا ہے کہ انسان اللہ کے سامنے تذلل و انکسار سے جھکے جس سے اس کے دل میں رحم و رافت کے لطیف جذبات پیدا ہوں گے اور غیظ و غضب کے بھڑکتے ہوئے شعلے ٹھنڈے پڑ جائیں گے، جس کے بعد انتقام کا کوئی داعی ہی نہ رہے گا کہ وہ اس قوت و قدرت کو ٹھیک ٹھیک کام میں لانے کی بجائے اپنے غضب کے فرو کرنے کا ذریعہ قرار دے۔

☆☆☆☆☆

(۱۱) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَعْجَزُ النَّاسِ مَنْ عَجَزَ عَنِ اكْتِسَابِ الْاِخْوَانِ، وَ اَعْجَزُ مِنْهُ مَنْ ضَيَّعَ مَنْ ظَفِرَ بِهٖ مِنْهُمْ.

(۱۱)

لوگوں میں بہت درماندہ وہ ہے جو اپنی عمر میں کچھ بھائی اپنے لئے نہ حاصل کر سکے، اور اس سے بھی زیادہ درماندہ وہ ہے جو پا کر اسے کھودے۔

خوش اخلاقی وخندہ پیشانی سے دوسروں کو اپنی طرف جذب کرنا اور شیریں کلامی سے غیروں کو اپنانا کوئی دشوار چیز نہیں ہے۔ کیونکہ اس کیلئے نہ جسمانی مشقت کی ضرورت اور نہ دماغی کدوکاوش کی حاجت ہوتی ہے، اور دوست بنانے کے بعد دوستی اور تعلقات کی خوشگواری کو باقی رکھنا تو اس سے بھی زیادہ آسان ہے۔ کیونکہ دوستی پیدا کرنے کیلئے پھر بھی کچھ نہ کچھ کرنا پڑتا ہے، مگر اسے باقی رکھنے کیلئے تو کوئی مہم سر کرنا نہیں پڑتی۔ لہٰذا جو شخص ایسی چیز کی بھی نگہداشت نہ کر سکے کہ جسے صرف پیشانی کی سلوٹیں دور کر کے باقی رکھا جا سکتا ہے اس سے زیادہ عاجز و درماندہ کون ہو سکتا ہے۔
مقصد یہ ہے کہ انسان کو ہر ایک سے خوش خلقی و خندہ روئی سے پیش آنا چاہیے، تاکہ لوگ اس سے وابستگی چاہیں اور اس کی دوستی کی طرف ہاتھ بڑھائیں۔

☆☆☆☆☆

(۱۲) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِذَا وَصَلَتْ اِلَيْكُمْ اَطْرَافُ النِّعَمِ فَلَا تُنَفِّرُوْا اَقْصَاهَا بِقِلَّةِ الشُّكْرِ.

(۱۲)

جب تمہیں تھوڑی بہت نعمتیں حاصل ہوں تو ناشکری سے انہیں اپنے تک پہنچنے سے پہلے بھگا نہ دو۔

(۱۳) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَنْ ضَيَّعَهُ الْاَقْرَبُ اُتِيْحَ لَهُ الْاَبْعَدُ.

(۱۳)

جسے قریبی چھوڑ دیں اسے بیگانے مل جائیں گے۔

(۱۴) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَا كُلُّ مَفْتُوْنٍ يُّعَاتَبُ.

(۱۴)

ہر فتنہ میں پڑ جانے والا قابل عتاب نہیں ہوتا۔

جب سعد ابن ابی وقاص، محمد ابن مسلمہ اور عبداللہ ابن عمر نے اصحاب جمل کے مقابلہ میں آپؑ کا ساتھ دینے سے انکار کیا تو اس موقع پر یہ جملہ فرمایا۔ مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ مجھ سے ایسے منحرف ہو چکے ہیں کہ ان پر نہ میری بات کا کچھ اثر ہوتا ہے اور نہ ان پر میری عتاب و سرزنش کارگر ثابت ہوتی ہے۔

☆☆☆☆☆

(۱۵) وَقَالَ عَلَیۡهِ السَّلَامُ

تَذِلُّ الْأُمُوْرُ لِلْمَقَادِيْرِ، حَتّٰى يَكُوْنَ الْحَتْفُ فِي التَّدْبِيْرِ.

(۱۵)

سب معاملے تقدیر کے آگے سرنگوں ہیں، یہاں تک کہ کبھی تدبیر کے نتیجہ میں موت ہو جاتی ہے۔

(۱۶) وَسُئِلَ عَلَیۡهِ السَّلَامُ

عَنْ قَوْلِ الرَّسُوْلِ ﷺ: «غَيِّرُوا الشَّيْبَ، وَ لَا تَشَبَّهُوْا بِالْيَهُوْدِ».

فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

اِنَّمَا قَالَ ﷺ ذٰلِكَ وَ الدِّيْنُ قُلٌّ، فَاَمَّا الْاٰنَ وَ قَدِ اتَّسَعَ نِطَاقُهٗ وَ ضَرَبَ بِجِرَانِهٖ، فَامْرُؤٌ وَّمَا اخْتَارَ.

(۱۶)

پیغمبر ﷺ کی حدیث کے متعلق کہ: «بڑھاپے کو (خضاب کے ذریعہ) بدل دو اور یہود سے مشابہت اختیار نہ کرو»۔ آپؑ سے سوال کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا کہ:

پیغمبر ﷺ نے یہ اس موقع کیلئے فرمایا تھا جبکہ دین (والے) کم تھے اور اب جبکہ اس کا دامن پھیل چکا ہے اور سینہ ٹیک کر جم چکا ہے تو ہر شخص کو اختیار ہے۔

مقصد یہ ہے کہ چونکہ ابتدائے اسلام میں مسلمانوں کی تعداد کم تھی اس لئے ضرورت تھی کہ مسلمانوں کی جماعتی حیثیت کو برقرار رکھنے کیلئے انہیں یہودیوں سے ممتاز رکھا جائے۔ اس لئے آنحضرت ﷺ نے خضاب کا حکم دیا کہ جو یہودیوں کے ہاں مرسوم نہیں ہے۔ اس کے علاوہ یہ مقصد بھی تھا کہ وہ دشمن کے مقابلہ میں ضعیف و سن رسیدہ دکھائی نہ دیں۔

☆☆☆☆☆

(۱۷) وَقَالَ عَلَیۡهِ السَّلَامُ

فِي الَّذِيْنَ اعْتَزَلُوا الْقِتَالَ مَعَهٗ:

خَذَلُوا الْحَقَّ، وَلَمْ يَنْصُرُوا الْبَاطِلَ.

(۱۷)

ان لوگوں کے بارے میں کہ جو آپؑ کے ہمراہ ہو کر لڑنے سے کنارہ کش رہے فرمایا:

ان لوگوں نے حق کو چھوڑ دیا اور باطل کی بھی نصرت نہیں کی۔

یہ ارشاد ان لوگوں کے متعلق ہے جو اپنے کو غیر جانبدار ظاہر کرتے تھے۔ جیسے عبداللہ ابن عمر، سعد ابن ابی وقاص، ابوموسیٰ اشعری، احنف ابن قیس اور انس ابن مالک وغیرہ۔ بیشک ان لوگوں نے کھل کر باطل کی حمایت نہیں کی، مگر حق کی نصرت سے ہاتھ اٹھا لینا بھی ایک طرح سے باطل کو تقویت پہنچانا ہے۔ اس لئے ان کا شمار مخالفین حق کے گروہ ہی میں ہوگا۔

☆☆☆☆☆

(۱۸) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَنْ جَرٰى فِيْ عِنَانِ اَمَلِهٖ عَثَرَ بِاَجَلِهٖ.

(۱۸)

جو شخص امید کی راہ میں بگٹٹ دوڑتا ہے وہ موت سے ٹھوکر کھاتا ہے۔

(۱۹) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَقِيْلُوْا ذَوِى الْمُرُوْءَاتِ عَثَرَاتِهِمْ، فَمَا يَعْثُرُ مِنْهُمْ عَاثِرٌ اِلَّا وَ يَدُ اللهِ بِيَدِهٖ يَرْفَعُهٗ.

(۱۹)

بامروت لوگوں کی لغزشوں سے درگزر کرو۔ (کیونکہ) ان میں سے جو بھی لغزش کھا کر گرتا ہے تو اللہ اس کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر اسے اوپر اٹھا لیتا ہے۔

(۲۰) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

قُرِنَتِ الْهَيْبَةُ بِالْخَيْبَةِ، وَالْحَيَآءُ بِالْحِرْمَانِ، وَالْفُرْصَةُ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ، فَانْتَهِزُوْا فُرَصَ الْخَيْرِ.

(۲۰)

خوف کا نتیجہ ناکامی اور شرم کا نتیجہ محرومی ہے، اور فرصت کی گھڑیاں (تیزرو) ابر کی طرح گزر جاتی ہیں۔ لہٰذا بھلائی کے ملے ہوئے موقعوں کو غنیمت جانو۔

عوام میں ایک چیز خواہ کتنی ہی معیوب خیال کی جائے اور تحقیر آمیز نظروں سے دیکھی جائے اگر اس میں کوئی واقعی عیب نہیں ہے تو اس سے شرمانا سراسر نادانی ہے، کیونکہ اس کی وجہ سے اکثر ان چیزوں سے محروم ہونا پڑتا ہے جو دنیا و آخرت کی کامیابیوں اور کامرانیوں کا باعث ہوتی ہیں۔ جیسے کوئی شخص اس خیال سے کہ لوگ اسے جاہل تصور کریں گے کسی اہم اور ضروری بات کے دریافت کرنے میں عار محسوس کرے تو یہ بے موقع و بے محل خودداری اس کیلئے علم و دانش سے محرومی کا سبب بن جائے گی۔ اس لئے کوئی ہوشمند انسان سیکھنے اور دریافت کرنے میں عار نہیں محسوس کرے گا۔ چنانچہ ایک سن رسیدہ شخص سے کہ جو بڑھاپے کے باوجود تحصیل علم کرتا تھا کہا گیا کہ: «مَا تَسْتَحْيِيْ اَنْ تَتَعَلَّمَ عَلَى الْكِبَرِ»: ”تمہیں بڑھاپے میں پڑھتے ہوئے شرم نہیں آتی؟“۔ اس نے جواب میں کہا کہ: «اَنَا لَا اَسْتَحْيِيْ مِنَ الْجَهْلِ عَلَى الْكِبَرِ فَكَيْفَ اَسْتَحْيِيْ مِنَ التَّعَلُّمِ عَلَى الْكِبَرِ»: ”جب مجھے بڑھاپے میں جہالت سے شرم نہیں آئی تو اس بڑھاپے میں پڑھنے سے شرم کیسے آسکتی ہے“۔

البتہ جن چیزوں میں واقعی برائی اور مفسدہ ہو ان کے ارتکاب سے شرم محسوس کرنا انسانیت اور شرافت کا جوہر ہے۔ جیسے وہ اعمالِ ناشائستہ کہ جو شرع و عقل اور مذہب و اخلاق کی رو سے مذموم ہیں۔ بہر حال ”حیا“ کی پہلی قسم قبیح اور دوسری قسم حسن ہے۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ کا ارشاد ہے:

اَلْحَيَآءُ حَيَآءَانِ: حَيَآءُ عَقْلٍ وَّ حَيَآءُ حُمْقٍ، فَحَيَآءُ الْعَقْلِ هُوَ الْعِلْمُ، وَحَيَآءُ الْحُمْقِ هُوَ الْجَهْلُ.

حیا کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ جو بتقاضائے عقل ہوتی ہے، یہ حیا علم و دانائی ہے۔ اور ایک وہ جو حماقت کے نتیجہ میں ہوتی ہے، یہ سراسر جہل و نادانی ہے۔ (الکافی، ج۲، ص۱۰۶)

☆☆☆☆☆

(۲۱) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَنَا حَقٌّ، فَإِنْ أُعْطِينَاهُ، وَ إِلَّا رَكِبْنَآ أَعْجَازَ الْإِبِلِ وَإِنْ طَالَ السُّرٰى.

قَالَ الرَّضِيُّ: وَ هٰذَا مِنْ لَطِيْفِ الْكَلَامِ وَ فَصِيْحِهٖ، وَ مَعْنَاهُ: «اَنَّا اِنْ لَّمْ نُعْطَ حَقَّنَا كُنَّآ اَذِلَّآءَ». وَ ذٰلِكَ اَنَّ الرَّدِيْفَ يَرْكَبُ عَجُزَ الْبَعِيْرِ، كَالْعَبْدِ وَ الْاَسِيْرِ وَ مَنْ يَّجْرِيْ مَجْرَاهُمَا.

(۲۱)

ہمارا ایک حق ہے اگر وہ ہمیں دیا گیا تو ہم لے لینگے، ورنہ ہم اونٹ کے پیچھے والے پٹھوں پر سوار ہوں گے۔ اگر چہ شب روی طویل ہو۔

سیّد رضیؒ فرماتے ہیں کہ: یہ بہت عمدہ اور فصیح کلام ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ: اگر ہمیں ہمارا حق نہ دیا گیا تو ہم ذلیل و خوار سمجھے جائیں گے اور یہ مطلب اس طرح نکلتا ہے کہ اونٹ کے پیچھے کے حصہ پر ردیف بن کر غلام اور قیدی یا اس قسم کے لوگ ہی سوار ہوا کرتے تھے۔

سیّد رضی علیہ الرحمہ کے تحریر کردہ معنی کا ماحصل یہ ہے کہ حضرتؑ یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ: اگر ہمارے حق کا کہ جو امام مفترض الطاعہ ہونے کی حیثیت سے دوسروں پر واجب ہے اقرار کر لیا گیا اور ہمیں ظاہری خلافت کا موقع دیا گیا تو بہتر، ورنہ ہمیں ہر طرح کی مشقتوں اور خواریوں کو برداشت کرنا پڑے گا، اور ہم اس تحقیر و تذلیل کی حالت میں زندگی کا ایک طویل عرصہ گزارنے پر مجبور ہوں گے۔

بعض شارحین نے اس معنی کے علاوہ اور معنی بھی تحریر کئے ہیں اور وہ یہ کہ: اگر ہمیں ہمارے مرتبہ سے گرا کر پیچھے ڈال دیا گیا اور دوسروں کو ہم پر مقدم کر دیا گیا تو ہم صبر سے کام لیتے ہوئے پیچھے ہٹنا گوارا کر لیں گے۔ اور اونٹ کے پٹھے پر سوار ہونے سے یہی مراد ہے، کیونکہ جو اونٹ کے پٹھے پر سوار ہوتا ہے وہ پیچھے ہوتا ہے اور جو پشت پر سوار ہوتا ہے وہ آگے ہوتا ہے۔

اور بعض نے یہ معنی کہے ہیں کہ: اگر ہمارا حق دے دیا گیا تو ہم اسے لے لیں گے، اور اگر نہ دیا گیا تو ہم اس سوار کی مانند نہ ہوں گے کہ جو اپنی سواری کی باگ دوسرے کے ہاتھ میں دے دیتا ہے کہ وہ جدھر اسے لے جانا چاہے لے جائے، بلکہ اپنے مطالبہ حق پر برقرار رہیں گے خواہ مدت دراز کیوں نہ گزر جائے اور کبھی اپنے حق سے دستبردار ہو کر غصب کرنے والوں کے سامنے سر تسلیم خم نہ کریں گے۔

☆☆☆☆☆

(۲۲) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَنْ اَبْطَاَ بِهٖ عَمَلُهٗ لَمْ يُسْرِعْ بِهٖ نَسَبُهٗ.

(۲۲)

جسے اس کے اعمال پیچھے ہٹا دیں اسے حسب و نسب آگے نہیں بڑھا سکتا۔

(۲۳) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مِنْ كَفَّارَاتِ الذُّنُوْبِ الْعِظَامِ اِغَاثَةُ الْمَلْهُوْفِ، وَ التَّنْفِيْسُ عَنِ الْمَكْرُوْبِ.

(۲۳)

کسی مضطرب کی داد فریاد سننا اور مصیبت زدہ کو مصیبت سے چھٹکارا دلانا بڑے بڑے گناہوں کا کفارہ ہے۔

(۲۴) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(۲۴)

يَابْنَ اٰدَمَ! اِذَا رَاَيْتَ رَبَّكَ سُبْحَانَهٗ يُتَابِعُ عَلَيْكَ نِعَمَهٗ وَ اَنْتَ تَعْصِيْهِ، فَاحْذَرْهُ.

اے آدمؑ کے بیٹے! جب تو دیکھے کہ اللہ سبحانہ تجھے پے در پے نعمتیں دے رہا ہے اور تو اس کی نافرمانی کر رہا ہے تو اس سے ڈرتے رہنا۔

جب کسی کو گناہوں کے باوجود پے در پے نعمتیں حاصل ہو رہی ہوں تو وہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ اللہ اس سے خوش ہے اور یہ اس کی خوشنودی و نظر کرم کا نتیجہ ہے۔ حالانکہ نعمتوں میں زیادتی شکر گزاری کی صورت میں ہوتی ہے اور ناشکری کے نتیجہ میں نعمتوں کا سلسلہ قطع ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے:

﴿لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ﴾

اگر تم نے شکر کیا تو میں تمہیں اور زیادہ نعمتیں دونگا اور اگر ناشکری کی تو پھر یاد رکھو کہ میرا عذاب سخت عذاب ہے۔ (سورۂ ابراہیم، آیت ۷)

لہٰذا عصیان و ناسپاسی کی صورت میں برابر نعمتوں کا ملنا اللہ کی خوشنودی و رضامندی کا ثمرہ نہیں ہوسکتا، اور نہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اللہ نے اس صورت میں اسے نعمتیں دے کر شبہ میں ڈال دیا ہے کہ وہ نعمتوں کی فراوانی کو اس کی خوشنودی کا ثمرہ سمجھے۔ کیونکہ جب وہ یہ سمجھ رہا ہے کہ وہ خطا کار و عاصی ہے اور گناہ کو گناہ اور برائی کو برائی سمجھ کر اس کا مرتکب ہو رہا ہے تو اس اشتباہ کی کیا وجہ کہ وہ اللہ کی خوشنودی و رضامندی کا تصور کرے، بلکہ اسے یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ ایک طرح کی آزمائش اور مہلت ہے تا کہ جب اسکی طغیانی و سرکشی انتہا کو پہنچ جائے تو اسے دفعتاً گرفت میں لے لیا جائے۔ لہٰذا ایسی صورت میں اسے منتظر رہنا چاہیے کہ کب اس پر غضب الٰہی کا ورود ہو اور یہ نعمتیں اس سے چھین لی جائیں، اور محرومی و نامرادی کی عقوبتوں میں اسے جکڑ لیا جائے۔

☆☆☆☆☆

(۲۵) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(۲۵)

مَاۤ اَضْمَرَ اَحَدٌ شَيْئًا اِلَّا ظَهَرَ فِيْ فَلَتَاتِ لِسَانِهٖ، وَ صَفَحَاتِ وَجْهِهٖ.

جس کسی نے بھی کوئی بات دل میں چھپا کر رکھنا چاہی وہ اس کی زبان سے بے ساختہ نکلے ہوئے الفاظ اور چہرہ کے آثار سے نمایاں ضرور ہو جاتی ہے۔

انسان جن باتوں کو دوسروں سے چھپانا چاہتا ہے وہ کسی نہ کسی وقت زبان سے نکل ہی جاتی ہیں اور چھپانے کی کوشش ناکام ہو کر رہ جاتی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ عقل مصلحت اندیش اگرچہ انہیں پوشیدہ رکھنا چاہتی ہے، مگر کبھی کسی اور اہم معاملہ میں الجھ کر ادھر سے غافل ہو جاتی ہے اور وہ بے اختیار لفظوں کی صورت میں زبان سے نکل جاتی ہیں، اور جب عقل ملتفت ہوتی ہے تو تیر از کمان جستہ واپس پلٹایا نہیں جاسکتا، اور اگر یہ صورت نہ بھی پیش آئے اور عقل پورے طور سے متنبہ و ہوشیار رہے تب بھی وہ پوشیدہ نہیں رہ سکتیں۔ کیونکہ چہرے کے خط و خال ذہنی تصورات کے غماز اور قلبی کیفیات کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ چنانچہ چہرے کی سرخی سے شرمندگی کا اور زردی سے خوف کا بخوبی پتہ چل سکتا ہے۔

☆☆☆☆☆

(۲۶) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِمْشِ بِدَآئِكَ مَا مَشٰى بِكَ.

(۲۶)

مرض میں جب تک ہمت ساتھ دے چلتے پھرتے رہو۔

مقصد یہ ہے کہ جب تک مرض شدت اختیار نہ کرے اسے اہمیت نہ دینا چاہیے، کیونکہ اہمیت دینے سے طبیعت احساسِ مرض سے متاثر ہو کر اس کے اضافہ کا باعث ہو جایا کرتی ہے۔ اس لئے چلتے پھرتے رہنا اور اپنے کو صحت مند تصور کرنا تحلیل مرض کے علاوہ طبیعت کی قوتِ مدافعت کو مضمحل ہونے نہیں دیتا اور اس کی قوت معنوی کو برقرار رکھتا ہے، اور قوت معنوی چھوٹے موٹے مرض کو خود ہی دبا دیا کرتی ہے، بشرطیکہ مرض کے وہم میں مبتلا ہو کر اسے سپر انداختہ ہونے پر مجبور نہ کر دیا جائے۔

☆☆☆☆☆

(۲۷) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَفْضَلُ الزُّهْدِ اِخْفَآءُ الزُّهْدِ.

(۲۷)

بہترین زہد، زہد کا مخفی رکھنا ہے۔

(۲۸) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِذَا كُنْتَ فِیْۤ اِدْبَارٍ وَ الْمَوْتُ فِیْۤ اِقْبَالٍ فَمَاۤ اَسْرَعَ الْمُلْتَقٰى.

(۲۸)

جب تم (دنیا کو) پیٹھ دکھا رہے ہو اور موت تمہاری طرف رخ کئے ہوئے بڑھ رہی ہے تو پھر ملاقات میں دیر کیسی؟۔

(۲۹) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْحَذَرَ الْحَذَرَ! فَوَاللهِ! لَقَدْ سَتَرَ، حَتّٰى كَاَنَّهٗ قَدْ غَفَرَ.

(۲۹)

ڈرو! ڈرو! اس لئے کہ بخدا اس نے اس حد تک تمہاری پردہ پوشی کی ہے کہ گویا تمہیں بخش دیا ہے۔

(۳۰) وَسُئِلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

عَنِ الْاِيْمَانِ، فَقَالَ:

اَلْاِيْمَانُ عَلٰۤى اَرْبَعِ دَعَآئِمَ: عَلَى الصَّبْرِ، وَ الْيَقِيْنِ، وَ الْعَدْلِ، وَ الْجِهَادِ:

فَالصَّبْرُ مِنْهَا عَلٰۤى اَرْبَعِ شُعَبٍ: عَلَى الشَّوْقِ، وَ الشَّفَقِ، وَ الزُّهْدِ، وَ التَّرَقُّبِ. فَمَنِ اشْتَاقَ اِلَى الْجَنَّةِ سَلَا عَنِ الشَّهَوَاتِ، وَ مَنْ اَشْفَقَ مِنَ النَّارِ اجْتَنَبَ الْمُحَرَّمَاتِ، وَ

(۳۰)

حضرتؑ سے ایمان کے متعلق سوال کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا:

''ایمان'' چار ستونوں پر قائم ہے: ''صبر''، ''یقین''، ''عدل'' اور ''جہاد'':

پھر ''صبر'' کی چار شاخیں ہیں: اشتیاق، خوف، دنیا سے بے اعتنائی اور انتظار۔

اس لئے کہ جو جنت کا مشتاق ہوگا وہ خواہشوں کو بھلا دے گا اور جو دوزخ سے خوف کھائے گا وہ محرمات سے کنارہ کشی کرے گا، اور

مَنْ زَهِدَ فِي الدُّنْيَا اسْتَهَانَ بِالْمُصِيْبَاتِ، وَ مَنِ ارْتَقَبَ الْمَوْتَ سَارَعَ إِلَى الْخَيْرَاتِ.

جو دنیا سے بے اعتنائی اختیار کرے گا وہ مصیبتوں کو سہل سمجھے گا اور جسے موت کا انتظار ہو گا وہ نیک کاموں میں جلدی کرے گا۔

وَالْيَقِيْنُ مِنْهَا عَلَى أَرْبَعِ شُعَبٍ: عَلَى تَبْصِرَةِ الْفِطْنَةِ، وَ تَأَوُّلِ الْحِكْمَةِ، وَ مَوْعِظَةِ الْعِبْرَةِ، وَ سُنَّةِ الْأَوَّلِيْنَ. فَمَنْ تَبَصَّرَ فِي الْفِطْنَةِ تَبَيَّنَتْ لَهُ الْحِكْمَةُ، وَ مَنْ تَبَيَّنَتْ لَهُ الْحِكْمَةُ عَرَفَ الْعِبْرَةَ، وَ مَنْ عَرَفَ الْعِبْرَةَ فَكَأَنَّمَا كَانَ فِي الْأَوَّلِيْنَ.

اور ''یقین'' کی بھی چار شاخیں ہیں: روشن نگاہی، حقیقت رسی، عبرت اندوزی اور اگلوں کا طور طریقہ۔ چنانچہ جو دانش و آگہی حاصل کرے گا اس کے سامنے علم و عمل کی راہیں واضح ہو جائیں گی، اور جس کیلئے علم و عمل آشکارا ہو جائے گا وہ عبرت سے آشنا ہو گا، اور جو عبرت سے آشنا ہو گا وہ ایسا ہے جیسے وہ پہلے لوگوں میں موجود رہا ہو۔

وَ الْعَدْلُ مِنْهَا عَلَى أَرْبَعِ شُعَبٍ: عَلَى غَائِصِ الْفَهْمِ، وَ غَوْرِ الْعِلْمِ، وَ زُهْرَةِ الْحُكْمِ، وَ رَسَاخَةِ الْحِلْمِ. فَمَنْ فَهِمَ عَلِمَ غَوْرَ الْعِلْمِ، وَ مَنْ عَلِمَ غَوْرَ الْعِلْمِ صَدَرَ عَنْ شَرَائِعِ الْحُكْمِ، وَ مَنْ حَلُمَ لَمْ يُفَرِّطْ فِيْٓ أَمْرِهٖ وَ عَاشَ فِي النَّاسِ حَمِيْدًا.

اور ''عدل'' کی بھی چار شاخیں ہیں: تہوں تک پہنچنے والی فکر اور علمی گہرائی اور فیصلہ کی خوبی اور عقل کی پائیداری۔ چنانچہ جس نے غور و فکر کیا وہ علم کی گہرائیوں سے آشنا ہوا، اور جو علم کی گہرائیوں میں اترا وہ فیصلہ کے سرچشموں سے سیراب ہو کر پلٹا، اور جس نے حلم و بردباری اختیار کی اس نے اپنے معاملات میں کوئی کمی نہیں کی اور لوگوں میں نیک نام رہ کر زندگی بسر کی۔

وَ الْجِهَادُ مِنْهَا عَلَى أَرْبَعِ شُعَبٍ: عَلَى الْأَمْرِ بِالْمَعْرُوْفِ، وَ النَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ، وَ الصِّدْقِ فِي الْمَوَاطِنِ، وَ شَنَاٰنِ الْفَاسِقِيْنَ. فَمَنْ أَمَرَ بِالْمَعْرُوْفِ شَدَّ ظُهُوْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ، وَ مَنْ نَهٰى عَنِ الْمُنْكَرِ أَرْغَمَ أُنُوْفَ الْكَافِرِيْنَ، وَ مَنْ صَدَقَ فِي الْمَوَاطِنِ قَضٰى مَا عَلَيْهِ، وَ مَنْ شَنِئَ الْفَاسِقِيْنَ وَ غَضِبَ لِلّٰهِ غَضِبَ اللّٰهُ لَهٗ، وَ أَرْضَاهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ.

اور ''جہاد'' کی بھی چار شاخیں ہیں: امر بالمعروف، نہی عن المنکر، تمام موقعوں پر راست گفتاری اور بدکرداروں سے نفرت۔ چنانچہ جس نے امر بالمعروف کیا اس نے مومنین کی پشت مضبوط کی، اور جس نے نہی عن المنکر کیا اس نے کافروں کو ذلیل کیا، اور جس نے تمام موقعوں پر سچ بولا اس نے اپنا فرض ادا کر دیا، اور جس نے فاسقوں کو برا سمجھا اور اللہ کیلئے غضبناک ہوا اللہ بھی اس کیلئے دوسروں پر غضبناک ہو گا اور قیامت کے دن اس کی خوشی کا سامان کرے گا۔

(٣١) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْكُفْرُ عَلٰۤى اَرْبَعِ دَعَآئِمَ: عَلَى التَّعَمُّقِ، وَ التَّنَازُعِ، وَ الزَّيْغِ، وَ الشِّقَاقِ.

فَمَنْ تَعَمَّقَ لَمْ يُنِبْ اِلَى الْحَقِّ، وَ مَنْ كَثُرَ نِزَاعُهٗ بِالْجَهْلِ دَامَ عَمَاهُ عَنِ الْحَقِّ، وَ مَنْ زَاغَ سَآءَتْ عِنْدَهُ الْحَسَنَةُ وَ حَسُنَتْ عِنْدَهُ السَّيِّئَةُ وَ سَكِرَ سُكْرَ الضَّلَالَةِ، وَ مَنْ شَاقَّ وَعُرَتْ عَلَيْهِ طُرُقُهٗ وَ اَعْضَلَ عَلَيْهِ اَمْرُهٗ وَ ضَاقَ عَلَيْهِ مَخْرَجُهٗ.

وَ الشَّكُّ عَلٰۤى اَرْبَعِ شُعَبٍ: عَلَى التَّمَارِیْ، وَ الْهَوْلِ، وَ التَّرَدُّدِ، وَ الِاسْتِسْلَامِ.

فَمَنْ جَعَلَ الْمِرَآءَ دَيْدَنًا لَّمْ يُصْبِحْ لَيْلُهٗ، وَ مَنْ هَالَهٗ مَا بَيْنَ يَدَيْهِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ، وَ مَنْ تَرَدَّدَ فِی الرَّيْبِ وَطِئَتْهُ سَنَابِكُ الشَّيٰطِيْنِ، وَ مَنِ اسْتَسْلَمَ لِهَلَكَةِ الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ هَلَكَ فِيْهِمَا.

قَالَ الرَّضِیُّ: وَ بَعْدَ هٰذَا كَلَامٌ تَرَكْنَا ذِكْرَهٗ خَوْفَ الْاِطَالَةِ وَ الْخُرُوْجِ عَنِ الْغَرَضِ الْمَقْصُوْدِ فِیْ هٰذَا الْبَابِ.

(٣٢) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فَاعِلُ الْخَيْرِ خَيْرٌ مِّنْهُ، وَ فَاعِلُ الشَّرِّ شَرٌّ مِّنْهُ.

(۳۱)

''کفر'' بھی چار ستونوں پر قائم ہے: حد سے بڑھی ہوئی کاوش، جھگڑالوپن، کج روی اور اختلاف۔

تو جو بے جا تعمق و کاوش کرتا ہے وہ حق کی طرف رجوع نہیں ہوتا، اور جو جہالت کی وجہ سے آئے دن جھگڑے کرتا ہے وہ حق سے ہمیشہ اندھا رہتا ہے، اور جو حق سے منہ موڑ لیتا ہے وہ اچھائی کو برائی اور برائی کو اچھائی سمجھنے لگتا ہے اور گمراہی کے نشہ میں مدہوش پڑا رہتا ہے، اور جو حق کی خلاف ورزی کرتا ہے اس کے راستے بہت دشوار اور اس کے معاملات سخت پیچیدہ ہو جاتے ہیں اور بچ کے نکلنے کی راہ اس کیلئے تنگ ہو جاتی ہے۔

''شک'' کی بھی چار شاخیں ہیں: کٹھ حجتی، خوف، سرگردانی اور باطل کے آگے جبیں سائی۔

چنانچہ جس نے لڑائی جھگڑے کو اپنا شیوہ بنالیا اس کی رات کبھی صبح سے ہمکنار نہیں ہو سکتی، اور جس کو سامنے کی چیزوں نے ہول میں ڈال دیا وہ الٹے پیر پلٹ جاتا ہے، اور جو شک و شبہ میں سرگرداں رہتا ہے اسے شیاطین اپنے پنجوں سے روند ڈالتے ہیں، اور جس نے دنیا و آخرت کی تباہی کے آگے سر تسلیم خم کر دیا وہ دو جہاں میں تباہ ہوا۔

سید رضیؒ فرماتے ہیں کہ: ہم نے طوالت کے خوف اور اس خیال سے کہ اصل مقصد جو اس باب کا ہے فوت نہ ہو، بقیہ کلام کو چھوڑ دیا ہے۔

(۳۲)

نیک کام کرنے والا خود اس کام سے بہتر اور برائی کا مرتکب ہونے والا خود اس برائی سے بدتر ہے۔

(٣٣) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

كُنْ سَمْحًا وَّ لَا تَكُنْ مُبَذِّرًا، وَ كُنْ مُّقَدِّرًا وَلَا تَكُنْ مُقَتِّرًا.

(۳۳)

سخاوت کرو، لیکن فضول خرچی نہ کرو، اور جزرسی کرو مگر بخل نہیں۔

(٣٤) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَشْرَفُ الْغِنٰى تَرْكُ الْمُنٰى.

(۳۴)

بہترین دولتمندی یہ ہے کہ تمناؤں کو ترک کرے۔

(٣٥) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَنْ اَسْرَعَ اِلَى النَّاسِ بِمَا يَكْرَهُوْنَ، قَالُوْا فِيْهِ مَا لَا يَعْلَمُوْنَ.

(۳۵)

جو شخص لوگوں کے بارے میں جھٹ سے ایسی باتیں کہہ دیتا ہے جو انہیں ناگوار گزریں تو پھر وہ اس کیلئے ایسی باتیں کہتے ہیں کہ جنہیں وہ جانتے نہیں۔

(٣٦) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَنْ اَطَالَ الْاَمَلَ اَسَآءَ الْعَمَلَ.

(۳۶)

جس نے طول طویل امیدیں باندھیں اس نے اپنے اعمال بگاڑ لئے۔

(٣٧) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَ قَدْ لَقِيَهٗ عِنْدَ مَسِيْرِهٖ اِلَى الشَّامِ دَهَاقِيْنُ الْاَنْبَارِ فَتَرَجَّلُوْا لَهٗ وَ اشْتَدُّوْا بَيْنَ يَدَيْهِ، فَقَالَ:

مَا هٰذَا الَّذِیْ صَنَعْتُمُوْهُ؟

فَقَالُوْا: خُلُقٌ مِّنَّا نُعَظِّمُ بِهٖ اُمَرَآءَنَا. فَقَالَ:

وَاللهِ! مَا يَنْتَفِعُ بِهٰذَا اُمَرَآؤُكُمْ، وَ اِنَّكُمْ لَتَشُقُّوْنَ بِهٖ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ فِیْ دُنْيَاكُمْ، وَ تَشْقَوْنَ بِهٖ فِیْۤ اٰخِرَتِكُمْ، وَ مَاۤ اَخْسَرَ الْمَشَقَّةَ وَ رَآءَهَا الْعِقَابُ، وَ اَرْبَحَ الدَّعَةَ مَعَهَا الْاَمَانُ مِنَ النَّارِ.

(۳۷)

امیر المومنین علیہ السلام سے شام کی جانب روانہ ہوتے وقت مقام انبار کے زمینداروں کا سامنا ہوا تو وہ آپؑ کو دیکھ کر پیادہ ہو گئے اور آپؑ کے سامنے دوڑنے لگے۔ آپؑ نے فرمایا:

یہ تم نے کیا کیا؟

انہوں نے کہا کہ: یہ ہمارا عام طریقہ ہے جس سے ہم اپنے حکمرانوں کی تعظیم بجالاتے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا:

خدا کی قسم! اس سے تمہارے حکمرانوں کو کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچتا۔ البتہ تم اس دنیا میں اپنے کو زحمت و مشقت میں ڈالتے ہو اور آخرت میں اس کی وجہ سے بدبختی مول لیتے ہو۔ وہ مشقت کتنی گھاٹے والی ہے جس کا نتیجہ سزائے اُخروی ہو، اور وہ راحت کتنی فائدہ مند ہے جس کا نتیجہ دوزخ سے امان ہو۔

(۳۸) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لِابْنِهِ الْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

يَا بُنَيَّ! احْفَظْ عَنِّيْ اَرْبَعًا وَّ اَرْبَعًا، لَا يَضُرُّكَ مَا عَمِلْتَ مَعَهُنَّ:

اِنَّ اَغْنَى الْغِنَى الْعَقْلُ، وَ اَكْبَرَ الْفَقْرِ الْحُمْقُ، وَ اَوْحَشَ الْوَحْشَةِ الْعُجْبُ، وَ اَكْرَمَ الْحَسَبِ حُسْنُ الْخُلُقِ.

يَا بُنَيَّ! اِيَّاكَ وَ مُصَادَقَةَ الْاَحْمَقِ، فَاِنَّهٗ يُرِيْدُ اَنْ يَّنْفَعَكَ فَيَضُرَّكَ، وَ اِيَّاكَ وَ مُصَادَقَةَ الْبَخِيْلِ، فَاِنَّهٗ يَقْعُدُ عَنْكَ اَحْوَجَ مَا تَكُوْنُ اِلَيْهِ، وَ اِيَّاكَ وَ مُصَادَقَةَ الْفَاجِرِ، فَاِنَّهٗ يَبِيْعُكَ بِالتَّافِهِ، وَ اِيَّاكَ وَ مُصَادَقَةَ الْكَذَّابِ، فَاِنَّهٗ كَالسَّرَابِ: يُقَرِّبُ عَلَيْكَ الْبَعِيْدَ، وَ يُبَعِّدُ عَلَيْكَ الْقَرِيْبَ.

(۳۸)

اپنے فرزند حضرت حسن علیہ السلام سے فرمایا:

مجھ سے چار اور پھر چار باتیں یاد رکھو، ان کے ہوتے ہوئے جو کچھ کرو گے وہ تمہیں ضرر نہ پہنچائے گا:

سب سے بڑی ثروت عقل و دانش ہے، اور سب سے بڑی ناداری حماقت و بے عقلی ہے، اور سب سے بڑی وحشت غرور و خود بینی ہے، اور سب سے بڑا جوہر ذاتی حسنِ اخلاق ہے۔

اے فرزند! بیوقوف سے دوستی نہ کرنا، کیونکہ وہ تمہیں فائدہ پہنچانا چاہے گا تو نقصان پہنچائے گا، اور بخیل سے دوستی نہ کرنا، کیونکہ جب تمہیں اس کی مدد کی انتہائی احتیاج ہو گی وہ تم سے دور بھاگے گا، اور بدکردار سے دوستی نہ کرنا، ورنہ وہ تمہیں کوڑیوں کے مول بیچ ڈالے گا، اور جھوٹے سے دوستی نہ کرنا، کیونکہ وہ سراب کے مانند تمہارے لئے دور کی چیزوں کو قریب اور قریب کی چیزوں کو دور کر کے دکھائے گا۔

(۳۹) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَا قُرْبَةَ بِالنَّوَافِلِ اِذَاۤ اَضَرَّتْ بِالْفَرَآئِضِ.

(۳۹)

مستحبات سے قرب الٰہی نہیں حاصل ہو سکتا جبکہ وہ واجبات میں سدِ راہ ہوں۔

(۴۰) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لِسَانُ الْعَاقِلِ وَرَآءَ قَلْبِهٖ، وَ قَلْبُ الْاَحْمَقِ وَرَآءَ لِسَانِهٖ.

قَالَ الرَّضِیُّ: وَ هٰذَا مِنَ الْمَعَانِی الْعَجِیْبَةِ الشَّرِیْفَةِ، وَ الْمُرَادُ بِهٖ: اَنَّ الْعَاقِلَ لَا یُطْلِقُ لِسَانَهٗ، اِلَّا بَعْدَ مُشَاوَرَةِ الرَّوِیَّةِ وَ مُؤَامَرَةِ الْفِكْرَةِ. وَ الْاَحْمَقُ تَسْبِقُ حَذَفَاتُ لِسَانِهٖ وَ

(۴۰)

عقل مند کی زبان اس کے دل کے پیچھے ہے اور بے وقوف کا دل اس کی زبان کے پیچھے ہے۔

سیّد رضیؒ کہتے ہیں کہ: یہ جملہ عجیب و پاکیزہ معنی کا حامل ہے۔ مقصد یہ ہے کہ عقلمند اس وقت زبان کھولتا ہے جب دل میں سوچ بچار اور غور و فکر سے نتیجہ اخذ کر لیتا ہے۔ لیکن بے وقوف بے سوچے سمجھے

فَلَتَاتُ كَلَامِهٖ، مُرَاجَعَةَ فِكْرِهٖ وَ مُمَاخَضَةَ رَأْيِهٖ. فَكَانَ لِسَانُ الْعَاقِلِ تابِعٌ لِّقَلْبِهٖ، وَ كَانَ قَلْبُ الْاَحْمَقِ تَابِعٌ لِلِسَانِهٖ.

جو منہ میں آتا ہے کہہ گزرتا ہے۔ اس طرح گویا عقلمند کی زبان اس کے دل کے تابع ہے اور بے وقوف کا دل اس کی زبان کے تابع ہے۔

(٤١) قَدْ رُوِیَ عَنْهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(۴۱)

هٰذَا الْمَعْنٰى بِلَفْظٍ اٰخَرَ وَ هُوَ قَوْلُهٗ:

قَلْبُ الْاَحْمَقِ فِیْ فِيْهِ، وَ لِسَانُ الْعَاقِلِ فِیْ قَلْبِهٖ.

وَ مَعْنَاهُمَا وَاحِدٌ.

یہی مطلب دوسرے لفظوں میں بھی حضرتؑ سے مروی ہے اور وہ یہ کہ: بے وقوف کا دل اس کے منہ میں ہے اور عقلمند کی زبان اس کے دل میں ہے۔

بہر حال ان دونوں جملوں کا مقصد ایک ہے۔

(٤٢) وَ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(۴۲)

لِبَعْضِ اَصْحَابِهٖ فِیْ عِلَّةٍ اعْتَلَّهَا:

جَعَلَ اللّٰهُ مَا كَانَ مِنْ شَكْوَاكَ حَطًّا لِّسَيِّئَاتِكَ، فَاِنَّ الْمَرَضَ لَاۤ اَجْرَ فِيْهِ، وَ لٰكِنَّهٗ يَحُطُّ السَّيِّئَاتِ، وَ يَحُتُّهَا حَتَّ الْاَوْرَاقِ، وَ اِنَّمَا الْاَجْرُ فِی الْقَوْلِ بِاللِّسَانِ وَ الْعَمَلِ بِالْاَيْدِیْ وَ الْاَقْدَامِ، وَ اِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ يُدْخِلُ بِصِدْقِ النِّيَّةِ وَ السَّرِيْرَةِ الصَّالِحَةِ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهِ الْجَنَّةَ.

اپنے ایک ساتھی سے اس کی بیماری کی حالت میں فرمایا:

اللہ نے تمہارے مرض کو تمہارے گناہوں کو دور کرنے کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ کیونکہ خود مرض کا کوئی ثواب نہیں ہے، مگر وہ گناہوں کو مٹاتا اور انہیں اس طرح جھاڑ دیتا ہے جس طرح درخت سے پتے جھڑتے ہیں۔ ہاں! ثواب اس میں ہوتا ہے کہ کچھ زبان سے کہا جائے اور کچھ ہاتھ پیروں سے کیا جائے، اور خداوند عالم اپنے بندوں میں سے نیک نیتی اور پاکدامنی کی وجہ سے جسے چاہتا ہے جنت میں داخل کرتا ہے۔

وَ اَقُوْلُ: صَدَقَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: «اِنَّ الْمَرَضَ لَاۤ اَجْرَ فِيْهِ»، لِاَنَّهٗ مِنْ قَبِيْلِ مَا يُسْتَحَقُّ عَلَيْهِ الْعِوَضُ، لِاَنَّ الْعِوَضَ يُسْتَحَقُّ عَلٰى مَا كَانَ فِیْ مُقَابَلَةِ فِعْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى بِالْعَبْدِ مِنَ الْاٰلَامِ وَ الْاَمْرَاضِ وَ مَا يَجْرِیْ مَجْرٰى ذٰلِكَ. وَ الْاَجْرُ وَ الثَّوَابُ يُسْتَحَقَّانِ عَلٰى مَا كَانَ فِیْ مُقَابَلَةِ فِعْلِ الْعَبْدِ. فَبَيْنَهُمَا فَرْقٌ قَدْ بَيَّنَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَمَا

سیّد رضی فرماتے ہیں کہ: حضرتؑ نے سچ فرمایا کہ: مرض کا کوئی ثواب نہیں ہے، کیونکہ مرض تو اس قسم کی چیزوں میں سے ہے جن میں عوض کا استحقاق ہوتا ہے۔ اس لئے کہ عوض اللہ کی طرف سے بندے کے ساتھ جو امر عمل میں آئے جیسے دکھ، درد، بیماری وغیرہ، اس کے مقابلہ میں اسے ملتا ہے، اور اجر و ثواب وہ ہے کہ کسی عمل پر اسے کچھ حاصل ہو۔ لہٰذا عوض اور ہے اور اجر اور ہے۔ اور اس فرق کو امیر المومنین علیہ السلام نے

يَقْتَضِيهِ عِلْمُهُ الثَّاقِبُ، وَرَأْيُهُ الصَّائِبُ.

اپنے علم روشن اور رائے صائب کے مطابق بیان فرمادیا ہے۔

(٤٣) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(۴۳)

فِي ذِكْرِ خَبَّابِ بْنِ الْأَرَتِّ:

خباب ابن ارتؓ کے بارے میں فرمایا:

يَرْحَمُ اللهُ خَبَّابَ ابْنَ الْأَرَتِّ، فَلَقَدْ أَسْلَمَ رَاغِبًا، وَ هَاجَرَ طَائِعًا، وَ قَنِعَ بِالْكَفَافِ، وَ رَضِيَ عَنِ اللهِ، وَ عَاشَ مُجَاهِدًا.

خدا خباب ابن ارتؓ پر اپنی رحمت شامل حال فرمائے! وہ اپنی رضا مندی سے اسلام لائے، اور بخوشی ہجرت کی، اور ضرورت بھر پر قناعت کی، اور اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر راضی رہے، اور مجاہدانہ شان سے زندگی بسر کی۔

حضرت خباب ابن ارت رضی اللہ تعالےعنہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جلیل القدر صحابی اور مہاجرین اولین میں سے تھے۔انہوں نے قریش کے ہاتھوں طرح طرح کی مصیبتیں اٹھائیں۔چلچلاتی دھوپ میں کھڑے کئے گئے، آگ پر لٹائے گئے، مگر کسی طرح پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا دامن چھوڑنا گوارا نہ کیا۔ بدر اور دوسرے معرکوں میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہمرکاب رہے۔صفین ونہروان میں امیر المومنین علیہ السلام کا ساتھ دیا۔مدینہ چھوڑ کر کوفہ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ چنانچہ یہیں پر ۷۳ برس کی عمر میں ۳۹ ہجری میں انتقال فرمایا۔نماز جنازہ امیر المومنین علیہ السلام نے پڑھائی اور بیرون کوفہ دفن ہوئے اور حضرتؑ نے یہ کلمات ترحم ان کی قبر پر کھڑے ہو کر فرمائے۔

☆☆☆☆☆

(٤٤) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(۴۴)

طُوبَى لِمَنْ ذَكَرَ الْمَعَادَ، وَعَمِلَ لِلْحِسَابِ، وَ قَنِعَ بِالْكَفَافِ، وَرَضِيَ عَنِ اللهِ.

خوشا نصیب اس کے جس نے آخرت کو یاد رکھا، حساب و کتاب کیلئے عمل کیا، ضرورت بھر پر قناعت کی اور اللہ سے راضی وخوشنود رہا۔

(٤٥) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(۴۵)

لَوْ ضَرَبْتُ خَيْشُومَ الْمُؤْمِنِ بِسَيْفِي هٰذَا عَلَى أَنْ يُبْغِضَنِي مَا أَبْغَضَنِي، وَ لَوْ صَبَبْتُ الدُّنْيَا بِجَمَّاتِهَا عَلَى الْمُنَافِقِ عَلَى أَنْ يُحِبَّنِي مَا أَحَبَّنِي، وَ ذٰلِكَ أَنَّهُ قُضِيَ فَانْقَضَى عَلَى لِسَانِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ أَنَّهُ قَالَ: «يَا عَلِيُّ! لَا يُبْغِضُكَ مُؤْمِنٌ، وَلَا يُحِبُّكَ مُنَافِقٌ».

اگر میں مومن کی ناک پر تلواریں لگاؤں کہ وہ مجھے دشمن رکھے تو جب بھی وہ مجھ سے دشمنی نہ کرے گا، اور اگر تمام متاعِ دنیا کافر کے آگے ڈھیر کر دوں کہ وہ مجھے دوست رکھے تو بھی وہ مجھے دوست نہ رکھے گا۔اس لئے کہ یہ وہ فیصلہ ہے جو پیغمبر اُمّی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زبان سے ہو گیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا: «اے علی! کوئی مومن تم سے دشمنی نہ رکھے گا، اور کوئی منافق تم سے محبت نہ کرے گا»۔

(٤٦) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

سَيِّئَةٌ تَسُوْٓءُكَ خَيْرٌ عِنْدَ اللهِ مِنْ حَسَنَةٍ تُعْجِبُكَ.

(۴۶)

وہ گناہ جس کا تمہیں رنج ہو اللہ کے نزدیک اس نیکی سے کہیں اچھا ہے جو تمہیں خود پسند بنا دے۔

جو شخص ارتکاب گناہ کے بعد ندامت و پشیمانی محسوس کرے اور اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرے وہ گناہ کی عقوبت سے محفوظ اور توبہ کے ثواب کا مستحق ہوتا ہے اور جو نیک عمل بجالانے کے بعد دوسروں کے مقابلہ میں برتری محسوس کرتا ہے اور اپنی نیکی پر گھمنڈ کرتے ہوئے یہ سمجھتا ہے کہ اب اس کیلئے کوئی کھٹکا نہیں رہا وہ اپنی نیکی کو برباد کر دیتا ہے اور حسن عمل کے ثواب سے محروم رہتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جو توبہ سے معصیت کے داغ کو صاف کر چکا ہو وہ اس سے بہتر ہو گا جو اپنے غرور کی وجہ سے اپنے کئے کرائے کو ضائع کر چکا ہو اور توبہ کے ثواب سے بھی اس کا دامن خالی ہو۔

☆☆☆☆☆

(٤٧) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

قَدْرُ الرَّجُلِ عَلٰى قَدْرِ هِمَّتِهٖ، وَ صِدْقُهٗ عَلٰى قَدْرِ مُرُوْٓءَتِهٖ، وَ شَجَاعَتُهٗ عَلٰى قَدْرِ اَنَفَتِهٖ، وَ عِفَّتُهٗ عَلٰى قَدْرِ غَيْرَتِهٖ.

(۴۷)

انسان کی جتنی ہمت ہو اتنی ہی اس کی قدر و قیمت ہے، اور جتنی مروت اور جوانمردی ہو گی اتنی ہی راست گوئی ہو گی، اور جتنی حمیت و خودداری ہو گی اتنی ہی شجاعت ہو گی، اور جتنی غیرت ہو گی اتنی ہی پاکدامنی ہو گی۔

(٤٨) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلظَّفَرُ بِالْحَزْمِ، وَ الْحَزْمُ بِاِجَالَةِ الرَّاْيِ، وَ الرَّاْیُ بِتَحْصِيْنِ الْاَسْرَارِ.

(۴۸)

کامیابی دور اندیشی سے وابستہ ہے، اور دور اندیشی فکر و تدبر کو کام میں لانے سے، اور تدبر بھیدوں کو چھپا کر رکھنے سے۔

(٤٩) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِحْذَرُوْا صَوْلَةَ الْكَرِيْمِ اِذَا جَاعَ، وَ اللَّئِيْمِ اِذَا شَبِعَ.

(۴۹)

بھوکے شریف اور پیٹ بھرے کمینے کے حملہ سے ڈرتے رہو۔

مطلب یہ ہے کہ باعزت و باوقار آدمی کبھی ذلت و توہین گوارا نہیں کرتا۔ اگر اس کی عزت و وقار پر حملہ ہو گا تو وہ بھوکے شیر کی طرح جھپٹے گا اور ذلت کی زنجیروں کو توڑ کر رکھ دے گا، اور اگر ذلیل و کم ظرف کو اس کی حیثیت سے بڑھا دیا جائے گا تو اس کا ظرف چھلک اٹھے گا اور وہ اپنے کو بلند مرتبہ خیال کرتے ہوئے دوسروں کے وقار پر حملہ آور ہو گا۔

☆☆☆☆☆

(۵۰) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

قُلُوْبُ الرِّجَالِ وَحْشِيَّةٌ، فَمَنْ تَاَلَّفَهَا اَقْبَلَتْ عَلَيْهِ.

(۵۰)

لوگوں کے دل صحرائی جانور ہیں، جو ان کو سدھائے گا اس کی طرف جھکیں گے۔

اس قول سے اس نظریہ کی تائید ہوتی ہے کہ انسانی قلوب اصل فطرت کے لحاظ سے وحشت پسند واقع ہوئے ہیں اور ان میں انس ومحبت کا جذبہ ایک اکتسابی جذبہ ہے۔ چنانچہ جب انس ومحبت کے دواعی واسباب پیدا ہوتے ہیں تو وہ مانوس ہو جاتے ہیں، اور جب اس کے دواعی ختم ہو جاتے ہیں یا اس کے خلاف نفرت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں تو وحشت کی طرف عود کر جاتے ہیں، اور پھر بڑی مشکل سے محبت وائتلاف کی راہ پر گامزن ہوتے ہیں۔

مرنجان دلم را که این مرغ وحشی   ز بامی که برخاست به مشکل نشیند

☆☆☆☆☆

(۵۱) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

عَيْبُكَ مَسْتُوْرٌ مَّاۤ اَسْعَدَكَ جَدُّكَ.

(۵۱)

جب تک تمہارے نصیب یاور ہیں تمہارے عیب ڈھکے ہوئے ہیں۔

(۵۲) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَوْلَى النَّاسِ بِالْعَفْوِ اَقْدَرُهُمْ عَلَى الْعُقُوْبَةِ.

(۵۲)

معاف کرنا سب سے زیادہ اسے زیب دیتا ہے جو سزا دینے پر قادر ہو۔

(۵۳) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلسَّخَآءُ مَا كَانَ ابْتِدَآءً، فَاَمَّا مَا كَانَ عَنْ مَّسْئَلَةٍ، فَحَيَآءٌ وَّ تَذَمُّمٌ.

(۵۳)

سخاوت وہ ہے جو بن مانگے ہو، اور مانگے سے دینا یا شرم ہے یا بدگوئی سے بچنا۔

(۵۴) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَا غِنٰى كَالْعَقْلِ، وَ لَا فَقْرَ كَالْجَهْلِ، وَ لَا مِيْرَاثَ كَالْاَدَبِ، وَ لَا ظَهِيْرَ كَالْمُشَاوَرَةِ.

(۵۴)

عقل سے بڑھ کر کوئی ثروت نہیں اور جہالت سے بڑھ کر کوئی بے مائیگی نہیں۔ ادب سے بڑھ کر کوئی میراث نہیں اور مشورہ سے زیادہ کوئی چیز معین و مددگار نہیں۔

(۵۵) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلصَّبْرُ صَبْرَانِ: صَبْرٌ عَلٰى مَا تَكْرَهُ، وَ صَبْرٌ عَمَّا تُحِبُّ.

(۵۵)

صبر دو طرح کا ہوتا ہے: ایک ناگوار باتوں پر صبر اور دوسرے پسندیدہ چیزوں سے صبر۔

(٥٦) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(۵۶)

اَلْغِنٰى فِي الْغُرْبَةِ وَطَنٌ، وَ الْفَقْرُ فِي الْوَطَنِ غُرْبَةٌ.

دولت ہو تو پردیس میں بھی دیس ہے اور مفلسی ہو تو دیس میں بھی پردیس۔

اگر انسان صاحب دولت و ثروت ہو تو وہ جہاں کہیں ہوگا اسے دوست و آشنا مل جائیں گے جس کی وجہ سے اسے پردیس میں مسافرت کا احساس نہ ہوگا اور اگر فقیر و نادار ہو تو اسے وطن میں بھی دوست و آشنا میسر نہ ہوں گے۔ کیونکہ لوگ غریب و نادار سے دوستی قائم کرنے کے خواہش مند نہیں ہوتے اور نہ اس سے تعلقات بڑھانا پسند کرتے ہیں۔ اس لئے وہ وطن میں بھی بے وطن ہوتا ہے اور کوئی اس کا شناسا و پرسان حال نہیں ہوتا۔

و آنرا کہ بر مراد جہان نیست دسترس در زاد و بوم خویش غریب است و نا شناخت

☆☆☆☆☆

(٥٧) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(۵۷)

اَلْقَنَاعَةُ مَالٌ لَّا يَنْفَدُ.

قناعت وہ سرمایہ ہے جو ختم نہیں ہو سکتا۔

قَالَ الرَّضِيُّ: وَ قَدْ رُوِيَ هٰذَا الْكَلَامُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ.

علامہ رضیؒ فرماتے ہیں کہ: یہ کلام پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی مروی ہے۔

”قناعت“ کا مفہوم یہ ہے کہ انسان کو جو میسر ہو اس پر خوش و خرم رہے اور کم ملنے پر کبیدہ خاطر و شاکی نہ ہو اور اگر تھوڑے پر مطمئن نہیں ہوگا تو رشوت، خیانت اور مکر و فریب ایسے محرمات اخلاق کے ذریعہ اپنے دامن حرص کو بھرنے کی کوشش کرے گا۔ کیونکہ حرص کا تقاضا ہی یہ ہے جس طرح بن پڑے خواہشات کو پورا کیا جائے اور ان خواہشات کا سلسلہ کہیں پر رکنے نہیں پاتا۔ کیونکہ ایک خواہش کا پورا ہونا دوسری خواہش کی تمہید بن جایا کرتا ہے اور جوں جوں انسان کی خواہشیں کامیابی سے ہمکنار ہوتی ہیں اس کی احتیاج بڑھتی ہی جاتی ہے۔ اس لئے کبھی بھی محتاجی و بے اطمینانی سے نجات حاصل نہیں کر سکتا۔ اگر اس بڑھتی ہوئی خواہش کو روکا جا سکتا ہے تو وہ صرف قناعت سے کہ جو ناگزیر ضرورتوں کے علاوہ ہر ضرورت سے مستغنی بنا دیتی ہے اور وہ لازوال سرمایہ ہے جو ہمیشہ کیلئے فارغ البال کر دیتا ہے۔

☆☆☆☆☆

(٥٨) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْمَالُ مَادَّةُ الشَّهَوَاتِ.

(۵۸)

مال نفسانی خواہشوں کا سرچشمہ ہے۔

(٥٩) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَنْ حَذَّرَكَ كَمَنْ بَشَّرَكَ.

(۵۹)

جو (برائیوں سے) خوف دلائے وہ تمہارے لئے مژدہ سنانے والے کے مانند ہے۔

(٦٠) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَللِّسَانُ سَبُعٌ، اِنْ خُلِّيَ عَنْهُ عَقَرَ.

(۶۰)

زبان ایک ایسا درندہ ہے کہ اگر اسے کھلا چھوڑ دیا جائے تو پھاڑ کھائے۔

(٦١) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْمَرْاَةُ عَقْرَبٌ حُلْوَةُ اللِّبْسَةِ.

(۶۱)

عورت ایک ایسا بچھو ہے جس کے لپٹنے میں بھی مزہ آتا ہے۔

(٦٢) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِذَا حُيِّيْتَ بِتَحِيَّةٍ فَحَيِّ بِاَحْسَنَ مِنْهَا، وَ اِذَآ اُسْدِيَتْ اِلَيْكَ يَدٌ فَكَافِئْهَا بِمَا يُرْبِيْ عَلَيْهَا، وَ الْفَضْلُ مَعَ ذٰلِكَ لِلْبَادِيْ.

(۶۲)

جب تم پر سلام کیا جائے تو اس سے اچھے طریقہ سے جواب دو اور جب تم پر کوئی احسان کرے تو اس سے بڑھ چڑھ کر بدلہ دو، اگرچہ اس صورت میں بھی فضیلت پہل کرنے والے ہی کیلئے ہوگی۔

(٦٣) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلشَّفِيْعُ جَنَاحُ الطَّالِبِ.

(۶۳)

سفارش کرنے والا امیدوار کیلئے بمنزلہ پروبال کے ہوتا ہے۔

(٦٤) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَهْلُ الدُّنْيَا كَرَكْبٍ يُّسَارُ بِهِمْ وَهُمْ نِيَامٌ.

(۶۴)

دنیا والے ایسے سواروں کے مانند ہیں جو سو رہے ہیں اور سفر جاری ہے۔

(٦٥) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فَقْدُ الْاَحِبَّةِ غُرْبَةٌ.

(۶۵)

دوستوں کو کھو دینا غریب الوطنی ہے۔

(٦٦) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فَوْتُ الْحَاجَةِ اَهْوَنُ مِنْ طَلَبِهَا اِلٰى غَيْرِ اَهْلِهَا.

(٦٦)

مطلب کا ہاتھ سے چلا جانا نااہل کے آگے ہاتھ پھیلانے سے آسان ہے۔

نا اہل کے سامنے حاجت پیش کرنے سے جو شرمندگی حاصل ہوتی ہے وہ محرومی کے اندوہ سے کہیں زیادہ روحانی اذیت کا باعث ہوتی ہے۔ اس لئے مقصد سے محرومی کو برداشت کیا جاسکتا ہے، مگر ایک دنی و فرو مایہ کی زیر باری ناقابل برداشت ہوتی ہے۔ چنانچہ ہر باحمیت انسان نااہل کے ممنونِ احسان ہونے سے اپنی حرمان نصیبی کو ترجیح دے گا اور کسی پست و دنی کے آگے دستِ سوال دراز کرنا گوارا نہ کرے گا۔

☆☆☆☆☆

(٦٧) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَا تَسْتَحِ مِنْ اِعْطَاءِ الْقَلِيْلِ، فَاِنَّ الْحِرْمَانَ اَقَلُّ مِنْهُ.

(٦٧)

تھوڑا دینے سے شرماؤ نہیں، کیونکہ خالی ہاتھ پھیرنا تو اس سے بھی گری ہوئی بات ہے۔

(٦٨) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْعَفَافُ زِيْنَةُ الْفَقْرِ، وَ الشُّكْرُ زِيْنَةُ الْغِنٰى.

(٦٨)

عفت فقر کا زیور ہے اور شکر دولت مندی کی زینت ہے۔

(٦٩) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِذَا لَمْ يَكُنْ مَا تُرِيْدُ فَلَا تُبَلْ مَا كُنْتَ.

(٦٩)

اگر حسبِ منشا تمہارا کام نہ بن سکے تو پھر جس حالت میں ہو مگن رہو۔

(٧٠) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَا تَرَى الْجَاهِلَ اِلَّا مُفْرِطًا اَوْ مُفَرِّطًا.

(٧٠)

جاہل کو نہ پاؤ گے، مگر یا حد سے آگے بڑھا ہوا اور یا اس سے بہت پیچھے۔

(۷۱) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِذَا تَمَّ الْعَقْلُ نَقَصَ الْكَلَامُ.

(۷۱)

جب عقل بڑھتی ہے تو باتیں کم ہوجاتی ہیں۔

بسیارگوئی، پریشان خیالی کا اور پریشان خیالی عقل کی خامی کا نتیجہ ہوتی ہے اور جب انسان کی عقل کامل اور فہم پختہ ہوتا ہے تو اس کے ذہن اور خیالات میں توازن پیدا ہوجاتا ہے اور عقل دوسرے قوائے بدنیہ کی طرح زبان پر بھی تسلط و اقتدار حاصل کر لیتی ہے، جس کے نتیجہ میں زبان عقل کے تقاضوں سے ہٹ کر اور بے سوچے سمجھے کھلنا گوارا نہیں کرتی اور ظاہر ہے کہ سوچ بچار کے بعد جو کلام ہوگا وہ مختصر اور زوائد سے پاک ہوگا۔

مرد چوں عقلش بیفزاید بکاهد در سخن
تا نیابد فرصتِ گفتار نگشاید دہن

☆☆☆☆☆

(۷۲) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلدَّهْرُ يُخْلِقُ الْاَبْدَانَ، وَ يُجَدِّدُ الْاٰمَالَ، وَ يُقَرِّبُ الْمَنِيَّةَ، وَ يُبَاعِدُ الْاُمْنِيَّةَ، مَنْ ظَفِرَ بِهٖ نَصِبَ، وَ مَنْ فَاتَهٗ تَعِبَ.

(۷۲)

زمانہ جسموں کو کہنہ و بوسیدہ اور آرزوؤں کو تر و تازہ کرتا ہے، موت کو قریب اور آرزوؤں کو دور کرتا ہے۔ جو زمانہ سے کچھ پا لیتا ہے وہ بھی رنج سہتا ہے اور جو کھو دیتا ہے وہ تو دکھ جھیلتا ہی ہے۔

(۷۳) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَنْ نَّصَبَ نَفْسَهٗ لِلنَّاسِ اِمَامًا، فَلْيَبْدَاْ بِتَعْلِيْمِ نَفْسِهٖ قَبْلَ تَعْلِيْمِ غَيْرِهٖ، وَ لْيَكُنْ تَاْدِيْبُهٗ بِسِيْرَتِهٖ قَبْلَ تَاْدِيْبِهٖ بِلِسَانِهٖ، وَ مُعَلِّمُ نَفْسِهٖ وَ مُؤَدِّبُهَاۤ اَحَقُّ بِالْاِجْلَالِ مِنْ مُّعَلِّمِ النَّاسِ وَ مُؤَدِّبِهِمْ.

(۷۳)

جو لوگوں کا پیشوا بنتا ہے تو اسے دوسروں کو تعلیم دینے سے پہلے اپنے کو تعلیم دینا چاہیے، اور زبان سے درس اخلاق دینے سے پہلے اپنی سیرت و کردار سے تعلیم دینا چاہیے، اور جو اپنے نفس کی تعلیم و تادیب کرلے وہ دوسروں کی تعلیم و تادیب کرنے والے سے زیادہ احترام کا مستحق ہے۔

(۷٤) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ **(۷۴)**

نَفَسُ الْمَرْءِ خُطَاهُ اِلٰى اَجَلِهٖ.

انسان کی ہر سانس ایک قدم ہے جو اسے موت کی طرف بڑھائے لئے جا رہا ہے۔

یعنی جس طرح ایک قدم مٹ کر دوسرے قدم کیلئے جگہ خالی کرتا ہے اور یہ قدم فرسائی منزل کے قرب کا باعث ہوتی ہے، یونہی زندگی کی ہر سانس پہلی سانس کیلئے پیغام فنا بن کر کاروان زندگی کو موت کی طرف بڑھائے لئے جاتی ہے۔ گویا جس سانس کی آمد کو پیغام حیات سمجھا جاتا ہے وہی سانس زندگی کے ایک لمحے کے فنا ہونے کی علامت اور منزل موت سے قرب کا باعث ہوتی ہے۔ کیونکہ ایک سانس کی حیات دوسری سانس کیلئے موت ہے اور انہی فنا بردوش سانسوں کے مجموعے کا نام زندگی ہے۔

ہر نفس عمر گزشتہ کی ہے میت فانی   زندگی نام ہے مر مر کے جئے جانے کا

☆☆☆☆☆

(۷۵) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ **(۷۵)**

كُلُّ مَعْدُوْدٍ مُّنْقَضٍ، وَ كُلُّ مُتَوَقَّعٍ اٰتٍ.

جو چیز شمار میں آئے اسے ختم ہونا چاہیے اور جسے آنا چاہیے وہ آ کر رہے گا۔

(۷٦) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ **(۷۶)**

اِنَّ الْاُمُوْرَ اِذَا اشْتَبَهَتْ اُعْتُبِرَ اٰخِرُهَا بِاَوَّلِهَا.

جب کسی کام میں اچھے برے کی پہچان نہ رہے تو آغاز کو دیکھ کر انجام کو پہچان لینا چاہیے۔

ایک بیج کو دیکھ کر کاشتکار یہ حکم لگا سکتا ہے کہ اس سے کونسا درخت پیدا ہوگا، اس کے پھل پھول اور پتے کیسے ہوں گے، اس کا پھیلاؤ اور بڑھاؤ کتنا ہوگا، اسی طرح ایک طالب علم کی سعی و کوشش کو دیکھ کر اس کی کامیابی پر اور دوسرے کی آرام طلبی و غفلت کو دیکھ کر اس کی ناکامی پر حکم لگایا جا سکتا ہے۔ کیونکہ اوائل، اواخر کے اور مقدمات، نتائج کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ لہٰذا کسی چیز کا انجام سجھائی نہ دیتا ہو تو اس کی ابتدا کو دیکھا جائے۔ اگر ابتدا بری ہوگی تو انتہا بھی بری ہوگی اور اگر ابتدا اچھی ہوگی تو انتہا بھی اچھی ہوگی۔

سالے کہ نکو است از بہارش پیدا

☆☆☆☆☆

(۷۷) وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

وَ مِنْ خَبَرِ ضِرَارِ بْنِ ضَمُرَةَ الضَّبَآئِیِّ عِنْدَ دُخُوْلِهٖ عَلٰی مُعَاوِیَةَ وَ مَسْئَلَتِهٖ لَهٗ عَنْ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ، وَ قَالَ: فَاَشْهَدُ لَقَدْ رَاَیْتُهٗ فِیْ بَعْضِ مَوَاقِفِهٖ وَ قَدْ اَرْخَی اللَّیْلُ سُدُوْلَهٗ وَ هُوَ قَآئِمٌ فِیْ مِحْرَابِهٖ، قَابِضٌ عَلٰی لِحْیَتِهٖ، یَتَمَلْمَلُ تَمَلْمُلَ السَّلِیْمِ، وَ یَبْکِیْ بُکَآءَ الْحَزِیْنِ، وَ یَقُوْلُ:

یَا دُنْیَا یَا دُنْیَا! اِلَیْكِ عَنِّیْ، اَ بِیْ تَعَرَّضْتِ؟ اَمْ اِلَیَّ تَشَوَّقْتِ؟ لَا حَانَ حِیْنُكِ! هَیْهَاتَ! غُرِّیْ غَیْرِیْ، لَا حَاجَةَ لِیْ فِیْكِ، قَدْ طَلَّقْتُكِ ثَلَاثًا لَّا رَجْعَةَ فِیْهَا! فَعَیْشُكِ قَصِیْرٌ، وَ خَطَرُكِ یَسِیْرٌ، وَ اَمَلُكِ حَقِیْرٌ. اٰهِ مِنْ قِلَّةِ الزَّادِ، وَ طُوْلِ الطَّرِیْقِ، وَ بُعْدِ السَّفَرِ، وَ عَظِیْمِ الْمَوْرِدِ!.

(۷۷)

جب ضرار ابن ضمرہ ضبائی معاویہ کے پاس گئے اور معاویہ نے امیر المومنین علیہ السلام کے متعلق ان سے سوال کیا تو انہوں نے کہا کہ میں اس امر کی شہادت دیتا ہوں کہ میں نے بعض موقعوں پر آپؑ کو دیکھا جبکہ رات اپنے دامن ظلمت کو پھیلا چکی تھی، تو آپؑ محراب عبادت میں ایستادہ، ریش مبارک کو ہاتھوں میں پکڑے ہوئے، مارگزیدہ کی طرح تڑپ رہے تھے اور غم رسیدہ کی طرح رو رہے تھے اور کہہ رہے تھے:

اے دنیا! اے دنیا دور ہو مجھ سے۔ کیا میرے سامنے اپنے کو لاتی ہے؟ یا میری دلدادہ و فریفتہ بن کر آئی ہے؟ تیرا وہ وقت نہ آئے (کہ تو مجھے فریب دے سکے)! بھلا یہ کیونکر ہو سکتا ہے؟! جا کسی اور کو جُل دے! مجھے تیری خواہش نہیں ہے۔ میں تو تین بار تجھے طلاق دے چکا ہوں کہ جس کے بعد رجوع کی گنجائش نہیں۔ تیری زندگی تھوڑی، تیری اہمیت بہت ہی کم اور تیری آرزو ذلیل و پست ہے۔ افسوس! زادِ راہ تھوڑا، راستہ طویل، سفر دور و دراز اور منزل سخت ہے۔

اس روایت کا تتمہ یہ ہے کہ جب معاویہ نے ضرار کی زبان سے یہ واقعہ سنا تو اس کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور کہنے لگا کہ: خدا ابو الحسن پر رحم کرے، وہ واقعاً ایسے ہی تھے۔ پھر ضرار سے مخاطب ہو کر کہا کہ اے ضرار! ان کی مفارقت میں تمہارے رنج و اندوہ کی کیا حالت ہے؟ ضرار نے کہا کہ: بس یہ سمجھ لو کہ میرا غم اتنا ہی ہے جتنا اس ماں کا ہوتا ہے کہ جس کی گود میں اس کا اکلوتا بچہ ذبح کر دیا جائے۔

☆☆☆☆☆

(۷۸) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ

لِلسَّآئِلِ الشَّامِیِّ لَمَّا سَئَلَهٗ: اَ كَانَ مَسِیْرُنَا اِلَی الشَّامِ بِقَضَآءٍ مِّنَ اللهِ وَ قَدَرٍ؟ بَعْدَ كَلَامٍ طَوِیْلٍ هٰذَا مُخْتَارُهٗ:

وَیْحَكَ! لَعَلَّكَ ظَنَنْتَ قَضَآءً لَّازِمًا، وَ قَدَرًا حَاتِمًا! وَ لَوْ كَانَ ذٰلِكَ كَذٰلِكَ

(۷۸)

ایک شخص نے امیر المومنین علیہ السلام سے سوال کیا کہ کیا ہمارا اہل شام سے لڑنے کیلئے جانا قضاء و قدر سے تھا؟ تو آپؑ نے ایک طویل جواب دیا جس کا ایک منتخب حصہ یہ ہے:

خدا تم پر رحم کرے! شاید تم نے حتمی و لازمی قضاء و قدر سمجھ لیا ہے (کہ جس کے انجام دینے پر ہم مجبور ہیں)۔ اگر ایسا ہوتا تو پھر نہ ثواب

لَبَطَلَ الثَّوَابُ وَ الْعِقَابُ، وَ سَقَطَ الْوَعْدُ وَ الْوَعِیْدُ.

اِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ اَمَرَ عِبَادَهٗ تَخْیِیْرًا، وَ نَهَاهُمْ تَحْذِیْرًا، وَ كَلَّفَ یَسِیْرًا، وَ لَمْ یُكَلِّفْ عَسِیْرًا، وَ اَعْطٰی عَلَی الْقَلِیْلِ كَثِیْرًا، وَ لَمْ یُعْصَ مَغْلُوْبًا، وَ لَمْ یُطَعْ مُكْرِهًا، وَ لَمْ یُرْسِلِ الْاَنْۢبِیَآءَ لَعِبًا، وَ لَمْ یُنْزِلِ الْكُتُبَ لِلْعِبَادِ عَبَثًا، وَ لَا خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَیْنَهُمَا بَاطِلًا، ﴿ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ۚ فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِؕ﴾.

کا کوئی سوال پیدا ہوتا نہ عذاب کا، نہ وعدے کے کچھ معنی رہتے نہ وعید کے۔

خداوند عالم نے تو بندوں کو خود مختار بنا کر مامور کیا ہے اور (عذاب سے) ڈراتے ہوئے نہی کی ہے۔ اُس نے سہل و آسان تکلیف دی ہے اور دشواریوں سے بچائے رکھا ہے۔ وہ تھوڑے کئے پر زیادہ اجر دیتا ہے۔ اس کی نافرمانی اس لئے نہیں ہوتی کہ وہ دَب گیا ہے اور نہ اس کی اطاعت اس لئے کی جاتی ہے کہ اس نے مجبور کر رکھا ہے۔ اس نے پیغمبروں کو بطور تفریح نہیں بھیجا اور بندوں کیلئے کتابیں بے فائدہ نہیں اتاری ہیں اور نہ آسمان و زمین اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے ان سب کو بیکار پیدا کیا ہے۔ ”یہ تو ان لوگوں کا خیال ہے جنہوں نے کفر اختیار کیا تو افسوس ہے ان پر جنہوں نے کفر اختیار کیا، آتش جہنم کے عذاب سے“۔

اس روایت کا تتمہ یہ ہے کہ پھر اس شخص نے کہا کہ: وہ کونسی قضا و قدر تھی جس کی وجہ سے ہمیں جانا پڑا؟ آپؑ نے کہا کہ: ”قضا“ کے معنی حکم باری کے ہیں، جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿وَ قَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِیَّاهُ﴾

اور تمہارے پروردگار نے تو حکم دے دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی پرستش نہ کرنا۔ (سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۲۳)

یہاں پر ﴿قضٰی﴾ بمعنی اَمَرَ ہے۔

☆☆☆☆☆

(۷۹) وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

خُذِ الْحِكْمَةَ اَنّٰی كَانَتْ، فَاِنَّ الْحِكْمَةَ تَكُوْنُ فِیْ صَدْرِ الْمُنَافِقِ، فَتَلَجْلَجُ فِیْ صَدْرِهٖ حَتّٰی تَخْرُجَ، فَتَسْكُنَ اِلٰی صَوَاحِبِهَا فِیْ صَدْرِ الْمُؤْمِنِ.

(۷۹)

حکمت کی بات جہاں کہیں ہو اسے حاصل کرو، کیونکہ حکمت منافق کے سینہ میں بھی ہوتی ہے، لیکن جب تک اس (کی زبان) سے نکل کر مومن کے سینہ میں پہنچ کر دوسری حکمتوں کے ساتھ بہل نہیں جاتی، تڑپتی رہتی ہے۔

(۸۰) وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

اَلْحِكْمَةُ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ، فَخُذِ الْحِكْمَةَ وَ لَوْ مِنْ اَهْلِ النِّفَاقِ.

(۸۰)

حکمت مومن ہی کی گمشدہ چیز ہے، اسے حاصل کرو، اگرچہ منافق سے لینا پڑے۔

(۸۱) وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

قِيْمَةُ كُلِّ امْرِئٍ مَّا يُحْسِنُهٗ.

قَالَ الرَّضِيُّ: وَ هِيَ الْكَلِمَةُ الَّتِيْ لَا تُصَابُ لَهَا قِيْمَةٌ، وَ لَا تُوْزَنُ بِهَا حِكْمَةٌ، وَ لَا تُقْرَنُ اِلَيْهَا كَلِمَةٌ.

(۸۱)

ہر شخص کی قیمت وہ ہنر ہے جو اس شخص میں ہے۔

سیّد رضیؒ فرماتے ہیں کہ: یہ ایک ایسا انمول جملہ ہے کہ نہ کوئی حکیمانہ بات اس کے ہم وزن ہوسکتی ہے اور نہ کوئی جملہ اس کا ہم پایہ ہوسکتا ہے۔

انسان کی حقیقی قیمت اس کا جوہرِ علم و کمال ہے۔ وہ علم و کمال کی جس بلندی پر فائز ہوگا اسی کے مطابق اس کی قدر و منزلت ہوگی۔ چنانچہ جوہر شناس نگاہیں شکل و صورت، بلندی قد و قامت اور ظاہری جاہ و حشمت کو نہیں دیکھتیں، بلکہ انسان کے ہنر کو دیکھتی ہیں اور اسی ہنر کے لحاظ سے اس کی قیمت ٹھہراتی ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ انسان کو اکتساب فضائل و تحصیل علم و دانش میں جدوجہد کرنا چاہیے۔

زانکه هر کس را به قدر دانش او قیمت است

☆☆☆☆☆

(۸۲) وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

اُوْصِيْكُمْ بِخَمْسٍ لَّوْ ضَرَبْتُمْ اِلَيْهَاۤ اٰبَاطَ الْاِبِلِ لَكَانَتْ لِذٰلِكَ اَهْلًا: لَا يَرْجُوَنَّ اَحَدٌ مِّنْكُمْ اِلَّا رَبَّهٗ، وَ لَا يَخَافَنَّ اِلَّا ذَنْبَهٗ، وَ لَا يَسْتَحِيَنَّ اَحَدٌ مِّنْكُمْ اِذَا سُئِلَ عَمَّا لَا يَعْلَمُ اَنْ يَّقُوْلَ لَاۤ اَعْلَمُ، وَ لَا يَسْتَحِيَنَّ اَحَدٌ اِذَا لَمْ يَعْلَمِ الشَّیْءَ اَنْ يَّتَعَلَّمَهٗ وَ عَلَيْكُمْ بِالصَّبْرِ، فَاِنَّ الصَّبْرَ مِنَ الْاِيْمَانِ كَالرَّاْسِ مِنَ الْجَسَدِ، وَ لَا خَيْرَ فِيْ جَسَدٍ لَّا رَاْسَ مَعَهٗ، وَ لَا فِيْۤ اِيْمَانٍ لَّا صَبْرَ مَعَهٗ.

(۸۲)

تمہیں ایسی پانچ باتوں کی ہدایت کی جاتی ہے کہ اگر انہیں حاصل کرنے کیلئے اونٹوں کو ایڑ لگا کر تیز ہنکاؤ تو وہ اسی قابل ہوں گی: تم میں سے کوئی شخص اللہ کے سوا کسی سے آس نہ لگائے اور اس کے گناہ کے علاوہ کسی شے سے خوف نہ کھائے، اور اگر تم میں سے کسی سے کوئی ایسی بات پوچھی جائے کہ جسے وہ نہ جانتا ہو تو یہ کہنے میں نہ شرمائے کہ: ”میں نہیں جانتا“، اور اگر کوئی شخص کسی بات کو نہیں جانتا تو اس کے سیکھنے میں شرمائے نہیں، اور صبر و شکیبائی اختیار کرو کیونکہ صبر کو ایمان سے وہی نسبت ہے جو سر کو بدن سے ہوتی ہے۔ اگر سر نہ ہو تو بدن بیکار ہے، یونہی ایمان کے ساتھ صبر نہ ہو تو ایمان میں کوئی خوبی نہیں۔

هر که را صبر نیست ایمان نیست

(٨٣) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لِرَجُلٍ اَفْرَطَ فِي الثَّنَآءِ عَلَيْهِ، وَ كَانَ لَهٗ مُتَّهِمًا:

اَنَا دُوْنَ مَا تَقُوْلُ، وَ فَوْقَ مَا فِيْ نَفْسِكَ.

(۸۳)

ایک شخص نے آپؑ کی بہت زیادہ تعریف کی، حالانکہ وہ آپؑ سے عقیدت و ارادت نہ رکھتا تھا تو آپؑ نے فرمایا:

جو تمہاری زبان پر ہے میں اس سے کم ہوں اور جو تمہارے دل میں ہے اس سے زیادہ ہوں۔

(٨٤) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

بَقِيَّةُ السَّيْفِ اَبْقٰى عَدَدًا، وَ اَكْثَرُ وَلَدًا.

(۸۴)

تلوار سے بچے کھچے لوگ زیادہ باقی رہتے ہیں اور ان کی نسل زیادہ ہوتی ہے۔

(٨٥) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَنْ تَرَكَ قَوْلَ: لَآ اَدْرِيْ، اُصِيْبَتْ مَقَاتِلُهٗ.

(۸۵)

جس کی زبان پر کبھی یہ جملہ نہ آئے کہ: ''میں نہیں جانتا'' تو وہ چوٹ کھانے کی جگہوں پر چوٹ کھا کر رہتا ہے۔

(٨٦) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

رَاْيُ الشَّيْخِ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ جَلَدِ الْغُلَامِ.

وَ رُوِيَ:

«مِنْ مَّشْهَدِ الْغُلَامِ».

(۸۶)

بوڑھے کی رائے مجھے جوان کی ہمت سے زیادہ پسند ہے۔

(ایک روایت میں یوں ہے کہ:)

بوڑھے کی رائے مجھے جوان کے خطرہ میں ڈٹے رہنے سے زیادہ پسند ہے۔

(٨٧) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

عَجِبْتُ لِمَنْ يَّقْنَطُ وَ مَعَهُ الْاِسْتِغْفَارُ.

(۸۷)

اس شخص پر تعجب ہوتا ہے کہ جو توبہ کی گنجائش کے ہوتے ہوئے مایوس ہو جائے۔

(٨٨) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَ حَكٰى عَنْهُ اَبُوْ جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ الْبَاقِرِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ اَنَّهٗ قَالَ:

كَانَ فِي الْاَرْضِ اَمَانَانِ مِنْ عَذَابِ اللهِ، وَ قَدْ رُفِعَ اَحَدُهُمَا، فَدُوْنَكُمُ الْاٰخَرَ

(۸۸)

ابوجعفر محمد ابن علی الباقر علیہما السلام نے روایت کی ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

دنیا میں عذاب خدا سے دو چیزیں باعث امان تھیں، ایک ان میں سے اٹھ گئی، مگر دوسری تمہارے پاس موجود ہے، لہٰذا اسے مضبوطی سے

فَتَمَسَّكُوْا بِهٖ: اَمَّا الْاَمَانُ الَّذِیْ رُفِعَ فَهُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ. وَ اَمَّا الْاَمَانُ الْبَاقِیْ فَالْاِسْتِغْفَارُ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِيْهِمْ ؕ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ۝﴾.

قَالَ الرَّضِیُّ: وَ هٰذَا مِنْ مَّحَاسِنِ الْاِسْتِخْرَاجِ وَ لَطَآئِفِ الْاِسْتِنْۢبَاطِ.

تھامے رہو۔ وہ امان جو اٹھالی گئی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے، اور وہ امان جو باقی ہے وہ توبہ و استغفار ہے، جیسا کہ اللہ سبحانہ نے فرمایا: ”اللہ ان لوگوں پر عذاب نہیں کرے گا جب تک تم ان میں موجود ہو (اور) اللہ ان لوگوں پر عذاب نہیں اتارے گا، جب کہ یہ لوگ توبہ و استغفار کر رہے ہوں گے“۔

سید رضیؒ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ: یہ بہترین استخراج اور عمدہ نکتہ آفرینی ہے۔

(۸۹) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَنْ اَصْلَحَ مَا بَيْنَهٗ وَ بَيْنَ اللّٰهِ اَصْلَحَ اللّٰهُ مَا بَيْنَهٗ وَ بَيْنَ النَّاسِ، وَ مَنْ اَصْلَحَ اَمْرَ اٰخِرَتِهٖ اَصْلَحَ اللّٰهُ لَهٗ اَمْرَ دُنْيَاهُ، وَ مَنْ كَانَ لَهٗ مِنْ نَّفْسِهٖ وَاعِظٌ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ اللّٰهِ حَافِظٌ.

(۸۹)

جس نے اپنے اور اللہ کے مابین معاملات کو ٹھیک رکھا تو اللہ اس کے اور لوگوں کے معاملات سلجھائے رکھے گا، اور جس نے اپنی آخرت کو سنوار لیا تو خدا اس کی دنیا بھی سنوار دے گا، اور جو خود اپنے آپ کو وعظ و پند کرلے تو اللہ کی طرف سے اس کی حفاظت ہوتی رہے گی۔

(۹۰) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْفَقِيْهُ كُلُّ الْفَقِيْهِ مَنْ لَّمْ يُقَنِّطِ النَّاسَ مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ، وَ لَمْ يُؤْيِسْهُمْ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ، وَ لَمْ يُؤْمِنْهُمْ مِنْ مَّكْرِ اللّٰهِ.

(۹۰)

پورا عالم و دانا وہ ہے جو لوگوں کو رحمت خدا سے مایوس اور اس کی طرف سے حاصل ہونے والی آسائش و راحت سے ناامید نہ کرے اور نہ انہیں اللہ کے عذاب سے بالکل مطمئن کردے۔

(۹۱) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِنَّ هٰذِهِ الْقُلُوْبَ تَمَلُّ كَمَا تَمَلُّ الْاَبْدَانُ، فَابْتَغُوْا لَهَا طَرَآئِفَ الْحِكَمِ.

(۹۱)

یہ دل بھی اسی طرح اکتا جاتے ہیں جس طرح بدن اکتا جاتے ہیں، لہٰذا (جب ایسا ہو تو) ان کیلئے لطیف حکیمانہ نکات تلاش کرو۔

(۹۲) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَوْضَعُ الْعِلْمِ مَا وَقَفَ عَلَى اللِّسَانِ، وَ اَرْفَعُهٗ مَا ظَهَرَ فِی الْجَوَارِحِ وَ الْاَرْكَانِ.

(۹۲)

وہ علم بہت بے قدر و قیمت ہے جو زبان تک رہ جائے، اور وہ علم بہت بلند مرتبہ ہے جو اعضا و جوارح سے نمودار ہو۔

(۹۳) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَا يَقُوْلَنَّ اَحَدُكُمْ: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْۤ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْفِتْنَةِ، لِاَنَّهٗ لَيْسَ اَحَدٌ اِلَّا وَ هُوَ مُشْتَمِلٌ عَلٰى فِتْنَةٍ، وَ لٰكِنْ مَّنِ اسْتَعَاذَ فَلْيَسْتَعِذْ مِنْ مُّضِلَّاتِ الْفِتَنِ، فَاِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ يَقُوْلُ: ﴿وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ﴾، وَ مَعْنٰى ذٰلِكَ اَنَّهٗ يَخْتَبِرُهُمْ بِالْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِ لِيَتَبَيَّنَ السَّاخِطُ لِرِزْقِهٖ وَ الرَّاضِيْ بِقِسْمِهٖ، وَ اِنْ كَانَ سُبْحَانَهٗ اَعْلَمَ بِهِمْ مِنْ اَنْفُسِهِمْ، وَ لٰكِنْ لِّتَظْهَرَ الْاَفْعَالُ الَّتِيْ بِهَا يُسْتَحَقُّ الثَّوَابُ وَ الْعِقَابُ، لِاَنَّ بَعْضَهُمْ يُحِبُّ الذُّكُوْرَ وَ يَكْرَهُ الْاِنَاثَ، وَ بَعْضَهُمْ يُحِبُّ تَثْمِيْرَ الْمَالِ وَ يَكْرَهُ انْثِلَامَ الْحَالِ.

قَالَ الرَّضِيُّ: وَ هٰذَا مِنْ غَرِيْبِ مَا سُمِعَ مِنْهُ فِي التَّفْسِيْرِ.

(۹٤) وَسُئِلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

عَنِ الْخَيْرِ: مَا هُوَ؟ فَقَالَ:

لَيْسَ الْخَيْرُ اَنْ يَّكْثُرَ مَالُكَ وَ وَلَدُكَ، وَ لٰكِنَّ الْخَيْرَ اَنْ يَّكْثُرَ عِلْمُكَ، وَ اَنْ يَّعْظُمَ حِلْمُكَ، وَ اَنْ تُبَاهِيَ النَّاسَ بِعِبَادَةِ رَبِّكَ، فَاِنْ اَحْسَنْتَ حَمِدْتَّ اللّٰهَ، وَ اِنْ اَسَاْتَ اسْتَغْفَرْتَ اللّٰهَ. وَ لَا خَيْرَ فِي الدُّنْيَا اِلَّا لِرَجُلَيْنِ: رَجُلٌ اَذْنَبَ ذُنُوْبًا فَهُوَ يَتَدَارَكُهَا

(۹۳)

تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے کہ: ”اے اللہ! میں تجھ سے فتنہ و آزمائش سے پناہ چاہتا ہوں“۔ اس لئے کہ کوئی شخص ایسا نہیں جو فتنہ کی لپیٹ میں نہ ہو، بلکہ جو پناہ مانگے وہ گمراہ کرنے والے فتنوں سے پناہ مانگے، کیونکہ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے: ”اور اس بات کو جانے رہو کہ تمہارا مال اور اولاد فتنہ ہے“۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ لوگوں کو مال اور اولاد کے ذریعے آزماتا ہے، تاکہ یہ ظاہر ہو جائے کہ کون اپنی روزی پر چیں بجبیں ہے اور کون اپنی قسمت پر شاکر ہے۔ اگرچہ اللہ سبحانہ ان کو اتنا جانتا ہے کہ وہ خود بھی اپنے کو اتنا نہیں جانتے، لیکن یہ آزمائش اس لئے ہے کہ وہ افعال سامنے آئیں جن سے ثواب و عذاب کا استحقاق پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ بعض اولاد نرینہ کو چاہتے ہیں اور لڑکیوں سے کبیدہ خاطر ہوتے ہیں اور بعض مال بڑھانے کو پسند کرتے ہیں اور بعض شکستہ حالی کو برا سمجھتے ہیں۔

سید رضیؒ فرماتے ہیں کہ: یہ ان عجیب و غریب باتوں میں سے ہے جو تفسیر کے سلسلہ میں آپؑ سے وارد ہوئی ہیں۔

(۹۴)

آپؑ سے دریافت کیا گیا کہ نیکی کیا چیز ہے؟ تو آپؑ نے فرمایا کہ: نیکی یہ نہیں کہ تمہارے مال و اولاد میں فراوانی ہو جائے، بلکہ خوبی یہ ہے کہ تمہارا علم زیادہ اور حلم بڑا ہو، اور تم اپنے پروردگار کی عبادت پر ناز کر سکو۔ اب اگر اچھا کام کرو تو اللہ کا شکر بجا لاؤ اور اگر کسی برائی کا ارتکاب کرو تو توبہ و استغفار کرو۔ اور دنیا میں صرف دو شخصوں کیلئے بھلائی ہے: ایک وہ جو گناہ کرے تو توبہ سے اس کی تلافی کرے، اور دوسرا وہ

بِالتَّوْبَةِ، وَرَجُلٌ يُّسَارِعُ فِي الْخَيْرَاتِ.

جو نیک کاموں میں تیز گام ہو۔

(۹۵) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَا يَقِلُّ عَمَلٌ مَّعَ التَّقْوٰى، وَكَيْفَ يَقِلُّ مَا يُتَقَبَّلُ؟.

(۹۵)

جو عمل تقویٰ کے ساتھ انجام دیا جائے وہ تھوڑا نہیں سمجھا جا سکتا، اور مقبول ہونے والا عمل تھوڑا کیونکر ہو سکتا ہے؟۔

(۹۶) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِالْاَنْۢبِيَآءِ اَعْلَمُهُمْ بِمَا جَآؤُوْا بِهٖ.

ثُمَّ تَلَا:

﴿اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ﴾.

ثُمَّ قَالَ:

اِنَّ وَلِيَّ مُحَمَّدٍ ﷺ مَنْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَاِنْ بَعُدَتْ لُحْمَتُهٗ، وَاِنَّ عَدُوَّ مُحَمَّدٍ ﷺ مَنْ عَصَى اللّٰهَ وَاِنْ قَرُبَتْ قَرَابَتُهٗ.

(۹۶)

انبیاء علیہم السلام سے زیادہ خصوصیت ان لوگوں کو حاصل ہوتی ہے کہ جو ان کی لائی ہوئی چیزوں کا زیادہ علم رکھتے ہوں۔

پھر آپؑ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی:

”ابراہیمؑ سے زیادہ خصوصیت ان لوگوں کو تھی جو ان کے فرمانبردار تھے اور اب اس نبیؐ اور ایمان لانے والوں کو خصوصیت ہے“۔

پھر فرمایا:

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دوست وہ ہے جو اللہ کی اطاعت کرے، اگرچہ ان سے کوئی قرابت نہ رکھتا ہو، اور ان کا دشمن وہ ہے جو اللہ کی نافرمانی کرے، اگرچہ نزدیکی قرابت رکھتا ہو۔

(۹۷) وَقَدْ سَمِعَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

رَجُلًا مِّنَ الْحَرُوْرِيَّةِ يَتَهَجَّدُ وَيَقْرَاُ فَقَالَ:

نَوْمٌ عَلٰى يَقِيْنٍ خَيْرٌ مِّنْ صَلٰوةٍ فِيْ شَكٍّ.

(۹۷)

ایک خارجی کے متعلق آپؑ نے سنا کہ وہ نماز شب پڑھتا ہے اور قرآن کی تلاوت کرتا ہے تو آپؑ نے فرمایا:

یقین کی حالت میں سونا شک کی حالت میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔

(۹۸) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِعْقِلُوا الْخَبَرَ اِذَا سَمِعْتُمُوْهُ عَقْلَ رِعَايَةٍ لَّا عَقْلَ رِوَايَةٍ، فَاِنَّ رُوَاةَ الْعِلْمِ كَثِيْرٌ، وَرُعَاتَهٗ قَلِيْلٌ.

(۹۸)

جب کوئی حدیث سنو تو اسے عقل کے معیار پر پرکھ لو، صرف نقل الفاظ پر بس نہ کرو۔ کیونکہ علم کے نقل کرنے والے تو بہت ہیں اور اس میں غور و فکر کرنے والے کم ہیں۔

(۹۹) وَ سَمِعَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

رَجُلًا يَقُوْلُ: ﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ﴾، فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

اِنَّ قَوْلَنَا: ﴿اِنَّا لِلّٰهِ﴾ اِقْرَارٌ عَلٰۤى اَنْفُسِنَا بِالْمُلْكِ، وَ قَوْلَنَا: ﴿وَ اِنَّاۤ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ﴾ اِقْرَارٌ عَلٰۤى اَنْفُسِنَا بِالْهُلْكِ.

(۹۹)

ایک شخص کو ﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ﴾ (ہم اللہ کے ہیں اور ہمیں اللہ کی طرف پلٹنا ہے) کہتے سنا تو فرمایا کہ:

ہمارا یہ کہنا کہ "ہم اللہ کے ہیں" اس کی مِلک ہونے کا اعتراف ہے اور یہ کہنا کہ "ہمیں اسی کی طرف پلٹنا ہے"، یہ اپنے لئے فنا کا اقرار ہے۔

(۱۰۰) وَ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَ مَدَحَهٗ قَوْمٌ فِیْ وَجْهِهٖ:

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ اَعْلَمُ بِیْ مِنْ نَّفْسِیْ، وَ اَنَا اَعْلَمُ بِنَفْسِیْ مِنْهُمْ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا خَيْرًا مِّمَّا يَظُنُّوْنَ، وَ اغْفِرْ لَنَا مَا لَا يَعْلَمُوْنَ.

(۱۰۰)

کچھ لوگوں نے آپؑ کے روبرو آپؑ کی مدح و ستائش کی تو فرمایا:

اے اللہ! تو مجھے مجھ سے بھی زیادہ جانتا ہے اور ان لوگوں سے زیادہ اپنے نفس کو میں پہچانتا ہوں۔ اے خدا! جو ان لوگوں کا خیال ہے ہمیں اس سے بہتر قرار دے اور ان (لغزشوں) کو بخش دے جن کا انہیں علم نہیں۔

(۱۰۱) وَ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَا يَسْتَقِيْمُ قَضَآءُ الْحَوَآئِجِ اِلَّا بِثَلَاثٍ: بِاسْتِصْغَارِهَا لِتَعْظُمَ، وَ بِاسْتِكْتَامِهَا لِتَظْهَرَ، وَ بِتَعْجِيْلِهَا لِتَهْنُؤَ.

(۱۰۱)

حاجت روائی تین چیزوں کے بغیر پائیدار نہیں ہوتی: اسے چھوٹا سمجھا جائے تاکہ وہ بڑی قرار پائے، اسے چھپایا جائے تاکہ وہ خود بخود ظاہر ہو اور اس میں جلدی کی جائے تاکہ وہ خوشگوار ہو۔

(۱۰۲) وَ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

يَاْتِیْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَّا يُقَرَّبُ فِيْهِ اِلَّا الْمَاحِلُ، وَ لَا يُظَرَّفُ فِيْهِ اِلَّا الْفَاجِرُ، وَ لَا يُضَعَّفُ فِيْهِ اِلَّا الْمُنْصِفُ، يَعُدُّوْنَ الصَّدَقَةَ فِيْهِ غُرْمًا، وَ صِلَةَ الرَّحِمِ مَنًّا، وَ الْعِبَادَةَ اسْتِطَالَةً عَلَى النَّاسِ، فَعِنْدَ ذٰلِكَ يَكُوْنُ السُّلْطَانُ بِمَشُوْرَةِ النِّسَآءِ، وَ اِمَارَةِ الصِّبْيَانِ، وَ تَدْبِيْرِ الْخِصْيَانِ.

(۱۰۲)

لوگوں پر ایک ایسا زمانہ بھی آئے گا جس میں وہی بارگاہوں میں مقرب ہوگا جو لوگوں کے عیوب بیان کرنے والا ہو، اور وہی خوش مذاق سمجھا جائے گا جو فاسق و فاجر ہو، اور انصاف پسند کو کمزور و ناتواں سمجھا جائے گا، صدقہ کو لوگ خسارہ اور صلہ رحمی کو احسان سمجھیں گے، اور عبادت لوگوں پر تفوق جتلانے کیلئے ہوگی۔ ایسے زمانہ میں حکومت کا دارومدار عورتوں کے مشورے، نوخیز لڑکوں کی کارفرمائی اور خواجہ سراؤں کی تدبیر و رائے پر ہوگا۔

(۱۰۳) وَقَالَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ

وَ رُئِيَ عَلَيۡهِ اِزَارٌ خَلَقٌ مَرۡقُوۡعٌ، فَقِيۡلَ لَهٗ فِيۡ ذٰلِكَ فَقَالَ:

يَخۡشَعُ لَهُ الۡقَلۡبُ، وَ تَذِلُّ بِهِ النَّفۡسُ، وَ يَقۡتَدِيۡ بِهِ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ. اِنَّ الدُّنۡيَا وَ الۡاٰخِرَةَ عَدُوَّانِ مُتَفَاوِتَانِ، وَ سَبِيۡلَانِ مُخۡتَلِفَانِ، فَمَنۡ اَحَبَّ الدُّنۡيَا وَ تَوَلَّاهَا اَبۡغَضَ الۡاٰخِرَةَ وَ عَادَاهَا، وَ هُمَا بِمَنۡزِلَةِ الۡمَشۡرِقِ وَ الۡمَغۡرِبِ، وَ مَاشٍ بَيۡنَهُمَا كُلَّمَا قَرُبَ مِنۡ وَّاحِدٍ بَعُدَ مِنَ الۡاٰخَرِ، وَ هُمَا بَعۡدُ ضَرَّتَانِ۔

(۱۰۳)

آپؑ کے جسم پر ایک بوسیدہ اور پیوند دار جامہ دیکھا گیا تو آپؑ سے اس کے بارے میں کہا گیا۔ آپؑ نے فرمایا:

اس سے دل متواضع اور نفس رام ہوتا ہے اور مومن اس کی تاسی کرتے ہیں۔ دنیا اور آخرت آپس میں دو ناساز گار دشمن اور دو جدا جدا راستے ہیں۔ چنانچہ جو دنیا کو چاہے گا اور اس سے دل لگائے گا وہ آخرت سے بیر اور دشمنی رکھے گا وہ دونوں بمنزلۂ مشرق و مغرب کے ہیں اور ان دونوں سمتوں کے درمیان چلنے والا جب بھی ایک سے قریب ہو گا تو دوسرے سے دور ہونا پڑے گا۔ پھر ان دونوں کا رشتہ ایسا ہی ہے جیسا دو سوتوں کا ہوتا ہے۔

(۱۰٤) وَقَالَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ

وَ عَنۡ نَّوۡفٍ الۡبِكَالِيِّ، قَالَ رَاَيۡتُ اَمِيۡرَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ ذَاتَ لَيۡلَةٍ، وَ قَدۡ خَرَجَ مِنۡ فِرَاشِهٖ، فَنَظَرَ فِي النُّجُوۡمِ، فَقَالَ لِيۡ:

يَا نَوۡفُ! اَرَاقِدٌ اَنۡتَ اَمۡ رَامِقٌ؟

فَقُلۡتُ: بَلۡ رَامِقٌ يَا اَمِيۡرَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ، قَالَ:

يَا نَوۡفُ! طُوۡبٰى لِلزَّاهِدِيۡنَ فِي الدُّنۡيَا، الرَّاغِبِيۡنَ فِي الۡاٰخِرَةِ، اُولٰٓئِكَ قَوۡمٌ اتَّخَذُوا الۡاَرۡضَ بِسَاطًا، وَ تُرَابَهَا فِرَاشًا، وَ مَآءَهَا طِيۡبًا، وَ الۡقُرۡاٰنَ شِعَارًا، وَ الدُّعَآءَ دِثَارًا، ثُمَّ قَرَضُوا الدُّنۡيَا قَرۡضًا عَلٰى مِنۡهَاجِ الۡمَسِيۡحِ.

يَا نَوۡفُ! اِنَّ دَاوٗدَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ قَامَ فِيۡ مِثۡلِ هٰذِهِ السَّاعَةِ مِنَ اللَّيۡلِ فَقَالَ: اِنَّهَا سَاعَةٌ لَا يَدۡعُوۡ فِيۡهَا عَبۡدٌ اِلَّا اسۡتُجِيۡبَ لَهٗ،

(۱۰۴)

نوف (ابن فضالہ) بکالی کہتے ہیں کہ: میں نے ایک شب امیر المومنین علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ فرش خواب سے اُٹھے ایک نظر ستاروں پر ڈالی اور پھر فرمایا:

اے نوف! سوتے ہو یا جاگ رہے ہو؟

میں نے کہا کہ: یا امیر المومنینؑ! جاگ رہا ہوں۔ فرمایا:

اے نوف! خوشا نصیب ان کے کہ جنہوں نے دنیا میں زہد اختیار کیا اور ہمہ تن آخرت کی طرف متوجہ رہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے زمین کو فرش، مٹی کو بستر اور پانی کو شربت خوشگوار قرار دیا، قرآن کو سینے سے لگایا اور دُعا کو سپر بنایا، پھر حضرت مسیح علیہ السلام کی طرح دامن جھاڑ کر دنیا سے الگ تھلگ ہو گئے۔

اے نوف! داؤد علیہ السلام رات کے ایسے ہی حصہ میں اٹھے اور فرمایا کہ: یہ وہ گھڑی ہے کہ جس میں بندہ جو بھی دُعا مانگے مستجاب ہو گی، سوا اس شخص کے جو سرکاری ٹیکس وصول کرنے والا، یا لوگوں کی برائیاں

اِلَّاۤ اَنْ یَّكُوْنَ عَشَّارًا، اَوْ عَرِیْفًا، اَوْ شُرْطِیًّا، اَوْ صَاحِبَ عَرْطَبَةٍ (وَ هِیَ الطُّنْبُوْرُ)، اَوْ صَاحِبَ كُوْبَةٍ (وَهِیَ الطَّبْلُ).

وَ قَدْ قِیْلَ اَیْضًا: اِنَّ الْعَرْطَبَةَ: الطَّبْلُ، وَ الْكُوْبَةَ الطُّنْبُوْرُ.

کرنے والا، یا (کسی ظالم حکومت کی) پولیس میں ہو، یا سارنگی یا ڈھول تاشہ بجانے والا ہو۔ (سیّد رضیؒ کہتے ہیں کہ: ''عرطبہ'' کے معنی سارنگی اور ''کوبہ'' کے معنی ڈھول کے ہیں)۔

اور ایک قول یہ ہے کہ ''عرطبہ'' کے معنی ڈھول اور ''کوبہ'' کے معنی طنبور کے ہیں۔

(۱۰۵) وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

اِنَّ اللّٰهَ افْتَرَضَ عَلَیْكُمْ فَرَآئِضَ فَلَا تُضَیِّعُوْهَا، وَ حَدَّ لَكُمْ حُدُوْدًا فَلَا تَعْتَدُوْهَا، وَ نَهَاكُمْ عَنْ اَشْیَآءَ فَلَا تَنْتَهِكُوْهَا، وَ سَكَتَ لَكُمْ عَنْ اَشْیَآءَ وَلَمْ یَدَعْهَا نِسْیَانًا فَلَا تَتَكَلَّفُوْهَا.

(۱۰۵)

اللہ نے چند فرائض تم پر عائد کئے ہیں انہیں ضائع نہ کرو اور تمہارے حدود کار مقرر کر دیئے ہیں ان سے تجاوز نہ کرو۔ اس نے چند چیزوں سے تمہیں منع کیا ہے اس کی خلاف ورزی نہ کرو اور جن چند چیزوں کا اس نے حکم بیان نہیں کیا انہیں بھولے سے نہیں چھوڑ دیا۔ لہٰذا خواہ مخواہ انہیں جاننے کی کوشش نہ کرو۔

(۱۰۶) وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

لَا یَتْرُكُ النَّاسُ شَیْئًا مِّنْ اَمْرِ دِیْنِهِمْ لِاسْتِصْلَاحِ دُنْیَاهُمْ، اِلَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مَا هُوَ اَضَرُّ مِنْهُ.

(۱۰۶)

جو لوگ اپنی دنیا سنوارنے کیلئے دین سے ہاتھ اٹھا لیتے ہیں تو خدا اس دنیوی فائدہ سے کہیں زیادہ ان کیلئے نقصان کی صورتیں پیدا کر دیتا ہے۔

(۱۰۷) وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

رُبَّ عَالِمٍ قَدْ قَتَلَهٗ جَهْلُهٗ، وَ عِلْمُهٗ مَعَهٗ لَا یَنْفَعُهٗ.

(۱۰۷)

بہت سے پڑھے لکھوں کو (دین سے) بے خبری تباہ کر دیتی ہے اور جو علم ان کے پاس ہوتا ہے انہیں ذرا بھی فائدہ نہیں پہنچاتا۔

(۱۰۸) وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

لَقَدْ عُلِّقَ بِنِیَاطِ هٰذَا الْاِنْسَانِ بَضْعَةٌ هِیَ اَعْجَبُ مَا فِیْهِ وَ ذٰلِكَ الْقَلْبُ، وَ لَهٗ مَوَادُّ مِنَ الْحِكْمَةِ وَ اَضْدَادٌ مِّنْ خِلَافِهَا، فَاِنْ سَنَحَ لَهُ الرَّجَآءُ اَذَلَّهُ الطَّمَعُ، وَ اِنْ هَاجَ بِهِ الطَّمَعُ اَهْلَكَهُ الْحِرْصُ،

(۱۰۸)

اس انسان سے بھی زیادہ عجیب وہ گوشت کا ایک لوتھڑا ہے جو اس کی ایک رگ کے ساتھ آویزاں کر دیا گیا ہے اور وہ دل ہے جس میں حکمت و دانائی کے ذخیرے ہیں اور اس کے برخلاف بھی صفتیں پائی جاتی ہیں۔ اگر اسے امید کی جھلک نظر آتی ہے تو طمع اسے ذلت میں مبتلا کرتی ہے، اور اگر طمع ابھرتی ہے تو اسے حرص تباہ و برباد کر دیتی ہے۔

وَ اِنْ مَّلَكَهُ الْيَأْسُ قَتَلَهُ الْاَسَفُ، وَ اِنْ عَرَضَ لَهُ الْغَضَبُ اشْتَدَّ بِهِ الْغَيْظُ، وَ اِنْ اَسْعَدَهُ الرِّضٰى نَسِيَ التَّحَفُّظَ، وَ اِنْ غَالَهُ الْخَوْفُ شَغَلَهُ الْحَذَرُ، وَ اِنِ اتَّسَعَ لَهُ الْاَمْنُ اسْتَلَبَتْهُ الْغِرَّةُ، وَ اِنْ اَفَادَ مَالًا اَطْغَاهُ الْغِنٰى، وَ اِنْ اَصَابَتْهُ مُصِيْبَةٌ فَضَحَهُ الْجَزَعُ، وَ اِنْ عَضَّتْهُ الْفَاقَةُ شَغَلَهُ الْبَلَآءُ، وَ اِنْ جَهَدَهُ الْجُوْعُ قَعَدَ بِهِ الضَّعْفُ، وَ اِنْ اَفْرَطَ بِهِ الشِّبَعُ كَظَّتْهُ الْبِطْنَةُ،

فَكُلُّ تَقْصِيْرٍ بِهٖ مُضِرٌّ، وَ كُلُّ اِفْرَاطٍ لَّهٗ مُفْسِدٌ.

اگر ناامیدی اس پر چھا جاتی ہے تو حسرت و اندوہ اس کیلئے جان لیوا بن جاتے ہیں، اور اگر غضب اس پر طاری ہوتا ہے تو غم و غصہ شدت اختیار کر لیتا ہے، اور اگر خوش و خوشنود ہوتا ہے تو حفظ ما تقدم کو بھول جاتا ہے، اور اگر اچانک اس پر خوف طاری ہوتا ہے تو فکر و اندیشہ دوسری قسم کے تصورات سے اسے روک دیتا ہے۔ اگر امن و امان کا دور دورہ ہوتا ہے تو غفلت اس پر قبضہ کر لیتی ہے، اور اگر مال و دولت حاصل کر لیتا ہے تو دولتمندی اسے سرکش بنا دیتی ہے، اور اگر اس پر کوئی مصیبت پڑتی ہے تو بے تابی و بے قراری اسے رسوا کر دیتی ہے، اور اگر فقر و فاقہ کی تکلیف میں مبتلا ہو تو مصیبت و ابتلا اسے جکڑ لیتی ہے، اور اگر بھوک اس پر غلبہ کرتی ہے تو ناتوانی اسے اٹھنے نہیں دیتی، اور اگر شکم پُری بڑھ جاتی ہے تو یہ شکم پُری اس کیلئے کرب و اذیت کا باعث ہوتی ہے۔

ہر کوتاہی اس کیلئے نقصان رساں اور حد سے زیادتی اس کیلئے تباہ کن ہوتی ہے۔

(۱۰۹) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

نَحْنُ النُّمْرُقَةُ الْوُسْطٰى، بِهَا يَلْحَقُ التَّالِيْ، وَ اِلَيْهَا يَرْجِعُ الْغَالِيْ.

(۱۰۹)

ہم (اہلبیتؑ) ہی وہ نقطۂ اعتدال ہیں کہ پیچھے رہ جانیوالے کو اس سے آ کر ملنا ہے اور آگے بڑھ جانیوالے کو اسکی طرف پلٹ کر آنا ہے۔

(۱۱۰) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَا يُقِيْمُ اَمْرَ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ اِلَّا مَنْ لَّا يُصَانِعُ، وَ لَا يُضَارِعُ، وَ لَا يَتَّبِعُ الْمَطَامِعَ.

(۱۱۰)

حکم خدا کا نفاذ وہی کر سکتا ہے جو (حق کے معاملہ میں) نرمی نہ برتے، عجز و کمزوری کا اظہار نہ کرے اور حرص و طمع کے پیچھے نہ لگ جائے۔

(۱۱۱) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَ قَدْ تُوُفِّيَ سَهْلُ بْنُ حُنَيْفٍ الْاَنْصَارِيُّ بِالْكُوْفَةِ بَعْدَ مَرْجِعِهٖ مَعَهٗ مِنْ صِفِّيْنَ، وَ كَانَ مِنْ اَحَبِّ النَّاسِ اِلَيْهِ:

(۱۱۱)

سہل ابن حنیف انصاری حضرتؑ کو سب لوگوں میں زیادہ عزیز تھے۔ یہ جب آپؑ کے ہمراہ صفین سے پلٹ کر کوفہ پہنچے تو انتقال فرما گئے جس پر حضرتؑ نے فرمایا:

لَوْ اَحَبَّنِیْ جَبَلٌ لَّتَهَافَتَ.

اگر پہاڑ بھی مجھے دوست رکھے گا تو وہ بھی ریزہ ریزہ ہو جائے گا۔

مَعْنٰی ذٰلِكَ اَنَّ الْمِحْنَةَ تَغْلُظُ عَلَيْهِ، فَتُسْرِعُ الْمَصَآئِبُ اِلَيْهِ، وَ لَا يُفْعَلُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْاَتْقِيَآءِ الْاَبْرَارِ، وَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ.

سیّد رضیؒ فرماتے ہیں کہ: چونکہ اس کی آزمائش کڑی اور سخت ہوتی ہے، اس لئے مصیبتیں اس کی طرف لپک کر بڑھتی ہیں اور ایسی آزمائش انہی کی ہوتی ہے جو پرہیز گار، نیکو کار، منتخب و برگزیدہ ہوتے ہیں اور ایسا ہی آپؑ کا دوسرا ارشاد ہے:

(۱۱۲) وَهٰذَا مِثْلُ قَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَنْ اَحَبَّنَاۤ اَهْلَ الْبَيْتِ فَلْيَسْتَعِدَّ لِلْفَقْرِ جِلْبَابًا.

(۱۱۲)

جو ہم اہل بیتؑ سے محبت کرے اسے جامہ فقر پہننے کیلئے آمادہ رہنا چاہیے۔

وَ قَدْ يُؤَوَّلُ ذٰلِكَ عَلٰی مَعْنًی اٰخَرَ لَيْسَ هٰذَا مَوْضِعُ ذِكْرِهٖ.

سیّد رضیؒ کہتے ہیں کہ: حضرتؑ کے اس ارشاد کے ایک اور معنی بھی کئے گئے ہیں جس کے ذکر کا یہ محل نہیں ہے۔

شاید اس روایت کے دوسرے معنی یہ ہوں کہ جو ہمیں دوست رکھتا ہے اسے دنیا طلبی کیلئے تگ و دَو نہ کرنا چاہیے، خواہ اس کے نتیجہ میں اسے فقر و افلاس سے دو چار ہونا پڑے، بلکہ قناعت اختیار کرتے ہوئے دنیا طلبی سے الگ رہنا چاہیے۔

☆☆☆☆☆

(۱۱۳) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَا مَالَ اَعْوَدُ مِنَ الْعَقْلِ، وَ لَا وَحْدَةَ اَوْحَشُ مِنَ الْعُجْبِ، وَ لَا عَقْلَ كَالتَّدْبِيْرِ، وَ لَا كَرَمَ كَالتَّقْوٰی، وَ لَا قَرِيْنَ كَحُسْنِ الْخُلُقِ، وَ لَا مِيْرَاثَ كَالْاَدَبِ، وَ لَا قَآئِدَ كَالتَّوْفِيْقِ، وَ لَا تِجَارَةَ كَالْعَمَلِ الصَّالِحِ، وَ لَا رِبْحَ كَالثَّوَابِ، وَ لَا وَرَعَ كَالْوُقُوْفِ عِنْدَ الشُّبْهَةِ، وَ لَا زُهْدَ كَالزُّهْدِ فِی الْحَرَامِ، وَ لَا عِلْمَ كَالتَّفَكُّرِ، وَ لَا عِبَادَةَ كَاَدَآءِ الْفَرَآئِضِ، وَ لَاۤ اِيْمَانَ كَالْحَيَآءِ وَ الصَّبْرِ، وَ لَا حَسَبَ

(۱۱۳)

عقل سے بڑھ کر کوئی مال سود مند اور خود بینی سے بڑھ کر کوئی تنہائی وحشت ناک نہیں، اور تدبیر سے بڑھ کر کوئی عقل کی بات نہیں، اور کوئی بزرگی تقویٰ کے مثل نہیں، اور خوش خلقی سے بہتر کوئی ساتھی اور ادب کے مانند کوئی میراث نہیں، اور توفیق کے مانند کوئی پیشرو اور اعمال خیر سے بڑھ کر کوئی تجارت نہیں، اور ثواب کا ایسا کوئی نفع نہیں، اور کوئی پرہیز گاری شبہات میں توقف سے بڑھ کر نہیں، اور حرام کی طرف بے رغبتی سے بڑھ کر کوئی زہد اور تفکر و پیش بینی سے بڑھ کر کوئی علم نہیں، اور ادائے فرائض کے مانند کوئی عبادت اور حیاء و صبر سے بڑھ کر کوئی ایمان نہیں، اور فروتنی سے بڑھ کر کوئی سرفرازی اور علم کے مانند کوئی

كَالتَّوَاضُعِ، وَ لَا شَرَفَ كَالْعِلْمِ، وَ لَا عِزَّ كَالْحِلْمِ، وَلَا مُظَاهَرَةَ اَوْثَقُ مِنَ الْمُشَاوَرَةِ.

بزرگی و شرافت نہیں، حلم کے مانند کوئی عزت اور مشورہ سے مضبوط کوئی پشت پناہ نہیں۔

(١١٤) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِذَا اسْتَوْلَى الصَّلَاحُ عَلَى الزَّمَانِ وَاَهْلِهٖ، ثُمَّ اَسَآءَ رَجُلٌ الظَّنَّ بِرَجُلٍ لَّمْ تَظْهَرْ مِنْهُ خِزْيَةٌ، فَقَدْ ظَلَمَ! وَ اِذَا اسْتَوْلَى الْفَسَادُ عَلَى الزَّمَانِ وَ اَهْلِهٖ، فَاَحْسَنَ رَجُلٌ الظَّنَّ بِرَجُلٍ، فَقَدْ غَرَّرَ.

(۱۱۴)

جب دنیا اور اہل دنیا میں نیکی کا چلن ہو اور پھر کوئی شخص کسی ایسے شخص سے کہ جس سے رسوائی کی کوئی بات ظاہر نہیں ہوئی سوءِ ظن رکھے تو اس نے اس پر ظلم و زیادتی کی، اور جب دنیا و اہل دنیا پر شر و فساد کا غلبہ ہو اور پھر کوئی شخص کسی دوسرے شخص سے حسنِ ظن رکھے تو اس نے (خود ہی اپنے کو) خطرے میں ڈالا۔

(١١٥) وَقِيْلَ لَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

كَيْفَ تَجِدُكَ يَآ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ؟

فَقَالَ عليه السلام:

كَيْفَ يَكُوْنُ حَالُ مَنْ يَّفْنٰى بِبَقَآئِهٖ، وَ يَسْقَمُ بِصِحَّتِهٖ، وَ يُؤْتٰى مِنْ مَّاْمَنِهٖ.

(۱۱۵)

امیر المومنین علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ آپؑ کا حال کیسا ہے؟ تو آپؑ نے فرمایا کہ:

اس کا حال کیا ہوگا جسے زندگی موت کی طرف لئے جا رہی ہو، اور جس کی صحت بیماری کا پیش خیمہ ہو، اور جسے اپنی پناہ گاہ سے گرفت میں لے لیا جائے۔

(١١٦) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

كَمْ مِّنْ مُّسْتَدْرَجٍ بِالْاِحْسَانِ اِلَيْهِ، وَ مَغْرُوْرٍ بِالسَّتْرِ عَلَيْهِ، وَ مَفْتُوْنٍ بِحُسْنِ الْقَوْلِ فِيْهِ! وَ مَا ابْتَلَى اللهُ اَحَدًا بِمِثْلِ الْاِمْلَآءِ لَهٗ.

(۱۱۶)

کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جنہیں نعمتیں دے کر رفتہ رفتہ عذاب کا مستحق بنایا جاتا ہے، اور کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جو اللہ کی پردہ پوشی سے دھوکا کھائے ہوئے ہیں اور اپنے بارے میں اچھے الفاظ سن کر فریب میں پڑ گئے ہیں، اور مہلت دینے سے زیادہ اللہ کی جانب سے کوئی بڑی آزمائش نہیں ہے۔

(١١٧) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

هَلَكَ فِيَّ رَجُلَانِ: مُحِبٌّ غَالٍ، وَ مُبْغِضٌ قَالٍ!.

(۱۱۷)

میرے بارے میں دو قسم کے لوگ تباہ و برباد ہوئے: ایک وہ چاہنے والا جو حد سے بڑھ جائے، اور ایک وہ دشمنی رکھنے والا جو عداوت رکھے۔

(۱۱۸) **وَقَالَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ**

اِضَاعَةُ الْفُرْصَةِ غُصَّةٌ.

(۱۱۸)

موقع کو ہاتھ سے جانے دینا رنج واندوہ کا باعث ہوتا ہے۔

(۱۱۹) **وَقَالَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ**

مَثَلُ الدُّنْيَا كَمَثَلِ الْحَيَّةِ، لَيِّنٌ مَسُّهَا، وَ السَّمُّ النَّاقِعُ فِيْ جَوْفِهَا، يَهْوِيْ اِلَيْهَا الْغِرُّ الْجَاهِلُ، وَ يَحْذَرُهَا ذُو اللُّبِّ الْعَاقِلُ!.

(۱۱۹)

دنیا کی مثال سانپ کی سی ہے، جو چھونے میں نرم معلوم ہوتا ہے، مگر اس کے اندر زہر ہلاہل بھرا ہوتا ہے، فریب خوردہ جاہل اس کی طرف کھینچتا ہے اور ہوشمند ودانا اس سے بچ کر رہتا ہے۔

(۱۲۰) **وَسُئِلَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ**

عَنْ قُرَيْشٍ، فَقَالَ:

اَمَّا بَنُوْ مَخْزُوْمٍ فَرَيْحَانَةُ قُرَيْشٍ، تُحِبُّ حَدِيْثَ رِجَالِهِمْ، وَ النِّكَاحَ فِيْ نِسَآئِهِمْ. وَ اَمَّا بَنُوْ عَبْدِ شَمْسٍ فَاَبْعَدُهَا رَاْيًا، وَ اَمْنَعُهَا لِمَا وَرَآءَ ظُهُوْرِهَا. وَ اَمَّا نَحْنُ فَاَبْذَلُ لِمَا فِيْۤ اَيْدِيْنَا، وَ اَسْمَحُ عِنْدَ الْمَوْتِ بِنُفُوْسِنَا. وَ هُمْ اَكْثَرُ وَ اَمْكَرُ وَ اَنْكَرُ، وَ نَحْنُ اَفْصَحُ وَ اَنْصَحُ وَ اَصْبَحُ.

(۱۲۰)

حضرتؑ سے قریش کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا کہ:

(قبیلۂ) بنی مخزوم قریش کا مہکتا ہوا پھول ہیں، ان کے مردوں سے گفتگو اور ان کی عورتوں سے شادی پسندیدہ ہے، اور بنی عبد شمس دور اندیش اور پیٹھ پیچھے کی اوجھل چیزوں کی پوری روک تھام کرنے والے ہیں، لیکن ہم (بنی ہاشم) تو جو ہمارے ہاتھ میں ہوتا ہے اسے صرف کر ڈالتے ہیں اور موت آنے پر جان دینے میں بڑے جوانمرد ہوتے ہیں، اور یہ (بنی عبد شمس) گنتی میں زیادہ، حیلہ باز اور بدصورت ہوتے ہیں، اور ہم خوش گفتار، خیر خواہ اور خوبصورت ہوتے ہیں۔

(۱۲۱) **وَقَالَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ**

شَتَّانَ مَا بَيْنَ عَمَلَيْنِ: عَمَلٍ تَذْهَبُ لَذَّتُهٗ وَ تَبْقٰى تَبِعَتُهٗ، وَ عَمَلٍ تَذْهَبُ مَؤُنَتُهٗ وَ يَبْقٰۤى اَجْرُهٗ.

(۱۲۱)

ان دونوں قسم کے عملوں میں کتنا فرق ہے: ایک وہ عمل جس کی لذت مٹ جائے لیکن اس کا وبال رہ جائے، اور ایک وہ جس کی سختی ختم ہو جائے لیکن اس کا اجر وثواب باقی رہے۔

(۱۲۲) **وَقَالَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ**

وَ تَبِعَ جَنَازَةً فَسَمِعَ رَجُلًا يَّضْحَكُ، فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

كَاَنَّ الْمَوْتَ فِيْهَا عَلٰى غَيْرِنَا كُتِبَ، وَ كَاَنَّ الْحَقَّ فِيْهَا عَلٰى غَيْرِنَا وَجَبَ، وَ كَاَنَّ الَّذِيْ

(۱۲۲)

حضرتؑ ایک جنازہ کے پیچھے جا رہے تھے کہ ایک شخص کے ہنسنے کی آواز سنی جس پر آپؑ نے فرمایا:

گویا اس دنیا میں موت ہمارے علاوہ دوسروں کیلئے لکھی گئی ہے، اور گویا یہ حق (موت) دوسروں ہی پر لازم ہے، اور گویا جن مرنے

نَرٰی مِنَ الْاَمْوَاتِ سَفْرٌ عَمَّا قَلِيْلٍ اِلَيْنَا رَاجِعُوْنَ، نُبَوِّئُهُمْ اَجْدَاثَهُمْ، وَ نَاْكُلُ تُرَاثَهُمْ، كَاَنَّا مُخَلَّدُوْنَ بَعْدَهُمْ، ثُمَّ قَدْ نَسِيْنَا كُلَّ وَاعِظٍ وَ وَاعِظَةٍ، وَ رُمِيْنَا بِكُلِّ جَآئِحَةٍ!.

والوں کو ہم دیکھتے ہیں وہ مسافر ہیں جو عنقریب ہماری طرف پلٹ آئیں گے۔ ادھر ہم انہیں قبروں میں اتارتے ہیں ادھر ان کا ترکہ کھانے لگتے ہیں۔ گویا ان کے بعد ہم ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ پھر یہ کہ ہم نے ہر پند و نصیحت کرنے والے کو وہ مرد ہو یا عورت، بھلا دیا ہے اور ہر آفت کا نشانہ بن گئے ہیں۔

(١٢٣) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

طُوْبٰی لِمَنْ ذَلَّ فِیْ نَفْسِهٖ، وَ طَابَ كَسْبُهٗ، وَ صَلُحَتْ سَرِيْرَتُهٗ، وَ حَسُنَتْ خَلِيْقَتُهٗ، وَ اَنْفَقَ الْفَضْلَ مِنْ مَّالِهٖ، وَ اَمْسَكَ الْفَضْلَ مِنْ لِّسَانِهٖ، وَ عَزَلَ عَنِ النَّاسِ شَرَّهٗ، وَ وَسِعَتْهُ السُّنَّةُ، وَ لَمْ يُنْسَبْ اِلَى الْبِدْعَةِ.

اَقُوْلُ: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّنْسُبُ هٰذَا الْكَلَامَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَكَذٰلِكَ الَّذِیْ قَبْلَهٗ.

(۱۲۳)

خوشا نصیب اس کے کہ جس نے اپنے مقام پر فروتنی اختیار کی، جس کی کمائی پاک و پاکیزہ، نیت نیک اور خصلت و عادت پسندیدہ رہی، جس نے اپنی ضرورت سے بچا ہوا مال خدا کی راہ میں صرف کیا، بے کار باتوں سے اپنی زبان کو روک لیا، مردم آزاری سے کنارہ کش رہا، سنت اسے ناگوار نہ ہوئی اور بدعت کی طرف منسوب نہ ہوا۔

سید رضیؒ کہتے ہیں کہ: کچھ لوگوں نے اس کلام کو اور اس سے پہلے کلام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب کیا ہے۔

(١٢٤) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

غَيْرَةُ الْمَرْاَةِ كُفْرٌ، وَ غَيْرَةُ الرَّجُلِ اِيْمَانٌ.

(۱۲۴)

عورت کا غیرت کرنا کفر ہے اور مرد کا غیور ہونا ایمان ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جب مرد کو چار عورتیں تک کرنے کی اجازت ہے تو عورت کا سوت گوارا نہ کرنا حلال خدا سے ناگواری کا اظہار اور ایک طرح سے حلال کو حرام سمجھنا ہے اور یہ کفر کے ہم پایہ ہے، اور چونکہ عورت کیلئے متعدد شوہر کرنا جائز نہیں ہے، اس لئے مرد کا اشتراک گوارا نہ کرنا اس کی غیرت کا تقاضا اور حرام خدا کو حرام سمجھنا ہے اور یہ ایمان کے مترادف ہے۔

مرد و عورت میں یہ تفریق اس لئے ہے تاکہ تولید و بقائے نسل انسانی میں کوئی روک پیدا نہ ہو، کیونکہ یہ مقصد اسی صورت میں بدرجۂ اتم حاصل ہو سکتا ہے جب مرد کیلئے تعدد ازواج کی اجازت ہو، کیونکہ ایک مرد سے ایک ہی زمانہ میں متعدد اولادیں ہو سکتی ہیں اور عورت اس سے معذور و قاصر ہے کہ وہ متعدد مردوں کے عقد میں آنے سے متعدد اولادیں پیدا کر سکے۔ کیونکہ زمانۂ حمل میں دوبارہ حمل کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ اس پر ایسے حالات بھی طاری ہوتے رہتے ہیں کہ مرد کو اس سے کنارہ کشی اختیار کرنا پڑتی ہے۔ چنانچہ حیض اور رضاعت کا زمانہ ایسا ہی ہوتا ہے جس سے تولید کا سلسلہ رک جاتا ہے اور اگر متعدد ازواج ہوں گی تو سلسلۂ تولید جاری رہ سکتا ہے، کیونکہ متعدد بیویوں میں سے کوئی نہ کوئی بیوی ان عوارض سے خالی ہوگی جس سے نسل انسانی کی ترقی کا مقصد حاصل ہوتا رہے گا، کیونکہ مرد کیلئے ایسے موانع پیدا نہیں ہوتے کہ جو سلسلۂ تولید میں روک بن سکیں۔

اس لئے خداوند عالم نے مردوں کیلئے تعدد ازواج کو جائز قرار دیا ہے اور عورتوں کیلئے یہ صورت جائز نہیں رکھی کہ وہ بوقت واحد متعدد مردوں کے عقد میں آئیں۔ کیونکہ ایک عورت کا کئی شوہر کرنا غیرت و شرافت کے بھی منافی ہے اور اس کے علاوہ ایسی صورت میں نسب کی بھی تمیز نہ ہو سکے گی کہ کون کس کی صلب سے ہے۔

چنانچہ امام رضا علیہ السلام سے ایک شخص نے دریافت کیا کہ: کیا وجہ ہے کہ مرد ایک وقت میں چار بیویاں تک کر سکتا ہے اور عورت ایک وقت میں ایک مرد سے زیادہ شوہر نہیں کر سکتی؟۔

حضرتؑ نے فرمایا کہ: مرد جب متعدد عورتوں سے نکاح کرے گا تو اولاد بہر صورت اسی کی طرف منسوب ہوگی اور اگر عورت کے دو یا دو سے زیادہ شوہر ہوں گے تو یہ معلوم نہ ہو سکے گا کہ کون کس کی اولاد اور کس شوہر سے ہے۔ لہٰذا ایسی صورت میں نسب مشتبہ ہو کر رہ جائے گا اور صحیح باپ کی تعیین نہ ہو سکے گی اور یہ امر اس مولود کے مفاد کے بھی خلاف ہوگا۔ کیونکہ کوئی بھی بحیثیت باپ کے اس کی تربیت کی طرف متوجہ نہ ہوگا جس سے وہ اخلاق و آداب سے بے بہرہ اور تعلیم و تربیت سے محروم ہو کر رہ جائے گا۔

☆☆☆☆☆

(۱۲۵) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَاَنْسُبَنَّ الْاِسْلَامَ نِسْبَةً لَّمْ يَنْسُبْهَا اَحَدٌ قَبْلِيْ: الْاِسْلَامُ هُوَ التَّسْلِيْمُ، وَ التَّسْلِيْمُ هُوَ الْيَقِيْنُ، وَ الْيَقِيْنُ هُوَ التَّصْدِيْقُ، وَ التَّصْدِيْقُ هُوَ الْاِقْرَارُ، وَ الْاِقْرَارُ هُوَ الْاَدَآءُ، وَ الْاَدَآءُ هُوَ الْعَمَلُ.

(۱۲۵)

میں ''اسلام'' کی ایسی صحیح تعریف بیان کرتا ہوں جو مجھ سے پہلے کسی نے بیان نہیں کی: ''اسلام'' سر تسلیم خم کرنا ہے، اور سر تسلیم جھکانا یقین ہے، اور یقین تصدیق ہے، اور تصدیق اعتراف ہے، اور اعتراف فرض کی بجا آوری ہے، اور فرض کی بجا آوری عمل ہے۔

(۱۲۶) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

عَجِبْتُ لِلْبَخِيْلِ يَسْتَعْجِلُ الْفَقْرَ الَّذِيْ مِنْهُ هَرَبَ، وَ يَفُوْتُهُ الْغِنَى الَّذِيْ اِيَّاهُ طَلَبَ، فَيَعِيْشُ فِي الدُّنْيَا عَيْشَ الْفُقَرَآءِ، وَ يُحَاسَبُ فِي الْاٰخِرَةِ حِسَابَ الْاَغْنِيَآءِ.

وَ عَجِبْتُ لِلْمُتَكَبِّرِ الَّذِيْ كَانَ بِالْاَمْسِ نُطْفَةً وَّ يَكُوْنُ غَدًا جِيْفَةً.

(۱۲۶)

مجھے تعجب ہوتا ہے بخیل پر کہ وہ جس فقر و ناداری سے بھاگنا چاہتا ہے اس کی طرف تیزی سے بڑھتا ہے اور جس ثروت و خوشحالی کا طالب ہوتا ہے وہی اس کے ہاتھ سے نکل جاتی ہے۔ وہ دنیا میں فقیروں کی سی زندگی بسر کرتا ہے اور آخرت میں دولت مندوں کا سا اس سے محاسبہ ہوگا۔

اور مجھے تعجب ہوتا ہے متکبر و مغرور پر کہ جو کل ایک نطفہ تھا اور کل کو مردار ہوگا۔

وَ عَجِبْتُ لِمَنْ شَكَّ فِي اللهِ، وَ هُوَ يَرٰى خَلْقَ اللهِ.

اور مجھے تعجب ہے اس پر جو اللہ کی پیدا کی ہوئی کائنات کو دیکھتا ہے اور پھر اس کے وجود میں شک کرتا ہے۔

وَ عَجِبْتُ لِمَنْ نَسِيَ الْمَوْتَ، وَ هُوَ يَرَى الْمَوْتٰى.

اور تعجب ہے اس پر کہ جو مرنے والوں کو دیکھتا ہے اور پھر موت کو بھولے ہوئے ہے۔

وَ عَجِبْتُ لِمَن اَنْكَرَ النَّشْاَةَ الْاُخْرٰى، وَ هُوَ يَرَى النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى.

اور تعجب ہے اس پر کہ جو پہلی پیدائش کو دیکھتا ہے اور پھر دوبارہ اٹھائے جانے سے انکار کرتا ہے۔

وَ عَجِبْتُ لِعَامِرِ دَارِ الْفَنَآءِ، وَ تَارِكِ دَارِ الْبَقَآءِ!.

اور تعجب ہے اس پر جو سرائے فانی کو آباد کرتا ہے اور منزل جاودانی کو چھوڑ دیتا ہے۔

(۱۲۷) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَنْ قَصَّرَ فِي الْعَمَلِ ابْتُلِيَ بِالْهَمِّ، وَ لَا حَاجَةَ لِلّٰهِ فِيْمَنْ لَيْسَ لِلّٰهِ فِيْ مَالِهٖ وَ نَفْسِهٖ نَصِيْبٌ.

(۱۲۷)

جو عمل میں کوتاہی کرتا ہے وہ رنج و اندوہ میں مبتلا رہتا ہے، اور جس کے مال و جان میں اللہ کا کچھ حصہ نہ ہو اللہ کو ایسے کی کوئی ضرورت نہیں۔

(۱۲۸) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

تَوَقَّوُا الْبَرْدَ فِيْۤ اَوَّلِهٖ، وَ تَلَقَّوْهُ فِيْۤ اٰخِرِهٖ، فَاِنَّهٗ يَفْعَلُ فِي الْاَبْدَانِ كَفِعْلِهٖ فِي الْاَشْجَارِ، اَوَّلُهٗ يُحْرِقُ وَ اٰخِرُهٗ يُوْرِقُ.

(۱۲۸)

شروع سردی میں سردی سے احتیاط کرو اور آخر میں اس کا خیر مقدم کرو، کیونکہ سردی جسموں میں وہی کرتی ہے جو وہ درختوں میں کرتی ہے کہ ابتدا میں درختوں کو جھلس دیتی ہے اور انتہا میں سرسبز و شاداب کرتی ہے۔

موسم خزاں میں سردی سے بچاؤ اس لئے ضروری ہے کہ موسم کی تبدیلی سے مزاج میں انحراف پیدا ہو جاتا ہے اور نزلہ و زکام اور کھانسی وغیرہ کی شکایات پیدا ہو جاتی ہیں۔ وجہ یہ ہوتی ہے کہ بدن گرمی کے عادی ہو چکے ہوتے ہیں کہ ناگاہ سردی سے دو چار ہونا پڑتا ہے جس سے دماغ کے مسامات سکڑ جاتے ہیں اور مزاج میں برودت و یبوست بڑھ جاتی ہے۔ چنانچہ گرم پانی سے غسل کرنے کے بعد فوراً ٹھنڈے پانی سے نہانا اسی لئے مضر ہے کہ گرم پانی سے مسامات کھل چکے ہوتے ہیں جس کی وجہ سے وہ سرد پانی کے اثرات کو فوراً قبول کر لیتے ہیں اور نتیجہ میں حرارت غریزی کو نقصان پہنچتا ہے۔

البتہ موسم بہار میں سردی سے بچاؤ کی ضرورت نہیں ہوتی اور نہ وہ صحت کیلئے نقصان دہ ثابت ہوتی ہے، کیونکہ بدن پہلے ہی سے سردی کے عادی

ہو چکے ہوتے ہیں، اس لئے بہار کی معتدل سردی بدن پر ناخوشگوار اثر نہیں ڈالتی، بلکہ سردی کا زور ٹوٹنے سے بدن میں حرارت و رطوبت بڑھ جاتی ہے، جس سے نشوونما میں قوت آتی ہے، حرارت عزیزی ابھرتی ہے اور جسم میں نمو، طبیعت میں شگفتگی اور روح میں بالیدگی پیدا ہوتی ہے۔

اسی طرح عالم نباتات پر بھی تبدیلی موسم کا یہی اثر ہوتا ہے۔ چنانچہ موسم خزاں میں برودت و یبوست کے غالب آنے سے پتے مرجھا جاتے ہیں، روح نباتی افسردہ ہو جاتی ہے، چمن کی حسن و تازگی مٹ جاتی ہے اور سبزہ زاروں پر موت کی سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور موسم بہار اِن کیلئے زندگی کا پیغام لے کر آتا ہے اور بار آور ہواؤں کے چلنے سے پتے اور شگوفے پھوٹنے لگتے ہیں اور شجر سرسبز و شاداب اور دشت و صحرا سبزہ پوش ہو جاتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

(۱۲۹) وَ قَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

عِظَمُ الْخَالِقِ عِنْدَكَ يُصَغِّرُ الْمَخْلُوْقَ فِیْ عَيْنِكَ.

(۱۲۹)

اللہ کی عظمت کا احساس تمہاری نظروں میں کائنات کو حقیر و پست کر دے۔

(۱۳۰) وَ قَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

وَ قَدْ رَجَعَ مِنْ صِفِّيْنَ، فَاَشْرَفَ عَلَى الْقُبُوْرِ بِظَاهِرِ الْكُوْفَةِ:

يَاۤ اَهْلَ الدِّيَارِ الْمُوْحِشَةِ، وَ الْمَحَالِّ الْمُقْفِرَةِ، وَ الْقُبُوْرِ الْمُظْلِمَةِ. يَاۤ اَهْلَ التُّرْبَةِ، يَاۤ اَهْلَ الْغُرْبَةِ، يَاۤ اَهْلَ الْوَحْدَةِ، يَاۤ اَهْلَ الْوَحْشَةِ، اَنْتُمْ لَنَا فَرَطٌ سَابِقٌ، وَ نَحْنُ لَكُمْ تَبَعٌ لَّاحِقٌ. اَمَّا الدُّوْرُ فَقَدْ سُكِنَتْ، وَ اَمَّا الْاَزْوَاجُ فَقَدْ نُكِحَتْ، وَ اَمَّا الْاَمْوَالُ فَقَدْ قُسِمَتْ. هٰذَا خَبَرُ مَا عِنْدَنَا، فَمَا خَبَرُ مَا عِنْدَكُمْ؟.

ثُمَّ الْتَفَتَ اِلٰۤى اَصْحَابِهٖ فَقَالَ:

اَمَا لَوْ اُذِنَ لَهُمْ فِی الْكَلَامِ لَاَخْبَرُوْكُمْ: اَنَّ ﴿خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى﴾.

(۱۳۰)

صفین سے پلٹتے ہوئے کوفہ سے باہر قبرستان پر نظر پڑی تو فرمایا:

اے وحشت افزا گھروں، اجڑے مکانوں اور اندھیری قبروں کے رہنے والو! اے خاک نشینو! اے عالم غربت کے ساکنو! اے تنہائی اور الجھن میں بسر کرنے والو! تم تیز رو ہو جو ہم سے آگے بڑھ گئے ہو اور ہم تمہارے نقش قدم پر چل کر تم سے ملا چاہتے ہیں۔ اب صورت یہ ہے کہ گھروں میں دوسرے بس گئے ہیں، بیویوں سے اوروں نے نکاح کر لئے ہیں اور تمہارا مال و اسباب تقسیم ہو چکا ہے۔ یہ تو ہمارے یہاں کی خبر ہے، اب تم کہو کہ تمہارے یہاں کی کیا خبر ہے؟

پھر حضرتؑ اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

اگر انہیں بات کرنے کی اجازت دی جائے تو یہ تمہیں بتائیں گے کہ: ”بہترین زادِ راہ تقویٰ ہے“۔

(۱۳۱) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَ قَدْ سَمِعَ رَجُلًا يَذُمُّ الدُّنْيَا:

اَيُّهَا الذَّامُّ لِلدُّنْيَا، الْمُغْتَرُّ بِغُرُورِهَا، الْمَخْدُوعُ بِاَبَاطِيْلِهَا! اَتَغْتَرُّ بِالدُّنْيَا ثُمَّ تَذُمُّهَا. اَنْتَ الْمُتَجَرِّمُ عَلَيْهَا، اَمْ هِيَ الْمُتَجَرِّمَةُ عَلَيْكَ؟ مَتَى اسْتَهْوَتْكَ؟ اَمْ مَتٰى غَرَّتْكَ؟ اَ بِمَصَارِعِ اٰبَآئِكَ مِنَ الْبِلٰى؟ اَمْ بِمَضَاجِعِ اُمَّهَاتِكَ تَحْتَ الثَّرٰى؟ كَمْ عَلَّلْتَ بِكَفَّيْكَ؟ وَ كَمْ مَرَّضْتَ بِيَدَيْكَ؟ تَبْغِيْ لَهُمُ الشِّفَآءَ، وَ تَسْتَوْصِفُ لَهُمُ الْاَطِبَّآءَ، غَدَاةَ لَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ دَوَآؤُكَ، وَ لَا يُجْدِيْ عَلَيْهِمْ بُكَآؤُكَ، لَمْ يَنْفَعْ اَحَدَهُمْ اِشْفَاقُكَ، وَ لَمْ تُسْعَفْ بِطِلْبَتِكَ، وَ لَمْ تَدْفَعْ عَنْهُ بِقُوَّتِكَ!، وَ قَدْ مَثَّلَتْ لَكَ بِهِ الدُّنْيَا نَفْسَكَ، وَ بِمَصْرَعِهٖ مَصْرَعَكَ.

اِنَّ الدُّنْيَا دَارُ صِدْقٍ لِّمَنْ صَدَقَهَا، وَ دَارُ عَافِيَةٍ لِّمَنْ فَهِمَ عَنْهَا، وَ دَارُ غِنًى لِّمَنْ تَزَوَّدَ مِنْهَا، وَ دَارُ مَوْعِظَةٍ لِّمَنِ اتَّعَظَ بِهَا، مَسْجِدُ اَحِبَّآءِ اللهِ، وَ مُصَلّٰى مَلٰٓئِكَةِ اللهِ، وَ مَهْبِطُ وَحْيِ اللهِ، وَ مَتْجَرُ اَوْلِيَآءِ اللهِ،

(۱۳۱)

ایک شخص کو دنیا کی برائی کرتے ہوئے سنا تو فرمایا:

اے دنیا کی برائی کرنے والے! اس کے فریب میں مبتلا ہونے والے! اوراس کی غلط سلط باتوں کے دھوکے میں آنے والے! تم اس پر گرویدہ بھی ہوتے ہواور پھراس کی مذمت بھی کرتے ہو۔کیاتم دنیا کو مجرم ٹھہرانے کا حق رکھتے ہو؟ یا وہ تمہیں مجرم ٹھہرائے تو حق بجانب ہے؟ دنیا نے کب تمہارے ہوش وحواس سلب کئے اورکس بات سے فریب دیا؟ کیا ہلاکت و کہنگی سے تمہارے باپ دادا کے بے جان ہوکر گرنے سے یا مٹی کے نیچے تمہاری ماؤں کی خوابگاہوں سے؟ کتنی تم نے بیماروں کی دیکھ بھال کی اور کتنی دفعہ خود تیمارداری کی، تم ان کیلئے شفا کے خواہشمند تھے اور طبیبوں سے دوا دارو پوچھتے پھرتے تھے۔ اس صبح کو کہ جب نہ دوا کارگر ہوتی نظر آتی تھی اور نہ تمہارا رونا دھونا ان کیلئے کچھ مفید تھا۔ ان میں سے کسی ایک کیلئے بھی تمہارا اندیشہ فائدہ مند ثابت نہ ہو سکا اور تمہارا مقصد حاصل نہ ہوا اوراپنی چارہ سازی سے تم موت کواس بیمار سے ہٹا نہ سکے، تو دنیا نے تو اس کے پردہ میں خود تمہارا انجام اور اس کے ہلاک ہونے سے خود تمہاری ہلاکت کا نقشہ تمہیں دکھا یا دیا۔

بلاشبہ دنیا اس شخص کیلئے جو باور کرے سچائی کا گھر ہے، اور جو اس کی ان باتوں کو سمجھے اس کیلئے امن و عافیت کی منزل ہے، اور جو اس سے زادِراہ حاصل کرلے اس کیلئے دولتمندی کی منزل ہے، اور جو اس سے نصیحت حاصل کرے اس کیلئے وعظ ونصیحت کا محل ہے۔ وہ دوستانِ خدا کیلئے عبادت کی جگہ، اللہ کے فرشتوں کیلئے نماز پڑھنے کا مقام، وحی الٰہی کی منزل اور اولیاء اللہ کی تجارت گاہ ہے۔

اكْتَسَبُوْا فِيْهَا الرَّحْمَةَ، وَ رَبِحُوْا فِيْهَا الْجَنَّةَ.

فَمَنْ ذَا يَذُمُّهَا وَ قَدْ اٰذَنَتْ بِبَيْنِهَا، وَ نَادَتْ بِفِرَاقِهَا، وَ نَعَتْ نَفْسَهَا وَ اَهْلَهَا، فَمَثَّلَتْ لَهُمْ بِبَلَآئِهَا الْبَلَآءَ، وَ شَوَّقَتْهُمْ بِسُرُوْرِهَا اِلَى السُّرُوْرِ؟! رَاحَتْ بِعَافِيَةٍ، وَ ابْتَكَرَتْ بِفَجِيْعَةٍ، تَرْغِيْبًا وَّ تَرْهِيْبًا، وَ تَخْوِيْفًا وَّ تَحْذِيْرًا، فَذَمَّهَا رِجَالٌ غَدَاةَ النَّدَامَةِ، وَ حَمِدَهَا اٰخَرُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ، ذَكَّرَتْهُمُ الدُّنْيَا فَتَذَكَّرُوْا، وَ حَدَّثَتْهُمْ فَصَدَّقُوْا، وَ وَعَظَتْهُمْ فَاتَّعَظُوْا.

انہوں نے اس میں فضل و رحمت کا سودا کیا اور اس میں رہتے ہوئے جنت کو فائدہ میں حاصل کیا۔

تو اب کون ہے جو دنیا کی برائی کرے، جبکہ اس نے اپنے جدا ہونے کی اطلاع دے دی ہے، اور اپنی علیحدگی کا اعلان کر دیا ہے، اور اپنے بسنے والوں کی موت کی خبر دے دی ہے۔ چنانچہ اس نے اپنی ابتلا سے ابتلا کا پتہ دیا ہے، اور اپنی مسرتوں سے آخرت کی مسرتوں کا شوق دلایا ہے۔ وہ رغبت دلانے اور ڈرانے، خوفزدہ کرنے اور متنبہ کرنے کیلئے شام کو امن و عافیت کا اور صبح کو درد و اندوہ کا پیغام لے کر آتی ہے۔ تو جن لوگوں نے شرمسار ہو کر صبح کی وہ اس کی برائی کرنے لگے اور دوسرے لوگ قیامت کے دن اس کی تعریف کریں گے کہ دنیا نے ان کو آخرت کی یاد دلائی تو انہوں نے یاد رکھا اور اس نے انہیں خبر دی تو انہوں نے تصدیق کی اور اس نے انہیں پند و نصیحت کی تو انہوں نے نصیحت حاصل کی۔

ہر متکلم و خطیب کی زبان منجے ہوئے موضوع ہی پر زور بیان دکھایا کرتی ہے اور اگر اسے موضوع سخن بدلنا پڑے تو نہ ذہن کام کرے گا اور نہ زبان کی گویائی ساتھ دے گی۔ مگر جس کے ذہن میں صلاحیت تصرف اور دماغ میں قوتِ فکر ہو، وہ جس طرح چاہے کلام کو گردش دے سکتا ہے اور جس موضوع پر چاہے ”قادر الکلامی“ کے جوہر دکھا سکتا ہے۔ چنانچہ وہ زبان جو ہمیشہ دنیا کی مذمت اور اس کی فریب کاریوں کو بےنقاب کرنے میں کھلتی تھی جب اس کی مدح میں کھلتی ہے تو وہی قدرت کلام و قوت استدلال نظر آتی ہے جو اس زبان کا طرۂ امتیاز ہے اور پھر الفاظ کو توصیفی سانچہ میں ڈھالنے سے نظریہ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی اور راہوں کے الگ الگ ہونے کے باوجود منزلِ مقصود ایک ہی رہتی ہے۔

☆☆☆☆☆

(۱۳۲) وَ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِنَّ لِلّٰهِ مَلَكًا يُّنَادِيْ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ: لِدُوْا لِلْمَوْتِ، وَ اجْمَعُوْا لِلْفَنَآءِ، وَ ابْنُوْا لِلْخَرَابِ.

(۱۳۲)

اللہ کا ایک فرشتہ ہر روز یہ ندا کرتا ہے کہ: موت کیلئے اولاد پیدا کرو، برباد ہونے کیلئے جمع کرو اور تباہ ہونے کیلئے عمارتیں کھڑی کرو۔

(١٣٣) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلدُّنْيَا دَارُ مَمَرٍّ اِلٰى دَارِ مَقَرٍّ، وَ النَّاسُ فِيْهَا رَجُلَانِ: رَجُلٌ بَاعَ فِيْهَا نَفْسَهٗ فَاَوْبَقَهَا، وَ رَجُلٌ ابْتَاعَ نَفْسَهٗ فَاَعْتَقَهَا.

(۱۳۳)

''دنیا'' اصل منزل قرار کیلئے ایک گزرگاہ ہے۔ اس میں دو قسم کے لوگ ہیں: ایک وہ جنہوں نے اس میں اپنے نفس کو بیچ کر ہلاک کر دیا اور ایک وہ جنہوں نے اپنے نفس کو خرید کر آزاد کر دیا۔

(١٣٤) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَا يَكُوْنُ الصَّدِيْقُ صَدِيْقًا حَتّٰى يَحْفَظَ اَخَاهُ فِیْ ثَلَاثٍ: فِیْ نَكْبَتِهٖ، وَ غَيْبَتِهٖ، وَ وَفَاتِهٖ.

(۱۳۴)

دوست اس وقت تک دوست نہیں سمجھا جا سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کی تین موقعوں پر نگہداشت نہ کرے: مصیبت کے موقع پر، اس کے پس پشت اور اس کے مرنے کے بعد۔

(١٣٥) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَنْ اُعْطِیَ اَرْبَعًا لَّمْ يُحْرَمْ اَرْبَعًا: مَنْ اُعْطِیَ الدُّعَآءَ لَمْ يُحْرَمِ الْاِجَابَةَ، وَ مَنْ اُعْطِیَ التَّوْبَةَ لَمْ يُحْرَمِ الْقَبُوْلَ، وَ مَنْ اُعْطِیَ الْاِسْتِغْفَارَ لَمْ يُحْرَمِ الْمَغْفِرَةَ، وَ مَنْ اُعْطِیَ الشُّكْرَ لَمْ يُحْرَمِ الزِّيَادَةَ.

وَ تَصْدِيْقُ ذٰلِكَ فِیْ كِتَابِ اللّٰهِ، قَالَ اللّٰهُ فِی الدُّعَآءِ: ﴿اُدْعُوْنِیْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ﴾، وَ قَالَ فِی الْاِسْتِغْفَارِ: ﴿وَ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۝﴾، وَ قَالَ فِی الشُّكْرِ: ﴿لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ﴾، وَ قَالَ فِی التَّوْبَةِ: ﴿اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا۝﴾.

(۱۳۵)

جس شخص کو چار چیزیں عطا ہوئی ہیں وہ چار چیزوں سے محروم نہیں رہتا: جو دُعا کرے وہ قبولیت سے محروم نہیں ہوتا، جسے توبہ کی توفیق ہو وہ مقبولیت سے ناامید نہیں ہوتا، جسے استغفار نصیب ہو وہ مغفرت سے محروم نہیں ہوتا، اور جو شکر کرے وہ اضافہ سے محروم نہیں ہوتا۔

اور اس کی تصدیق قرآن مجید سے ہوتی ہے: چنانچہ دُعا کے متعلق ارشاد الٰہی ہے: ''تم مجھ سے مانگو میں تمہاری دُعا قبول کروں گا''۔ اور استغفار کے متعلق ارشاد فرمایا ہے: ''جو شخص کوئی برا عمل کرے یا اپنے نفس پر ظلم کرے پھر اللہ سے مغفرت کی دُعا مانگے تو وہ اللہ کو بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا پائے گا''۔ اور شکر کے بارے میں فرمایا ہے: ''اگر تم شکر کرو گے تو میں تم پر (نعمت میں) اضافہ کروں گا''۔ اور توبہ کیلئے فرمایا ہے: ''اللہ ان ہی لوگوں کی توبہ قبول کرتا ہے جو جہالت کی بنا پر کوئی بری حرکت کر بیٹھیں، پھر جلدی سے توبہ کر لیں تو خدا ایسے لوگوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور خدا جاننے والا اور حکمت والا ہے''۔

(۱۳٦) وَقَالَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ

اَلصَّلٰوۃُ قُرۡبَانُ کُلِّ تَقِیٍّ، وَ الۡحَجُّ جِهَادُ کُلِّ ضَعِیۡفٍ، وَ لِکُلِّ شَیۡءٍ زَکٰوۃٌ، وَ زَکٰوۃُ الۡبَدَنِ الصِّیَامُ، وَ جِهَادُ الۡمَرۡاَۃِ حُسۡنُ التَّبَعُّلِ.

(۱۳٦)

نماز ہر پرہیز گار کیلئے باعث تقرب ہے اور حج ہر ضعیف و ناتواں کا جہاد ہے۔ ہر چیز کی زکوٰۃ ہوتی ہے اور بدن کی زکوٰۃ روزہ ہے اور عورت کا جہاد شوہر سے حسن معاشرت ہے۔

(۱۳۷) وَقَالَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ

اِسۡتَنۡزِلُوا الرِّزۡقَ بِالصَّدَقَةِ.

(۱۳۷)

صدقہ کے ذریعہ روزی طلب کرو۔

(۱۳۸) وَقَالَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ

مَنۡ اَیۡقَنَ بِالۡخَلَفِ جَادَ بِالۡعَطِیَّةِ.

(۱۳۸)

جسے عوض کے ملنے کا یقین ہو وہ عطیہ دینے میں دریا دلی دکھاتا ہے۔

(۱۳۹) وَقَالَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ

تَنۡزِلُ الۡمَعُوۡنَةُ عَلٰی قَدۡرِ الۡمُؤۡنَةِ.

(۱۳۹)

جتنا خرچ ہو اتنی ہی امداد ملتی ہے۔

(۱٤۰) وَقَالَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ

مَا عَالَ مَنِ اقۡتَصَدَ.

(۱۴۰)

جو میانہ روی اختیار کرتا ہے وہ محتاج نہیں ہوتا۔

(۱٤۱) وَقَالَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ

قِلَّةُ الۡعِیَالِ اَحَدُ الۡیَسَارَیۡنِ.

(۱۴۱)

متعلقین کی کمی دو قسموں میں سے ایک قسم کی آسودگی ہے۔

(۱٤۲) وَقَالَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ

اَلتَّوَدُّدُ نِصۡفُ الۡعَقۡلِ.

(۱۴۲)

میل محبت پیدا کرنا عقل کا نصف حصہ ہے۔

(۱٤۳) وَقَالَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ

اَلۡهَمُّ نِصۡفُ الۡهَرَمِ.

(۱۴۳)

غم آدھا بڑھاپا ہے۔

(۱٤٤) وَقَالَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ

یَنۡزِلُ الصَّبۡرُ عَلٰی قَدۡرِ الۡمُصِیۡبَةِ، وَ مَنۡ ضَرَبَ یَدَهٗ عَلٰی فَخِذِهٖ عِنۡدَ مُصِیۡبَتِهٖ حَبِطَ عَمَلُهٗ.

(۱۴۴)

مصیبت کے اندازہ پر (اللہ کی طرف سے) صبر کی ہمت حاصل ہوتی ہے۔ جو شخص مصیبت کے وقت ران پر ہاتھ مارے اس کا عمل اکارت جاتا ہے۔

(١٤٥) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

كَمْ مِنْ صَآئِمٍ لَّيْسَ لَهٗ مِنْ صِيَامِهٖ اِلَّا الْجُوْعُ وَ الظَّمَاُ، وَ كَمْ مِنْ قَآئِمٍ لَّيْسَ لَهٗ مِنْ قِيَامِهٖ اِلَّا السَّهَرُ وَ الْعَنَآءُ، حَبَّذَا نَوْمُ الْاَكْيَاسِ وَاِفْطَارُهُمْ.

(١٤٦) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

سُوْسُوْۤا اِيْمَانَكُمْ بِالصَّدَقَةِ، وَ حَصِّنُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بِالزَّكٰوةِ، وَ ادْفَعُوْۤا اَمْوَاجَ الْبَلَآءِ بِالدُّعَآءِ.

(١٤٧) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لِكُمَيْلِ بْنِ زِيَادٍ النَّخَعِيِّ، قَالَ كُمَيْلُ بْنُ زِيَادٍ: اَخَذَ بِيَدِیْ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ عليه السلام، فَاَخْرَجَنِیْ اِلَى الْجَبَّانِ، فَلَمَّاۤ اَصْحَرَ تَنَفَّسَ الصُّعَدَآءَ ثُمَّ قَالَ:

يَا كُمَيْلَ بْنَ زِيَادٍ! اِنَّ هٰذِهِ الْقُلُوْبَ اَوْعِيَةٌ، فَخَيْرُهَا اَوْعَاهَا، فَاحْفَظْ عَنِّیْ مَاۤ اَقُوْلُ لَكَ:

اَلنَّاسُ ثَلَاثَةٌ: فَعَالِمٌ رَّبَّانِيٌّ، وَ مُتَعَلِّمٌ عَلٰى سَبِيْلِ نَجَاةٍ، وَ هَمَجٌ رَّعَاعٌ، اَتْبَاعُ كُلِّ نَاعِقٍ، يَمِيْلُوْنَ مَعَ كُلِّ رِيْحٍ، لَمْ يَسْتَضِيْٓئُوْا بِنُوْرِ الْعِلْمِ، وَ لَمْ يَلْجَؤُوْا اِلٰى رُكْنٍ وَّثِيْقٍ.

يَا كُمَيْلُ! اَلْعِلْمُ خَيْرٌ مِّنَ الْمَالِ: اَلْعِلْمُ

(۱۴۵)

بہت سے روزہ دار ایسے ہیں جنہیں روزوں کا ثمرہ بھوک پیاس کے علاوہ کچھ نہیں ملتا، اور بہت سے عابد شب زندہ دار ایسے ہیں جنہیں عبادت کے نتیجہ میں جاگنے اور زحمت اٹھانے کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ زیرک و دانا لوگوں کا سونا اور روزہ نہ رکھنا بھی قابل ستائش ہوتا ہے۔

(۱۴۶)

صدقہ سے اپنے ایمان کی نگہداشت اور زکوٰۃ سے اپنے مال کی حفاظت کرو، اور دُعا سے مصیبت و ابتلا کی لہروں کو دور کرو۔

(۱۴۷)

کمیل ابن زیاد نخعی کہتے ہیں کہ: امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑا اور قبرستان کی طرف لے چلے۔ جب آبادی سے باہر نکلے تو ایک لمبی آہ کی۔ پھر فرمایا:

اے کمیل! یہ دل اسرار و حکم کے ظروف ہیں۔ ان میں سب سے بہتر وہ ہے جو زیادہ نگہداشت کرنے والا ہو۔ لہٰذا تو جو میں تمہیں بتاؤں اسے یاد رکھنا:

دیکھو! تین قسم کے لوگ ہوتے ہیں: ایک عالم ربانی، دوسرا متعلم کہ جو نجات کی راہ پر برقرار رہے اور تیسرا عوام الناس کا وہ پست گروہ ہے کہ جو ہر پکارنے والے کے پیچھے ہو لیتا ہے اور ہر ہوا کے رخ پر مڑ جاتا ہے، نہ انہوں نے نور علم سے کسب ضیاء کیا، نہ کسی مضبوط سہارے کی پناہ لی۔

اے کمیل! یاد رکھو کہ علم مال سے بہتر ہے، (کیونکہ) علم تمہاری

يَحْرُسُكَ وَ اَنْتَ تَحْرُسُ الْمَالَ، وَ الْمَالُ تَنْقُصُهُ النَّفَقَةُ، وَ الْعِلْمُ يَزْكُوْ عَلَى الْاِنْفَاقِ، وَ صَنِيْعُ الْمَالِ يَزُوْلُ بِزَوَالِهٖ.

يَا كُمَيْلَ بْنَ زِيَادٍ! مَعْرِفَةُ الْعِلْمِ دِيْنٌ يُّدَانُ بِهٖ، بِهٖ يَكْسِبُ الْاِنْسَانُ الطَّاعَةَ فِيْ حَيَاتِهٖ، وَ جَمِيْلَ الْاُحْدُوْثَةِ بَعْدَ وَفَاتِهٖ، وَ الْعِلْمُ حَاكِمٌ، وَ الْمَالُ مَحْكُوْمٌ عَلَيْهِ.

يَا كُمَيْلُ! هَلَكَ خُزَّانُ الْاَمْوَالِ وَ هُمْ اَحْيَآءٌ، وَ الْعُلَمَآءُ بَاقُوْنَ مَا بَقِيَ الدَّهْرُ: اَعْيَانُهُمْ مَفْقُوْدَةٌ، وَ اَمْثَالُهُمْ فِي الْقُلُوْبِ مَوْجُوْدَةٌ.

هَا! اِنَّ هٰهُنَا لَعِلْمًا جَمًّا (وَ اَشَارَ اِلٰى صَدْرِهٖ:) لَوْ اَصَبْتُ لَهٗ حَمَلَةً!

بَلٰى اَصَبْتُ لَقِنًا غَيْرَ مَاْمُوْنٍ عَلَيْهِ، مُسْتَعْمِلًا اٰلَةَ الدِّيْنِ لِلدُّنْيَا، وَ مُسْتَظْهِرًا بِنِعَمِ اللهِ عَلٰى عِبَادِهٖ، وَ بِحُجَجِهٖ عَلٰۤى اَوْلِيَآئِهٖ، اَوْ مُنْقَادًا لِّحَمَلَةِ الْحَقِّ، لَا بَصِيْرَةَ لَهٗ فِيْۤ اَحْنَآئِهٖ، يَنْقَدِحُ الشَّكُّ فِيْ قَلْبِهٖ لِاَوَّلِ عَارِضٍ مِّنْ شُبْهَةٍ.

اَلَا لَا ذَا وَ لَا ذَاكَ!

اَوْ مَنْهُوْمًا بِاللَّذَّةِ، سَلِسَ الْقِيَادِ لِلشَّهْوَةِ، اَوْ مُغْرَمًا بِالْجَمْعِ وَ الْاِدِّخَارِ،

نگہداشت کرتا ہے اور مال کی تمہیں حفاظت کرنا پڑتی ہے، اور مال خرچ کرنے سے گھٹتا ہے لیکن علم صرف کرنے سے بڑھتا ہے، اور مال و دولت کے نتائج و اثرات مال کے فنا ہونے سے فنا ہو جاتے ہیں۔

اے کمیل! علم کی شناسائی ایک دین ہے کہ جس کی اقتدا کی جاتی ہے۔ اسی سے انسان اپنی زندگی میں دوسروں سے اپنی اطاعت منواتا ہے اور مرنے کے بعد نیک نامی حاصل کرتا ہے۔ یاد رکھو کہ علم حاکم ہوتا ہے اور مال محکوم۔

اے کمیل! مال اکٹھا کرنے والے زندہ ہونے کے باوجود مردہ ہوتے ہیں اور علم حاصل کرنے والے رہتی دنیا تک باقی رہتے ہیں۔ بے شک ان کے اجسام نظروں سے اوجھل ہو جاتے ہیں مگر ان کی صورتیں دلوں میں موجود رہتی ہیں۔

(اسکے بعد حضرتؑ نے اپنے سینہ اقدس کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا:) دیکھو! یہاں علم کا ایک بڑا ذخیرہ موجود ہے، کاش! اس کے اٹھانے والے مجھے مل جاتے۔

ہاں ملا کوئی تو یا ایسا جو ذہین تو ہے مگر ناقابل اطمینان ہے اور جو دنیا کیلئے دین کو آلۂ کار بنانے والا ہے اور اللہ کی ان نعمتوں کی وجہ سے اس کے بندوں پر اور اس کی حجتوں کی وجہ سے اس کے دوستوں پر تفوق و برتری جتلانے والا ہے۔ یا جو اربابِ حق و دانش کا مطیع تو ہے مگر اس کے دل کے گوشوں میں بصیرت کی روشنی نہیں ہے، بس ادھر ذرا سا شبہ عارض ہوا کہ اس کے دل میں شکوک و شبہات کی چنگاریاں بھڑکنے لگیں۔

تو معلوم ہونا چاہیے کہ نہ یہ اس قابل ہے اور نہ وہ اس قابل ہے۔

یا ایسا شخص ملتا ہے کہ جو لذتوں پر مٹا ہوا ہے اور بآسانی خواہش نفسانی کی راہ پر کھینچ جانے والا ہے۔ یا ایسا شخص جو جمع آوری و ذخیرہ اندوزی پر جان دیئے ہوئے ہے۔

لَيُسَا مِنْ رُّعَاةِ الدِّيْنِ فِيْ شَيْءٍ، اَقْرَبُ شَيْءٍ شَبَهًا بِهِمَا الْاَنْعَامُ السَّآئِمَةُ! كَذٰلِكَ يَمُوْتُ الْعِلْمُ بِمَوْتِ حَامِلِيْهِ.

اَللّٰهُمَّ بَلٰى! لَا تَخْلُو الْاَرْضُ مِنْ قَآئِمٍ لِلّٰهِ بِحُجَّةٍ، اِمَّا ظَاهِرًا مَّشْهُوْرًا، اَوْ خَآئِفًا مَّغْمُوْرًا، لِئَلَّا تَبْطُلَ حُجَجُ اللّٰهِ وَ بَيِّنَاتُهٗ.

وَ كَمْ ذَا وَ اَيْنَ اُولٰٓئِكَ؟ اُولٰٓئِكَ ـ وَاللّٰهِ ـ الْاَقَلُّوْنَ عَدَدًا، وَ الْاَعْظَمُوْنَ عِنْدَ اللّٰهِ قَدْرًا، يَحْفَظُ اللّٰهُ بِهِمْ حُجَجَهٗ وَ بَيِّنَاتِهٖ، حَتّٰى يُوْدِعُوْهَا نُظَرَآءَهُمْ، وَ يَزْرَعُوْهَا فِيْ قُلُوْبِ اَشْبَاهِهِمْ، هَجَمَ بِهِمُ الْعِلْمُ عَلٰى حَقِيْقَةِ الْبَصِيْرَةِ، وَ بَاشَرُوْا رُوْحَ الْيَقِيْنِ، وَ اسْتَلَانُوْا مَا اسْتَوْعَرَهُ الْمُتْرَفُوْنَ، وَ اَنِسُوْا بِمَا اسْتَوْحَشَ مِنْهُ الْجَاهِلُوْنَ، وَ صَحِبُوا الدُّنْيَا بِاَبْدَانٍ اَرْوَاحُهَا مُعَلَّقَةٌ بِالْمَحَلِّ الْاَعْلٰى، اُولٰٓئِكَ خُلَفَآءُ اللّٰهِ فِيْ اَرْضِهٖ، وَ الدُّعَاةُ اِلٰى دِيْنِهٖ، اٰهِ اٰهِ شَوْقًا اِلٰى رُؤْيَتِهِمْ!.

اِنْصَرِفْ يَا كُمَيْلُ اِذَا شِئْتَ.

یہ دونوں بھی دین کے کسی امر کی رعایت و پاسداری کرنیوالے نہیں ہیں۔ ان دونوں سے انتہائی قریبی شباہت چرنیوالے چوپائے رکھتے ہیں۔ اسی طرح تو علم کے خزینہ داروں کے مرنے سے علم ختم ہو جاتا ہے۔

ہاں! مگر زمین ایسے فرد سے خالی نہیں رہتی کہ جو خدا کی حجت کو برقرار رکھتا ہے۔ چاہے وہ ظاہر و مشہور ہو، یا خائف و پنہاں، تا کہ اللہ کی دلیلیں اور نشان مٹنے نہ پائیں۔

اور وہ ہیں ہی کتنے اور کہاں پر ہیں؟ خدا کی قسم! وہ تو گنتی میں بہت تھوڑے ہوتے ہیں اور اللہ کے نزدیک قدر و منزلت کے لحاظ سے بہت بلند۔ خداوند عالم انکے ذریعہ سے اپنی حجتوں اور نشانیوں کی حفاظت کرتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ ان کو اپنے ایسوں کے سپرد کر دیں اور اپنے ایسوں کے دلوں میں انہیں بو دیں۔ علم نے انہیں ایک دم حقیقت و بصیرت کے انکشافات تک پہنچا دیا ہے۔ وہ یقین و اعتماد کی روح سے گھل مل گئے ہیں اور ان چیزوں کو جنہیں آرام پسند لوگوں نے دشوار قرار دے رکھا تھا اپنے لئے سہل و آسان سمجھ لیا ہے، اور جن چیزوں سے جاہل بھڑک اٹھتے ہیں ان سے وہ جی لگائے بیٹھے ہیں۔ وہ ایسے جسموں کے ساتھ دنیا میں رہتے سہتے ہیں کہ جن کی روحیں ملاء اعلیٰ سے وابستہ ہیں۔ یہی لوگ تو زمین میں اللہ کے نائب اور اسکے دین کی طرف دعوت دینے والے ہیں۔ ہائے ان کی دید کیلئے میرے شوق کی فراوانی!۔

(پھر حضرتؑ نے کمیل سے فرمایا:) اے کمیل! (مجھے جو کچھ کہنا تھا کہہ چکا)، اب جس وقت چاہو واپس جاؤ۔

کمیل ابن زیاد نخعی رحمہ اللہ اسرار امامت کے خزینہ دار اور امیر المومنین علیہ السلام کے خواص اصحاب میں سے تھے۔ علم و فضل میں بلند مرتبہ اور زہد و ورع میں امتیاز خاص کے حامل تھے۔ حضرتؑ کی طرف سے کچھ عرصہ تک ہیت کے عامل رہے۔ ۸۳ ہجری میں ۹۰ برس کی عمر میں حجاج ابن یوسف ثقفی کے ہاتھ سے شہید ہوئے اور بیرون کوفہ دفن ہوئے۔

☆☆☆☆☆

(١٤٨) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْمَرْءُ مَخْبُوْءٌ تَحْتَ لِسَانِهٖ.

(۱۴۸)

انسان اپنی زبان کے نیچے چھپا ہوا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ انسان کی قدر و قیمت کا اندازہ اس کی گفتگو سے ہوجاتا ہے۔ کیونکہ ہر شخص کی گفتگو اس کی ذہنی و اخلاقی حالت کی آئینہ دار ہوتی ہے جس سے اس کے خیالات و جذبات کا بڑی آسانی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ لہٰذا جب تک وہ خاموش ہے اس کا عیب و ہنر پوشیدہ ہے اور جب اس کی زبان کھلتی ہے تو اس کا جوہر نمایاں ہوجاتا ہے۔

مرد پنہان است در زیر زبان خویشتن　　　قیمت و قدرش ندانی تا نیاید در سخن

☆☆☆☆☆

(١٤٩) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

هَلَكَ امْرُؤٌ لَّمْ يَعْرِفْ قَدْرَهٗ.

(۱۴۹)

جو شخص اپنی قدر و منزلت کو نہیں پہچانتا وہ ہلاک ہوجاتا ہے۔

(١٥٠) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لِرَجُلٍ سَئَلَهٗ اَنْ يَّعِظَهٗ:

لَا تَكُنْ مِّمَّنْ يَّرْجُو الْاٰخِرَةَ بِغَيْرِ الْعَمَلِ، وَ يُرَجِّى التَّوْبَةَ بِطُوْلِ الْاَمَلِ، يَقُوْلُ فِى الدُّنْيَا بِقَوْلِ الزَّاهِدِيْنَ، وَ يَعْمَلُ فِيْهَا بِعَمَلِ الرَّاغِبِيْنَ، اِنْ اُعْطِىَ مِنْهَا لَمْ يَشْبَعْ، وَ اِنْ مُّنِعَ مِنْهَا لَمْ يَقْنَعْ، يَعْجِزُ عَنْ شُكْرِ مَاۤ اُوْتِىَ، وَ يَبْتَغِى الزِّيَادَةَ فِيْمَا بَقِىَ.

يَنْهٰى وَ لَا يَنْتَهِىْ، وَ يَاْمُرُ بِمَا لَا يَاْتِىْ، يُحِبُّ الصّٰلِحِيْنَ وَ لَا يَعْمَلُ عَمَلَهُمْ، وَ يُبْغِضُ الْمُذْنِبِيْنَ وَ هُوَ اَحَدُهُمْ، يَكْرَهُ الْمَوْتَ لِكَثْرَةِ ذُنُوْبِهٖ، وَ يُقِيْمُ عَلٰى مَا يَكْرَهُ الْمَوْتَ لَهٗ.

(۱۵۰)

ایک شخص نے آپؑ سے پند و موعظت کی درخواست کی تو فرمایا:

تم کو ان لوگوں میں سے نہ ہونا چاہیے کہ جو عمل کے بغیر حسنِ انجام کی امید رکھتے ہیں اور امیدیں بڑھا کر توبہ کو تاخیر میں ڈال دیتے ہیں۔ جو دنیا کے بارے میں زاہدوں کی سی باتیں کرتے ہیں مگر ان کے اعمال دنیا طلبوں کے سے ہوتے ہیں۔ اگر دنیا انہیں ملے تو وہ سیر نہیں ہوتے اور اگر نہ ملے تو قناعت نہیں کرتے۔ جو انہیں ملا ہے اس پر شکر سے قاصر رہتے ہیں اور جو بچ رہا اسکے اضافہ کے خواہشمند رہتے ہیں۔

دوسروں کو منع کرتے ہیں اور خود باز نہیں آتے اور دوسروں کو حکم دیتے ہیں ایسی باتوں کا جنہیں خود بجا نہیں لاتے۔ نیکوں کو دوست رکھتے ہیں مگر ان کے سے اعمال نہیں کرتے اور گنہگاروں سے نفرت و عناد رکھتے ہیں حالانکہ وہ خود انہی میں داخل ہیں۔ اپنے گناہوں کی کثرت کے باعث موت کو برا سمجھتے ہیں مگر جن گناہوں کی وجہ سے موت کو ناپسند کرتے ہیں انہی پر قائم ہیں۔

اِنْ سَقِمَ ظَلَّ نَادِمًا، وَ اِنْ صَحَّ اٰمِنَ لَاهِيًا، يُعْجِبُ بِنَفْسِهٖ اِذَا عُوْفِيَ، وَ يَقْنَطُ اِذَا ابْتُلِيَ، اِنْ اَصَابَهٗ بَلَآءٌ دَعَا مُضْطَرًّا، وَ اِنْ نَّالَهٗ رَخَآءٌ اَعْرَضَ مُغْتَرًّا،

تَغْلِبُهٗ نَفْسُهٗ عَلٰى مَا يَظُنُّ، وَ لَا يَغْلِبُهَا عَلٰى مَا يَسْتَيْقِنُ، يَخَافُ عَلٰى غَيْرِهٖ بِاَدْنٰى مِنْ ذَنْبِهٖ، وَ يَرْجُوْ لِنَفْسِهٖ بِاَكْثَرَ مِنْ عَمَلِهٖ، اِنِ اسْتَغْنٰى بَطِرَ وَ فُتِنَ، وَ اِنِ افْتَقَرَ قَنَطَ وَ وَهَنَ، يُقَصِّرُ اِذَا عَمِلَ، وَ يُبَالِغُ اِذَا سَئَلَ.

اِنْ عَرَضَتْ لَهٗ شَهْوَةٌ اَسْلَفَ الْمَعْصِيَةَ وَ سَوَّفَ التَّوْبَةَ، وَ اِنْ عَرَتْهُ مِحْنَةٌ انْفَرَجَ عَنْ شَرَآئِطِ الْمِلَّةِ، يَصِفُ الْعِبْرَةَ وَ لَا يَعْتَبِرُ، وَ يُبَالِغُ فِي الْمَوْعِظَةِ وَ لَا يَتَّعِظُ، فَهُوَ بِالْقَوْلِ مُدِلٌّ، وَ مِنَ الْعَمَلِ مُقِلٌّ، يُنَافِسُ فِيْمَا يَفْنٰى، وَ يُسَامِحُ فِيْمَا يَبْقٰى، يَرَى الْغُنْمَ مَغْرَمًا، وَ الْغُرْمَ مَغْنَمًا.

يَخْشَى الْمَوْتَ وَ لَا يُبَادِرُ الْفَوْتَ،

اگر بیمار پڑتے ہیں تو پشیمان ہوتے ہیں اور تندرست ہوتے ہیں تو مطمئن ہو کر کھیل کود میں پڑ جاتے ہیں۔ جب بیماری سے چھٹکارا پاتے ہیں تو اترانے لگتے ہیں اور مبتلا ہوتے ہیں تو ان پر مایوسی چھا جاتی ہے۔ جب کسی سختی و ابتلا میں پڑتے ہیں تو لاچار و بے بس ہو کر دُعائیں مانگتے ہیں اور جب فراخ دستی نصیب ہوتی ہے تو فریب میں مبتلا ہو کر منہ پھیر لیتے ہیں۔

ان کا نفس خیالی باتوں پر انہیں قابو میں لے آتا ہے اور وہ یقینی باتوں پر اسے نہیں دبا لیتے۔ دوسروں کیلئے ان کے گناہ سے زیادہ خطرہ محسوس کرتے ہیں اور اپنے لئے اپنے اعمال سے زیادہ جزا کے متوقع رہتے ہیں۔ اگر مالدار ہو جاتے ہیں تو اترانے لگتے ہیں اور فتنہ و گمراہی میں پڑ جاتے ہیں اور اگر فقیر ہو جاتے ہیں تو ناامید ہو جاتے ہیں اور سستی کرنے لگتے ہیں۔ جب عمل کرتے ہیں تو اس میں سستی کرتے ہیں اور جب مانگنے پر آتے ہیں تو اصرار میں حد سے بڑھ جاتے ہیں۔

اگر ان پر خواہش نفسانی کا غلبہ ہوتا ہے تو گناہ جلد سے جلد کرتے ہیں اور توبہ کو تعویق میں ڈالتے رہتے ہیں۔ اگر کوئی مصیبت لاحق ہوتی ہے تو جماعتِ اسلامی کے خصوصی امتیازات سے الگ ہو جاتے ہیں۔ عبرت کے واقعات بیان کرتے ہیں مگر خود عبرت حاصل نہیں کرتے اور وعظ و نصیحت میں زور باندھتے ہیں مگر خود اس نصیحت کا اثر نہیں لیتے۔ چنانچہ وہ بات کرنے میں تو اونچے رہتے ہیں مگر عمل میں کم ہی کم رہتے ہیں۔ فانی چیزوں میں نفسی نفسی کرتے ہیں اور باقی رہنے والی چیزوں میں سہل انگاری سے کام لیتے ہیں۔ وہ نفع کو نقصان اور نقصان کو نفع خیال کرتے ہیں۔

موت سے ڈرتے ہیں مگر فرصت کا موقع نکل جانے سے پہلے

يَسْتَعْظِمُ مِنْ مَّعْصِيَةِ غَيْرِهٖ مَا يَسْتَقِلُّ اَكْثَرَ مِنْهُ مِنْ نَّفْسِهٖ، وَ يَسْتَكْثِرُ مِنْ طَاعَتِهٖ مَا يَحْقِرُهٗ مِنْ طَاعَةِ غَيْرِهٖ. فَهُوَ عَلَى النَّاسِ طَاعِنٌ، وَ لِنَفْسِهٖ مُدَاهِنٌ.

اعمال میں جلدی نہیں کرتے۔ دوسرے کے ایسے گناہ کو بہت بڑا سمجھتے ہیں جس سے بڑے گناہ کو خود اپنے لئے چھوٹا خیال کرتے ہیں، اور اپنی ایسی اطاعت کو زیادہ سمجھتے ہیں جسے دوسرے سے کم سمجھتے ہیں، لہٰذا وہ لوگوں پر معترض ہوتے ہیں اور اپنے نفس کی چکنی چپڑی باتوں سے تعریف کرتے ہیں۔

اَللَّهْوُ مَعَ الْاَغْنِيَآءِ اَحَبُّ اِلَيْهِ مِنَ الذِّكْرِ مَعَ الْفُقَرَآءِ، يَحْكُمُ عَلٰى غَيْرِهٖ لِنَفْسِهٖ وَ لَا يَحْكُمُ عَلَيْهَا لِغَيْرِهٖ، يُرْشِدُ غَيْرَهٗ وَ يُغْوِيْ نَفْسَهٗ، فَهُوَ يُطَاعُ وَ يَعْصِيْ، وَ يَسْتَوْفِيْ وَ لَا يُوْفِيْ، وَ يَخْشَى الْخَلْقَ فِيْ غَيْرِ رَبِّهٖ، وَ لَا يَخْشٰى رَبَّهٗ فِيْ خَلْقِهٖ.

دولتمندوں کے ساتھ طرب و نشاط میں مشغول رہنا انہیں غریبوں کے ساتھ محفل ذکر میں شرکت سے زیادہ پسند ہے۔ اپنے حق میں دوسرے کے خلاف حکم لگاتے ہیں، لیکن کبھی یہ نہیں کرتے کہ دوسرے کے حق میں اپنے خلاف حکم لگائیں۔ اوروں کو ہدایت کرتے ہیں اور اپنے کو گمراہی کی راہ پر لگاتے ہیں۔ وہ اطاعت لیتے ہیں اور خود نافرمانی کرتے ہیں، اور حق پورا پورا وصول کر لیتے ہیں مگر خود ادا نہیں کرتے۔ وہ اپنے پروردگار کو نظر انداز کر کے مخلوق سے خوف کھاتے ہیں اور مخلوقات کے بارے میں اپنے پروردگار سے نہیں ڈرتے۔

وَ لَوْ لَمْ يَكُنْ فِيْ هٰذَا الْكِتَابِ اِلَّا هٰذَا الْكَلَامُ لَكَفٰى بِهٖ مَوْعِظَةً نَّاجِعَةً، وَ حِكْمَةً بَالِغَةً، وَ بَصِيْرَةً لِّمُبْصِرٍ، وَ عِبْرَةً لِّنَاظِرٍ مُّفَكِّرٍ.

سیّد رضیؒ فرماتے ہیں کہ: اگر اس کتاب میں صرف ایک یہی کلام ہوتا تو کامیاب موعظہ اور مؤثر حکمت اور چشم بینا رکھنے والے کیلئے بصیرت اور نظر و فکر کرنے والے کیلئے عبرت کے اعتبار سے بہت کافی تھا۔

(۱۵۱) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لِكُلِّ امْرِئٍ عَاقِبَةٌ حُلْوَةٌ اَوْ مُرَّةٌ.

(۱۵۱)

ہر شخص کا ایک انجام ہے۔ اب خواہ وہ شیریں ہو یا تلخ۔

(۱۵۲) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لِكُلِّ مُقْبِلٍ اِدْبَارٌ، وَ مَاۤ اَدْبَرَ كَاَنْ لَّمْ يَكُنْ.

(۱۵۲)

ہر آنے والے کیلئے پلٹنا ہے اور جب پلٹ گیا تو جیسے کبھی تھا ہی نہیں۔

(۱۵۳) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَا يَعْدَمُ الصَّبُوْرُ الظَّفَرَ، وَ اِنْ طَالَ بِهِ الزَّمَانُ.

(۱۵۳)

صبر کرنے والا ظفر و کامرانی سے محروم نہیں ہوتا۔ چاہے اس میں طویل زمانہ لگ جائے۔

(۱۵٤) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلرَّاضِیْ بِفِعْلِ قَوْمٍ كَالدَّاخِلِ فِیْهِ مَعَهُمْ، وَ عَلٰى كُلِّ دَاخِلٍ فِیْ بَاطِلٍ اِثْمَانِ: اِثْمُ الْعَمَلِ بِهٖ، وَ اِثْمُ الرِّضٰى بِهٖ.

(۱۵۴)

کسی جماعت کے فعل پر رضا مند ہونے والا ایسا ہے جیسے اس کے کام میں شریک ہو، اور غلط کام میں شریک ہونے والے پر دو گناہ ہیں: ایک اس پر عمل کرنے کا اور ایک اس پر رضا مند ہونے کا۔

(۱۵۵) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِعْتَصِمُوْا بِالذِّمَمِ فِیْۤ اَوْتَادِهَا.

(۱۵۵)

عہد و پیمان کی ذمہ داریوں کو ان سے وابستہ کرو جو میخوں کے ایسے (مضبوط) ہوں۔

(۱۵٦) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

عَلَیْكُمْ بِطَاعَةِ مَنْ لَا تُعْذَرُوْنَ بِجَهَالَتِهٖ.

(۱۵۶)

تم پر اطاعت بھی لازم ہے ان کی جن سے ناواقف رہنے کی بھی تمہیں معافی نہیں۔

خداوند عالم نے اپنے عدل و رحمت سے جس طرح دین کی طرف رہبری و رہنمائی کرنے کیلئے انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ جاری کیا اسی طرح سلسلۂ نبوت کے ختم ہونے کے بعد دین کو تبدیل و تحریف سے محفوظ رکھنے کیلئے امامت کا نفاذ کیا تا کہ ہر امام اپنے اپنے دور میں تعلیمات الٰہیہ کو خواہش پرستی کی زد سے بچا کر اسلام کے صحیح احکام کی رہنمائی کرتا رہے۔ اور جس طرح شریعت کے مبلغ کی معرفت واجب ہے اسی طرح شریعت کے محافظ کی بھی معرفت ضروری ہے اور جاہل کو اس میں معذور نہیں قرار دیا جا سکتا۔ کیونکہ منصب امامت پر صدہا ایسے دلائل و شواہد موجود ہیں جن سے کسی بابصیرت کیلئے گنجائش انکار نہیں ہو سکتی چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

مَنْ مَّاتَ وَلَمْ يَعْرِفْ اِمَامَ زَمَانِهٖ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً.

جو شخص اپنے دور حیات کے امام کو نہ پہچانے اور دنیا سے اٹھ جائے، اس کی موت کفر و ضلالت کی موت ہے۔

ابن ابی الحدید نے بھی اس ذات سے کہ جس سے ناواقفیت و جہالت عذر مسموع نہیں بن سکتی حضرت کی ذات کو مراد لیا ہے اور ان کی اطاعت کا اعتراف اور منکر امامت کے غیر ناجی ہونے کا اقرار کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ:

مَنْ جَهِلَ اِمَامَةَ عَلِيٍّ عليه السلام، وَ اَنْكَرَ صِحَّتَهَا وَ لُزُوْمَهَا، فَهُوَ عِنْدَ اَصْحَابِنَا مُخَلَّدٌ فِي النَّارِ، لَا يَنْفَعُهٗ صَوْمٌ وَّ لَا صَلٰوةٌ، لِاَنَّ الْمَعْرِفَةَ بِذٰلِكَ مِنَ الْاُصُوْلِ الْكُلِّيَّةِ الَّتِيْ هِيَ اَرْكَانُ الدِّيْنِ، وَ لٰكِنَّا لَا نُسَمِّيْ مُنْكِرَ اِمَامَتِهٖ كَافِرًا، بَلْ نُسَمِّيْهِ فَاسِقًا وَّ خَارِجِيًّا وَّ مَارِقًا وَّ نَحْوَ ذٰلِكَ، وَ الشِّيْعَةُ تُسَمِّيْهِ كَافِرًا، فَهٰذَا هُوَ الْفَرْقُ بَيْنَنَا وَ بَيْنَهُمْ، وَ هُوَ فِي

اللَّفْظِ، لَا فِی الْمَعْنٰی.

جو شخص حضرت علی علیہ السلام کی امامت سے جاہل اور اس کی صحت ولزوم کا منکر ہو، وہ ہمارے اصحاب کے نزدیک ہمیشہ کیلئے جہنمی ہے۔ نہ اسے نماز فائدہ دے سکتی ہے، نہ روزہ۔ کیونکہ معرفت امامت ان بنیادی اصولوں میں شمار ہوتی ہے جو دین کے مسلمہ ارکان ہیں۔ البتہ ہم آپؑ کی امامت کے منکر کو کافر کے نام سے نہیں پکارتے، بلکہ اسے فاسق، خارجی اور بے دین وغیرہ کے ناموں سے یاد کرتے ہیں۔ اور شیعہ ایسے شخص کو کافر سے تعبیر کرتے ہیں اور یہی ہمارے اصحاب اور ان میں فرق ہے۔ مگر صرف لفظی فرق ہے، کوئی واقعی اور معنوی فرق نہیں ہے۔

(شرح ابن ابی الحدید، ج ۴، ص ۱۳۱۹)

☆☆☆☆☆

(۱۵۷) وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

قَدْ بُصِّرْتُمْ اِنْ اَبْصَرْتُمْ، وَ قَدْ هُدِیْتُمْ اِنِ اهْتَدَیْتُمْ، وَ اُسْمِعْتُمْ اِنِ اسْتَمَعْتُمْ.

(۱۵۷)

اگر تم دیکھو تو تمہیں دکھایا جا چکا ہے اور اگر تم ہدایت حاصل کرو تو تمہیں ہدایت کی جا چکی ہے اور اگر سننا چاہو تو تمہیں سنایا جا چکا ہے۔

(۱۵۸) وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

عَاتِبْ اَخَاكَ بِالْاِحْسَانِ اِلَیْهِ، وَ ارْدُدْ شَرَّهٗ بِالْاِنْعَامِ عَلَیْهِ.

(۱۵۸)

اپنے بھائی کو شرمندۂ احسان بنا کر سرزنش کرو اور لطف و کرم کے ذریعہ سے اس کے شر کو دور کرو۔

اگر برائی کا جواب برائی سے اور گالی کا جواب گالی سے دیا جائے تو اس سے دشمنی و نزاع کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ اور اگر برائی سے پیش آنے والے کے ساتھ نرمی و ملائمت کا رویہ اختیار کیا جائے تو وہ بھی اپنا رویہ بدلنے پر مجبور ہو جائے گا۔ چنانچہ ایک دفعہ امام حسن علیہ السلام بازار مدینہ میں سے گزر رہے تھے کہ ایک شامی نے آپؑ کی جاذب نظر شخصیت سے متاثر ہو کر لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کون ہیں؟ اسے بتایا گیا کہ یہ حسن ابن علی علیہما السلام ہیں۔ یہ سن کر اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی اور آپؑ کے قریب آ کر انہیں برا بھلا کہنا شروع کیا۔ مگر آپؑ خاموشی سے سنتے رہے۔ جب وہ چپ ہوا تو آپؑ نے فرمایا کہ: معلوم ہوتا ہے کہ تم یہاں نووارد ہو؟ اس نے کہا کہ: ہاں ایسا ہی ہے۔ فرمایا کہ: پھر تم میرے ساتھ چلو، میرے گھر میں ٹھہرو، اگر تمہیں کوئی حاجت ہو گی تو میں اسے پورا کروں گا اور مالی امداد کی ضرورت ہو گی تو مالی امداد بھی دوں گا۔ جب اس نے اپنی سخت و درشت باتوں کے جواب میں یہ نرم روی و خوش اخلاقی دیکھی تو شرم سے پانی پانی ہو گیا اور اپنے گناہ کا اعتراف کرتے ہوئے عفو کا طالب ہوا، اور جب آپؑ سے رخصت ہوا تو روئے زمین پر ان سے زیادہ کسی اور کی قدر و منزلت اس کی نگاہ میں نہ تھی۔

اگر مردی اَحْسِنْ اِلٰی مَنْ اَسَآءَ

☆☆☆☆☆

(۱۵۹) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَنْ وَّضَعَ نَفْسَهٗ مَوَاضِعَ التُّهَمَةِ فَلَا يَلُوْمَنَّ مَنْ اَسَآءَ بِهِ الظَّنَّ.

(۱۵۹)

جو شخص بدنامی کی جگہوں پر اپنے کو لے جائے تو پھر اسے برا نہ کہے جو اس سے بدظن ہو۔

(۱۶۰) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَنْ مَّلَكَ اسْتَاْثَرَ.

(۱۶۰)

جو اقتدار حاصل کر لیتا ہے جانبداری کرنے ہی لگتا ہے۔

(۱۶۱) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَنِ اسْتَبَدَّ بِرَاْيِهٖ هَلَكَ، وَ مَنْ شَاوَرَ الرِّجَالَ شَارَكَهَا فِيْ عُقُوْلِهَا.

(۱۶۱)

جو خود رائی سے کام لے گا وہ تباہ و برباد ہو گا، اور جو دوسروں سے مشورہ لے گا وہ ان کی عقلوں میں شریک ہو جائے گا۔

(۱۶۲) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَنْ كَتَمَ سِرَّهٗ كَانَتِ الْخِيَرَةُ بِيَدِهٖ.

(۱۶۲)

جو اپنے راز کو چھپائے رہے گا اسے پورا قابو رہے گا۔

(۱۶۳) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْفَقْرُ الْمَوْتُ الْاَكْبَرُ.

(۱۶۳)

فقیری سب سے بڑی موت ہے۔

(۱۶۴) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَنْ قَضٰى حَقَّ مَنْ لَّا يَقْضِيْ حَقَّهٗ فَقَدْ عَبَدَهٗ.

(۱۶۴)

جو ایسے کا حق ادا کرے کہ جو اس کا حق ادا نہ کرتا ہو تو وہ اس کی پرستش کرتا ہے۔

(۱۶۵) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِيْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ.

(۱۶۵)

خالق کی معصیت میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں ہے۔

(۱۶۶) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَا يُعَابُ الْمَرْءُ بِتَاْخِيْرِ حَقِّهٖ، اِنَّمَا يُعَابُ مَنْ اَخَذَ مَا لَيْسَ لَهٗ.

(۱۶۶)

اگر کوئی شخص اپنے حق میں دیر کرے تو اس پر عیب نہیں لگایا جا سکتا، بلکہ عیب کی بات یہ ہے کہ انسان دوسرے کے حق پر چھاپا مارے۔

(١٦٧) وَقَالَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ

(١٦٧)

اَلۡاِعۡجَابُ يَمۡنَعُ مِنَ الۡاِزۡدِيَادِ.

خود پسندی ترقی سے مانع ہوتی ہے۔

جو شخص جویائے کمال ہوتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ ابھی وہ کمال سے عاری ہے، اس سے منزل کمال پر فائز ہونے کی توقع کی جاسکتی ہے۔ لیکن جو شخص اس غلط فہمی میں مبتلا ہو کہ وہ تمام و کمال ترقی کے مدارج طے کر چکا ہے وہ حصول کمال کیلئے سعی وطلب کی ضرورت محسوس نہیں کرے گا۔ کیونکہ وہ بزعم خود کمال کی تمام منزلیں ختم کر چکا ہے اب اسے کوئی منزل نظر ہی نہیں آتی کہ اس کیلئے تگ و دو کرے چنانچہ یہ خود پسند و برخود غلط انسان ہمیشہ کمال سے محروم ہی رہے گا۔ اور یہ خود پسندی اس کیلئے ترقی کی راہیں مسدود کر دے گی۔

☆☆☆☆☆

(١٦٨) وَقَالَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ

(١٦٨)

اَلۡاَمۡرُ قَرِيۡبٌ وَّ الۡاِصۡطِحَابُ قَلِيۡلٌ.

آخرت کا مرحلہ قریب اور (دنیا میں) باہمی رفاقت کی مدت کم ہے۔

(١٦٩) وَقَالَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ

(١٦٩)

قَدۡ اَضَآءَ الصُّبۡحُ لِذِیۡ عَيۡنَيۡنِ.

آنکھ والے کیلئے صبح روشن ہو چکی ہے۔

(١٧٠) وَقَالَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ

(١٧٠)

تَرۡكُ الذَّنۡبِ اَهۡوَنُ مِنۡ طَلَبِ الۡمَعُوۡنَةِ.

ترک گناہ کی منزل بعد میں مدد مانگنے سے آسان ہے۔

اول مرتبہ میں گناہ سے باز رہنا اتنا مشکل نہیں ہوتا، جتنا گناہ سے مانوس اور اس کی لذت سے آشنا ہونے کے بعد۔ کیونکہ انسان جس چیز کا خوگر ہو جاتا ہے اس کے بجالانے میں طبیعت پر بار محسوس نہیں کرتا لیکن اسے چھوڑنے میں لوہے لگ جاتے ہیں اور جوں جوں عادت پختہ ہوتی جاتی ہے ضمیر کی آواز کمزور پڑ جاتی ہے اور توبہ میں دشواریاں حائل ہو جاتی ہیں۔ لہٰذا یہ کہہ کر دل کو ڈھارس دیتے رہنا کہ ''پھر توبہ کر لیں گے''، اکثر بے نتیجہ ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ جب ابتدا میں گناہ سے دستبردار ہونے میں دشواری محسوس ہو رہی ہے تو گناہ کی مدت کو بڑھا لے جانے کے بعد توبہ دشوار تر ہو جائے گی۔

☆☆☆☆☆

(۱۷۱) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(۱۷۱)

كَمْ مِّنْ اَكْلَةٍ مَنَعَتْ اَكَلَاتٍ!.

بسا اوقات ایک دفعہ کا کھانا بہت دفعہ کے کھانوں سے مانع ہوجاتا ہے۔

یہ ایک مَثَل ہے جو ایسے موقع پر استعمال ہوتی ہے جہاں کوئی شخص ایک فائدہ کے پیچھے اس طرح کھو جائے کہ اسے دوسرے فائدوں سے ہاتھ اٹھالینا پڑے۔ جس طرح وہ شخص کہ جو ناموافق طبع یا ضرورت سے زیادہ کھالے تو اسے بہت سے کھانوں سے محروم ہونا پڑتا ہے۔

☆☆☆☆☆

(۱۷۲) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(۱۷۲)

اَلنَّاسُ اَعْدَآءُ مَا جَهِلُوْا.

لوگ اس چیز کے دشمن ہوتے ہیں جسے نہیں جانتے۔

انسان جس علم وفن سے واقف ہوتا ہے اسے بڑی اہمیت دیتا ہے اور جس علم سے عاری ہوتا ہے اسے غیر اہم قرار دے کر اس کی تنقیص و مذمت کرتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ وہ یہ دیکھتا ہے کہ جس محفل میں اس علم وفن پر گفتگو ہوتی ہے اسے ناقابل اعتنا سمجھ کر نظر انداز کر دیا جاتا ہے، جس سے وہ ایک طرح کی سبکی محسوس کرتا ہے اور یہ سبکی اس کیلئے اذیت کا باعث ہوتی ہے۔ اور انسان جس چیز سے بھی اذیت محسوس کرے گا اس سے طبعاً نفرت کرے گا اور اس سے بغض رکھے گا۔ چنانچہ افلاطون سے دریافت کیا گیا کہ: کیا وجہ ہے کہ نہ جاننے والا جاننے والے سے بغض رکھتا ہے، مگر جاننے والا نہ جاننے والے سے بغض وعناد نہیں رکھتا؟ اس نے کہا کہ: چونکہ نہ جاننے والا اپنے اندر ایک نقص محسوس کرتا ہے اور یہ گمان کرتا ہے کہ جاننے والا اس کی جہالت کی بنا پر اسے حقیر و پست سمجھتا ہوگا جس سے متاثر ہو کر وہ اس سے بغض رکھتا ہے اور جاننے والا چونکہ جہالت کے نقص سے بری ہوتا ہے، اس لئے وہ یہ تصور نہیں کرتا کہ نہ جاننے والا اسے حقیر سمجھتا ہوگا۔ اس لئے کوئی وجہ نہیں ہوتی کہ وہ اس سے بغض رکھے۔

☆☆☆☆☆

(۱۷۳) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَنِ اسْتَقْبَلَ وُجُوْهَ الْاٰرَآءِ عَرَفَ مَوَاقِعَ الْخَطَاِ.

(۱۷۳)

جو شخص مختلف رایوں کا سامنا کرتا ہے وہ خطا و لغزش کے مقامات کو پہچان لیتا ہے۔

(۱۷۴) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَن اَحَدَّ سِنَانَ الْغَضَبِ لِلّٰهِ قَوِیَ عَلٰی قَتْلِ اَشِدَّآءِ الْبَاطِلِ.

(۱۷۴)

جو شخص اللہ کی خاطر سنانِ غضب تیز کرتا ہے وہ باطل کے سورماؤں کے قتل پر توانا ہو جاتا ہے۔

جو شخص محض اللہ کی خاطر باطل سے ٹکرانے کیلئے اٹھ کھڑا ہوتا ہے اسے خداوند عالم کی طرف سے تائید و نصرت حاصل ہوتی ہے اور کمزوری و بے سروسامانی کے باوجود باطل قوتیں اس کے عزم میں تزلزل اور ثبات قدم میں جنبش پیدا نہیں کر سکتیں اور اگر اس کے اقدام میں ذاتی غرض شریک ہو تو اسے بڑی آسانی سے اس کے ارادہ سے باز رکھا جا سکتا ہے۔ چنانچہ سید نعمت جزائری علیہ الرحمہ نے ''زہر الربیع'' میں تحریر کیا ہے کہ: ایک شخص نے کچھ لوگوں کو ایک درخت کی پرستش کرتے دیکھا تو اُس نے جذبۂ دینی سے متاثر ہو کر اس درخت کو کاٹنے کا ارادہ کیا۔ اور جب تیشہ لے کر آگے بڑھا تو شیطان نے اس کا راستہ روکا اور پوچھا کہ کیا ارادہ ہے؟ اس نے کہا کہ میں اس درخت کو کاٹنا چاہتا ہوں تاکہ لوگ اس مشرکانہ طریق عبادت سے باز رہیں۔ شیطان نے کہا کہ تمہیں اس سے کیا مطلب؟ وہ جانیں اور ان کا کام۔ مگر وہ اپنے ارادہ پر جما رہا۔ جب شیطان نے دیکھا کہ یہ ایسا کر ہی گزرے گا تو اس نے کہا کہ اگر تم واپس چلے جاؤ تو میں تمہیں چار درہم ہر روز دیا کروں گا جو تمہیں بستر کے نیچے سے مل جایا کریں گے۔ یہ سن کر اس کی نیت ڈانواں ڈول ہونے لگی اور کہا کہ کیا ایسا ہو سکتا ہے؟ اس نے کہا کہ تجربہ کر کے دیکھ لو، اگر ایسا نہ ہوا تو درخت کے کاٹنے کا موقع پھر بھی تمہیں مل سکتا ہے۔ چنانچہ وہ لالچ میں آ کر پلٹ آیا اور دوسرے دن وہ درہم اسے بستر کے نیچے سے مل گئے، مگر دو چار روز کے بعد یہ سلسلہ ختم ہو گیا۔ اب وہ پھر طیش میں آیا اور تیشہ لے کر درخت کی طرف بڑھا کہ شیطان نے آگے بڑھ کر کہا کہ اب تمہارے بس میں نہیں کہ تم اسے کاٹ سکو، کیونکہ پہلی دفعہ تم صرف اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کیلئے نکلے تھے اور اب چند پیسوں کی خاطر نکلے ہو۔ لہٰذا تم نے ہاتھ اٹھایا تو میں تمہاری گردن توڑ دوں گا۔ چنانچہ وہ بے نیل مرام پلٹ آیا۔

☆☆☆☆☆

(۱۷۵) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِذَا هِبْتَ اَمْرًا فَقَعْ فِيْهِ، فَاِنَّ شِدَّةَ تَوَقِّيْهِ اَعْظَمُ مِمَّا تَخَافُ مِنْهُ.

(۱۷۵)

جب کسی امر سے دہشت محسوس کرو تو اس میں پھاند پڑو، اس لئے کہ کھٹکا لگا رہنا اس ضرر سے کہ جس کا خوف ہے، زیادہ تکلیف دہ چیز ہے۔

(۱۷۶) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(۱۷۶)

اٰلَةُ الرِّيَاسَةِ سَعَةُ الصَّدْرِ.

سربرآوردہ ہونے کا ذریعہ سینہ کی وسعت ہے۔

(۱۷۷) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(۱۷۷)

اُزْجُرِ الْمُسِيْٓءَ بِثَوَابِ الْمُحْسِنِ.

بدکار کی سرزنش نیک کو اس کا بدلہ دے کر کرو۔

مقصد یہ ہے کہ اچھوں کو ان کی حسن کارکردگی کا پورا پورا صلہ دینا اور ان کے کارناموں کی بنا پر ان کی قدر افزائی کرنا بروں کو بھی اچھائی کی راہ پر لگاتا ہے۔ اور یہ چیز اخلاقی مواعظ اور تنبیہ و سرزنش سے زیادہ مؤثر ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ انسان طبعاً ان چیزوں کی طرف راغب ہوتا ہے جن کے نتیجہ میں اسے فوائد حاصل ہوں اور اس کے کانوں میں مدح و تحسین کے ترانے گونجیں۔

☆☆☆☆☆

(۱۷۸) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(۱۷۸)

اُحْصُدِ الشَّرَّ مِنْ صَدْرِ غَيْرِكَ بِقَلْعِهٖ مِنْ صَدْرِكَ.

دوسرے کے سینہ سے کینہ و شر کی جڑ اس طرح کاٹو کہ خود اپنے سینہ سے اسے نکال پھینکو۔

اس جملہ کے دو معنی ہو سکتے ہیں:

ایک یہ کہ اگر تم کسی کی طرف سے دل میں کینہ رکھو گے تو وہ بھی تمہاری طرف سے کینہ رکھے گا۔ لہٰذا اپنے دل کی کدورتوں کو مٹا کر اس کے دل سے بھی کدورت کو مٹا دو، کیونکہ دل دل کا آئینہ ہوتا ہے۔ جب تمہارے آئینہ دل میں کدورت کا زنگ نہ رہے گا تو اس کے دل سے بھی کدورت جاتی رہے گی اور اسی لئے انسان دوسرے کے دل کی صفائی کا اندازہ اپنے دل کی صفائی سے بآسانی کر لیتا ہے۔ چنانچہ ایک شخص نے اپنے ایک دوست سے پوچھا کہ تم مجھے کتنا چاہتے ہو؟ اس نے جواب میں کہا: «سَلْ قَلْبَكَ»: ''اپنے دل سے پوچھو''۔ یعنی جتنا تم مجھے دوست رکھتے ہو اتنا ہی میں تمہیں دوست رکھتا ہوں۔

دوسرے معنی یہ ہیں کہ اگر یہ چاہتے ہو کہ دوسرے کو برائی سے روکو تو پہلے خود اس برائی سے باز آؤ۔ اس طرح تمہاری نصیحت دوسرے پر اثر انداز ہو سکتی ہے، ورنہ بے اثر ہو کر رہ جائے گی۔

☆☆☆☆☆

(۱۷۹) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَللَّجَاجَةُ تَسُلُّ الرَّأْیَ.

(۱۷۹)

ضد اور ہٹ دھرمی صحیح رائے کو دور کر دیتی ہے۔

(۱۸۰) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلطَّمَعُ رِقٌّ مُّؤَبَّدٌ.

(۱۸۰)

لالچ ہمیشہ کی غلامی ہے۔

(۱۸۱) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

ثَمَرَةُ التَّفْرِيْطِ النَّدَامَةُ، وَ ثَمَرَةُ الْحَزْمِ السَّلَامَةُ.

(۱۸۱)

کوتاہی کا نتیجہ شرمندگی اور احتیاط و دور اندیشی کا نتیجہ سلامتی ہے۔

(۱۸۲) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَا خَيْرَ فِي الصَّمْتِ عَنِ الْحُكْمِ، كَمَاۤ اَنَّهٗ لَا خَيْرَ فِي الْقَوْلِ بِالْجَهْلِ.

(۱۸۲)

حکیمانہ بات سے خاموشی اختیار کرنے میں کوئی بھلائی نہیں، جس طرح جہالت کی بات میں کوئی اچھائی نہیں۔

(۱۸۳) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَا اخْتَلَفَتْ دَعْوَتَانِ اِلَّا كَانَتْ اِحْدَاهُمَا ضَلَالَةً.

(۱۸۳)

جب دو مختلف دعوتیں ہوں گی تو ان میں سے ایک ضرور گمراہی کی دعوت ہوگی۔

(۱۸٤) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَا شَكَكْتُ فِي الْحَقِّ مُذْ اُرِيْتُهٗ.

(۱۸۴)

جب سے مجھے حق دکھایا گیا ہے میں نے اس میں کبھی شک نہیں کیا۔

(۱۸۵) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَا كَذَبْتُ وَ لَا كُذِبْتُ، وَ لَا ضَلَلْتُ وَ لَا ضُلَّ بِيْ.

(۱۸۵)

نہ میں نے جھوٹ کہا ہے، نہ مجھے جھوٹی خبر دی گئی ہے، نہ میں خود گمراہ ہوا، نہ مجھے گمراہ کیا گیا۔

(۱۸٦) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لِلظَّالِمِ الْبَادِیْ غَدًا بِكَفِّهٖ عَضَّةٌ.

(۱۸۶)

ظلم میں پہل کرنے والا کل (ندامت سے) اپنا ہاتھ اپنے دانتوں سے کاٹتا ہوگا۔

(۱۸۷) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلرَّحِيْلُ وَشِيْكٌ.

(۱۸۷)

چل چلاؤ قریب ہے۔

(۱۸۸) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَنْ اَبْدٰى صَفْحَتَهٗ لِلْحَقِّ هَلَكَ.

(۱۸۸)

جو حق سے منہ موڑتا ہے، تباہ ہو جاتا ہے۔

(۱۸۹) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَنْ لَّمْ يُنْجِهِ الصَّبْرُ اَهْلَكَهُ الْجَزَعُ.

(۱۸۹)

جسے صبر رہائی نہیں دلاتا اسے بیتابی و بے قراری ہلاک کر دیتی ہے۔

(۱۹۰) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَا عَجَبَاهُ! اَ تَكُوْنُ الْخِلَافَةُ بِالصَّحَابَةِ وَ الْقَرَابَةِ؟.

قَالَ الرَّضِيُّ: وَ رُوِیَ لَهٗ شِعْرٌ فِیْ هٰذَا الْمَعْنٰى، وَ هُوَ:

فَاِنْ كُنْتَ بِالشُّوْرٰى مَلَكْتَ اُمُوْرَهُمْ
فَكَيْفَ بِهٰذَا وَ الْمُشِيْرُوْنَ غُيَّبٌ؟
وَ اِنْ كُنْتَ بِالْقُرْبٰى حَجَجْتَ خَصِيْمَهُمْ
فَغَيْرُكَ اَوْلٰى بِالنَّبِيِّ وَ اَقْرَبُ

(۱۹۰)

العجب! کیا خلافت کا معیار بس صحابیت اور قرابت ہی ہے؟!

سید رضیؒ کہتے ہیں کہ: اس مضمون کے اشعار بھی حضرتؑ سے مروی ہیں جو یہ ہیں:

اگر تم شوریٰ کے ذریعہ لوگوں کے سیاہ و سفید کے مالک ہو گئے ہو تو یہ کیسے؟ جبکہ مشورہ دینے کے حقدار افراد غیر حاضر تھے۔ اور اگر قرابت کی وجہ سے تم اپنے حریف پر غالب آئے ہو تو پھر تمہارے علاوہ دوسرا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زیادہ حقدار اور ان سے زیادہ قریبی ہے۔

(۱۹۱) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِنَّمَا الْمَرْءُ فِی الدُّنْيَا غَرَضٌ تَنْتَضِلُ فِيْهِ الْمَنَايَا، وَ نَهْبٌ تُبَادِرُهُ الْمَصَآئِبُ، وَ مَعَ كُلِّ جُرْعَةٍ شَرَقٌ، وَ فِیْ كُلِّ اَكْلَةٍ غَصَصٌ، وَ لَا يَنَالُ الْعَبْدُ نِعْمَةً اِلَّا بِفِرَاقِ اُخْرٰى، وَ لَا يَسْتَقْبِلُ يَوْمًا مِّنْ عُمُرِهٖ اِلَّا بِفِرَاقِ اٰخَرَ مِنْ اَجَلِهٖ.

فَنَحْنُ اَعْوَانُ الْمَنُوْنِ، وَ اَنْفُسُنَا نَصْبُ الْحُتُوْفِ، فَمِنْ اَيْنَ نَرْجُوا الْبَقَآءَ، وَ هٰذَا اللَّيْلُ وَ النَّهَارُ لَمْ يَرْفَعَا مِنْ شَیْءٍ شَرَفًا، اِلَّاۤ اَسْرَعَا الْكَرَّةَ فِیْ هَدْمِ مَا بَنَيَا، وَ تَفْرِيْقِ

(۱۹۱)

دنیا میں انسان موت کی تیر اندازی کا ہدف اور مصیبت و ابتلا کی غارت گری کی جولانگاہ ہے، جہاں ہر گھونٹ کے ساتھ اچھو اور ہر لقمہ میں گلو گیر پھندا ہے، اور جہاں بندہ ایک نعمت اس وقت تک نہیں پاتا جب تک دوسری نعمت جدا نہ ہو جائے، اور اس کی عمر کا ایک دن آتا نہیں جب تک کہ ایک دن اس کی عمر سے کم نہ ہو جائے۔

ہم موت کے مددگار ہیں اور ہماری جانیں ہلاکت کی زد پر ہیں۔ تو اس صورت میں ہم کہاں سے بقا کی امید کر سکتے ہیں؟ جبکہ شب و روز کسی عمارت کو بلند نہیں کرتے، مگر یہ کہ حملہ آور ہو کر جو بنایا ہے اسے گراتے اور جو یکجا کیا ہے اسے بکھیرتے

مَا جَمَعَا؟!.

ہوتے ہیں۔

(۱۹۲) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

يَا ابْنَ اٰدَمَ! مَا كَسَبْتَ فَوْقَ قُوْتِكَ، فَاَنْتَ فِيْهِ خَازِنٌ لِّغَيْرِكَ.

(۱۹۲)

اے فرزند آدم! تو نے اپنی غذا سے جو زیادہ کمایا ہے اس میں دوسرے کا خزانچی ہے۔

(۱۹۳) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِنَّ لِلْقُلُوْبِ شَهْوَةً وَّ اِقْبَالًا وَّ اِدْبَارًا، فَأْتُوْهَا مِنْ قِبَلِ شَهْوَتِهَا وَ اِقْبَالِهَا، فَاِنَّ الْقَلْبَ اِذَا اُكْرِهَ عَمِيَ.

(۱۹۳)

دلوں کیلئے رغبت و میلان، آگے بڑھنا اور پیچھے ہٹنا ہوتا ہے۔ لہٰذا ان سے اس وقت کام لو جب ان میں خواہش و میلان ہو، کیونکہ دل کو مجبور کر کے کسی کام پر لگایا جائے تو اسے کچھ سجھائی نہیں دیتا۔

(۱۹٤) وَكَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُوْلُ:

مَتٰۤى اَشْفِيْ غَيْظِيْۤ اِذَا غَضِبْتُ؟ اَحِيْنَ اَعْجِزُ عَنِ الْاِنْتِقَامِ فَيُقَالُ لِيْ لَوْ صَبَرْتَ؟ اَمْ حِيْنَ اَقْدِرُ عَلَيْهِ، فَيُقَالُ لِيْ: لَوْ عَفَوْتَ.

(۱۹۴)

جب غصہ مجھے آئے تو کب اپنے غصہ کو اتاروں؟ کیا اس وقت کہ جب انتقام نہ لے سکوں اور یہ کہا جائے کہ صبر کیجئے، یا اس وقت کہ جب انتقام پر قدرت ہو اور کہا جائے کہ بہتر ہے درگزر کیجئے۔

(۱۹٥) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَ قَدْ مَرَّ بِقَذَرٍ عَلٰى مَزْبَلَةٍ:

هٰذَا مَا بَخِلَ بِهِ الْبَاخِلُوْنَ.

وَ رُوِيَ فِيْ خَبَرٍ اٰخَرَ اَنَّهٗ قَالَ:

هٰذَا مَا كُنْتُمْ تَتَنَافَسُوْنَ فِيْهِ بِالْاَمْسِ.

(۱۹۵)

آپؑ کا گزر ہوا ایک گھورے کی طرف سے جس پر غلاظتیں تھیں، فرمایا:

یہ وہ ہے جس کے ساتھ بخل کرنے والوں نے بخل کیا تھا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ اس موقع پر آپؑ نے فرمایا:

یہ وہ ہے جس پر تم لوگ کل ایک دوسرے پر رشک کرتے تھے۔

(۱۹٦) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَمْ يَذْهَبْ مِنْ مَّالِكَ مَا وَعَظَكَ.

(۱۹۶)

تمہارا وہ مال اکارت نہیں گیا جو تمہارے لئے عبرت و نصیحت کا باعث بن جائے۔

جو شخص مال و دولت کھو کر تجربہ و نصیحت حاصل کرے اسے ضیاعِ مال کی فکر نہ کرنا چاہیے اور مال کے مقابلہ میں تجربہ کو گراں قدر سمجھنا چاہیے۔ کیونکہ مال تو یوں بھی ضائع ہو جاتا ہے، مگر تجربہ آئندہ کے خطرات سے بچا لے جاتا ہے۔ چنانچہ ایک عالم سے جو مالدار ہونے کے بعد فقیر و نادار ہو چکا تھا، پوچھا گیا کہ تمہارا مال کیا ہوا؟ اس نے کہا کہ میں نے اس سے تجربات خرید لئے ہیں جو میرے لئے مال سے زیادہ فائدہ مند ثابت ہوئے ہیں، لہٰذا سب کچھ کھو دینے کے بعد بھی میں نقصان میں نہیں رہا۔

(۱۹۷) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِنَّ هٰذِهِ الْقُلُوْبَ تَمَلُّ كَمَا تَمَلُّ الْاَبْدَانُ، فَابْتَغُوْا لَهَا طَرَآئِفَ الْحِكْمَةِ.

(۱۹۷)

یہ دل بھی اسی طرح تھکتے ہیں جس طرح بدن تھکتے ہیں۔ لٰہذا (جب ایسا ہو تو) ان کیلئے لطیف حکیمانہ جملے تلاش کرو۔

(۱۹۸) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَمَّا سَمِعَ قَوْلَ الْخَوَارِجِ «لَا حُكْمَ اِلَّا لِلّٰهِ»:

كَلِمَةُ حَقٍّ يُّرَادُ بِهَا بَاطِلٌ.

(۱۹۸)

جب خوارج کا قول «لَا حُكْمَ اِلَّا لِلّٰهِ» (حکم اللہ سے مخصوص ہے) سنا تو فرمایا:

یہ جملہ صحیح ہے مگر جو اس سے مراد لیا جاتا ہے وہ غلط ہے۔

(۱۹۹) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فِیْ صِفَةِ الْغَوْغَآءِ:

هُمُ الَّذِيْنَ اِذَا اجْتَمَعُوْا غَلَبُوْا، وَ اِذَا تَفَرَّقُوْا لَمْ يُعْرَفُوْا.

وَ قِيْلَ: بَلْ قَالَ عليه السلام:

هُمُ الَّذِيْنَ اِذَا اجْتَمَعُوْا ضَرُّوْا، وَ اِذَا تَفَرَّقُوْا نَفَعُوْا.

فَقِيْلَ: قَدْ عَرَفْنَا مَضَرَّةَ اجْتِمَاعِهِمْ، فَمَا مَنْفَعَةُ افْتِرَاقِهِمْ؟ فَقَالَ:

يَرْجِعُ اَصْحَابُ الْمِهَنِ اِلٰى مِهَنِهِمْ، فَيَنْتَفِعُ النَّاسُ بِهِمْ، كَرُجُوْعِ الْبَنَّآءِ اِلٰى بِنَآئِهٖ، وَ النَّسَّاجِ اِلٰى مَنْسَجِهٖ، وَ الْخَبَّازِ اِلٰى مَخْبَزِهٖ.

(۱۹۹)

بازاری آدمیوں کی بھیڑ بھاڑ کے بارے میں فرمایا:

یہ وہ لوگ ہوتے ہیں کہ مجتمع ہوں تو چھا جاتے ہیں اور جب منتشر ہوں تو پہچانے نہیں جاتے۔

ایک قول یہ ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ:

جب اکٹھا ہوتے ہیں تو باعث ضرر ہوتے ہیں اور جب منتشر ہو جاتے ہیں تو فائدہ مند ثابت ہوتے ہیں۔

لوگوں نے کہا کہ ہمیں ان کے مجتمع ہونے کا نقصان تو معلوم ہے مگر ان کے منتشر ہونے کا فائدہ کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا کہ:

پیشہ ور اپنے اپنے کاروبار کی طرف پلٹ جاتے ہیں تو لوگ ان کے ذریعہ سے فائدہ اٹھاتے ہیں، جیسے معمار اپنی (زیر تعمیر) عمارت کی طرف، جولاہا اپنے کاروبار کی جگہ کی طرف اور نانبائی اپنے تنور کی طرف۔

(۲۰۰) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَ اُتِیَ بِجَانٍ وَّ مَعَهٗ غَوْغَآءٌ، فَقَالَ:

لَا مَرْحَبًا بِوُجُوْهٍ لَّا تُرٰى اِلَّا عِنْدَ كُلِّ

(۲۰۰)

آپؑ کے سامنے ایک مجرم لایا گیا جس کے ساتھ تماشائیوں کا ہجوم تھا تو آپؑ نے فرمایا:

ان چہروں پر پھٹکار کہ جو ہر رسوائی کے موقع پر ہی نظر

سَوَاۃٍ۔

آتے ہیں۔

(۲۰۱) وَقَالَ عَلَیۡهِ السَّلَامُ

اِنَّ مَعَ کُلِّ اِنۡسَانٍ مَّلَکَیۡنِ یَحۡفَظَانِهٖ، فَاِذَا جَآءَ الۡقَدَرُ خَلَّیَا بَیۡنَهٗ وَ بَیۡنَهٗ، وَ اِنَّ الۡاَجَلَ جُنَّةٌ حَصِیۡنَةٌ۔

(۲۰۱)

ہر انسان کے ساتھ دو فرشتے ہوتے ہیں جو اس کی حفاظت کرتے ہیں اور جب موت کا وقت آتا ہے تو وہ اس کے اور موت کے درمیان سے ہٹ جاتے ہیں، اور بے شک انسان کی مقررہ عمر اس کیلئے ایک مضبوط سپر ہے۔

(۲۰۲) وَقَالَ عَلَیۡهِ السَّلَامُ

وَ قَدۡ قَالَ لَهٗ طَلۡحَةُ وَ الزُّبَیۡرُ: نُبَایِعُكَ عَلٰۤی اَنَّا شُرَكَاؤُكَ فِیۡ هٰذَا الۡاَمۡرِ:

لَا، وَ لٰكِنَّكُمَا شَرِیۡكَانِ فِی الۡقُوَّةِ وَ الۡاِسۡتِعَانَةِ، وَ عَوۡنَانِ عَلَی الۡعَجۡزِ وَ الۡاَوَدِ۔

(۲۰۲)

طلحہ و زبیر نے حضرتؑ سے کہا کہ ہم اس شرط پر آپؑ کی بیعت کرتے ہیں کہ اس حکومت میں آپؑ کے ساتھ شریک رہیں گے۔ آپؑ نے فرمایا کہ:

نہیں، بلکہ تم تقویت پہنچانے اور ہاتھ بٹانے میں شریک اور عاجزی اور سختی کے موقع پر مددگار رہو گے۔

(۲۰۳) وَقَالَ عَلَیۡهِ السَّلَامُ

اَیُّهَا النَّاسُ! اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیۤ اِنۡ قُلۡتُمۡ سَمِعَ، وَ اِنۡ اَضۡمَرۡتُمۡ عَلِمَ، وَ بَادِرُوا الۡمَوۡتَ الَّذِیۤ اِنۡ هَرَبۡتُمۡ مِنۡهُ اَدۡرَكَكُمۡ، وَ اِنۡ اَقَمۡتُمۡ اَخَذَكُمۡ، وَ اِنۡ نَسِیۡتُمُوۡهُ ذَكَرَكُمۡ۔

(۲۰۳)

اے لوگو! اس اللہ سے ڈرو کہ اگر تم کچھ کہو تو وہ سنتا ہے اور دل میں چھپا کر رکھو تو وہ جان لیتا ہے۔ اس موت کی طرف بڑھنے کا سروسامان کرو کہ جس سے بھاگے تو وہ تمہیں پا لے گی اور اگر ٹھہرے تو وہ تمہیں گرفت میں لے لے گی اور اگر تم اسے بھول بھی جاؤ تو وہ تمہیں یاد رکھے گی۔

(۲۰۴) وَقَالَ عَلَیۡهِ السَّلَامُ

لَا یُزَهِّدَنَّكَ فِی الۡمَعۡرُوۡفِ مَنۡ لَّا یَشۡكُرُهٗ لَكَ، فَقَدۡ یَشۡكُرُكَ عَلَیۡهِ مَنۡ لَّا یَسۡتَمۡتِعُ بِشَیۡءٍ مِّنۡهُ، وَ قَدۡ تُدۡرِكُ مِنۡ شُكۡرِ الشَّاكِرِ اَكۡثَرَ مِمَّاۤ اَضَاعَ الۡكَافِرُ، ﴿وَ اللّٰهُ یُحِبُّ الۡمُحۡسِنِیۡنَ۠﴾۔

(۲۰۴)

کسی شخص کا تمہارے حسن سلوک پر شکر گزار نہ ہونا تمہیں نیکی اور بھلائی سے بددل نہ بنا دے۔ اس لئے کہ بسا اوقات تمہاری اس بھلائی کی وہ قدر کرے گا جس نے اس سے کچھ فائدہ بھی نہیں اٹھایا اور اس ناشکرے نے جتنا تمہارا حق ضائع کیا ہے اس سے کہیں زیادہ تم ایک قدردان کی قدر دانی حاصل کر لو گے، "اور خدا نیک کام کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے"۔

(۲۰۵) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

كُلُّ وِعَاءٍ يَضِيقُ بِمَا جُعِلَ فِيهِ إِلَّا وِعَاءَ الْعِلْمِ، فَإِنَّهُ يَتَّسِعُ.

(۲۰۵)

ہر ظرف اس سے کہ جو اس میں رکھا جائے تنگ ہوتا جاتا ہے، مگر علم کا ظرف وسیع ہوتا جاتا ہے۔

(۲۰۶) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

أَوَّلُ عِوَضِ الْحَلِيمِ مِنْ حِلْمِهِ أَنَّ النَّاسَ أَنْصَارُهُ عَلَى الْجَاهِلِ.

(۲۰۶)

بردبار کو اپنی بردباری کا پہلا عوض یہ ملتا ہے کہ لوگ جہالت دکھانے والے کے خلاف اس کے طرفدار ہو جاتے ہیں۔

(۲۰۷) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

إِنْ لَمْ تَكُنْ حَلِيماً فَتَحَلَّمْ، فَإِنَّهُ قَلَّ مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ إِلَّا أَوْشَكَ أَنْ يَكُونَ مِنْهُمْ.

(۲۰۷)

اگر تم بردبار نہیں ہو تو بظاہر بردبار بننے کی کوشش کرو، کیونکہ ایسا کم ہوتا ہے کہ کوئی شخص کسی جماعت سے شباہت اختیار کرے اور ان میں سے نہ ہو جائے۔

مطلب یہ ہے کہ اگر انسان طبعاً حلیم و بردبار نہ ہو تو اسے بردبار بننے کی کوشش کرنا چاہیے۔ اس طرح کہ اپنی اُفتادِ طبیعت کے خلاف حلم و بردباری کا مظاہرہ کرے۔ اگرچہ اسے طبیعت کا رخ موڑنے میں کچھ زحمت محسوس ہو گی، مگر اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ آہستہ آہستہ حلم طبعی خصلت کی صورت اختیار کر لے گا اور پھر تکلف کی حاجت نہ رہے گی، کیونکہ عادت رفتہ رفتہ طبیعتِ ثانیہ بن جایا کرتی ہے۔

☆☆☆☆☆

(۲۰۸) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَنْ حَاسَبَ نَفْسَهُ رَبِحَ، وَ مَنْ غَفَلَ عَنْهَا خَسِرَ، وَ مَنْ خَافَ أَمِنَ، وَ مَنِ اعْتَبَرَ أَبْصَرَ، وَ مَنْ أَبْصَرَ فَهِمَ، وَ مَنْ فَهِمَ عَلِمَ.

(۲۰۸)

جو شخص اپنے نفس کا محاسبہ کرتا ہے وہ فائدہ اٹھاتا ہے اور جو غفلت کرتا ہے وہ نقصان میں رہتا ہے۔ جو ڈرتا ہے وہ (عذاب سے) محفوظ ہو جاتا ہے اور جو عبرت حاصل کرتا ہے وہ بینا ہو جاتا ہے، اور جو بینا ہوتا ہے وہ بافہم ہو جاتا ہے، اور جو بافہم ہوتا ہے اسے علم حاصل ہو جاتا ہے۔

(۲۰۹) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَتَعْطِفَنَّ الدُّنْيَا عَلَيْنَا بَعْدَ شِمَاسِهَا عَطْفَ الضَّرُوسِ عَلَى وَلَدِهَا.

(۲۰۹)

یہ دنیا منہ زوری دکھانے کے بعد پھر ہماری طرف جھکے گی، جس طرح کاٹنے والی اونٹنی اپنے بچہ کی طرف جھکتی ہے۔

وَ تَلَا عَقِيْبَ ذٰلِكَ:

﴿وَ نُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَ نَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّ نَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ﴾.

اس کے بعد حضرتؑ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی:

”ہم یہ چاہتے ہیں کہ جو لوگ زمین میں کمزور کر دیئے گئے ہیں ان پر احسان کریں اور ان کو پیشوا بنائیں اور انہی کو (اس زمین کا) مالک بنائیں“۔

یہ ارشاد امام منتظر عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے متعلق ہے جو سلسلہ امامت کے آخری فرد ہیں۔ ان کے ظہور کے بعد تمام سلطنتیں اور حکومتیں ختم ہو جائیں گی اور ﴿لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ﴾ کا مکمل نمونہ نگاہوں کے سامنے آجائے گا۔

هرکسی را دولتی از آسمان آید پدید

دولت آل علیؑ آخر زمان آید پدید

☆☆☆☆☆

(۲۱۰) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِتَّقُوا اللّٰهَ تَقِيَّةَ مَنْ شَمَّرَ تَجْرِيْدًا، وَ جَدَّ تَشْمِيْرًا، وَ كَمَّشَ فِيْ مَهَلٍ، وَ بَادَرَ عَنْ وَّجَلٍ، وَ نَظَرَ فِيْ كَرَّةِ الْمَوْئِلِ، وَ عَاقِبَةِ الْمَصْدَرِ، وَ مَغَبَّةِ الْمَرْجِعِ.

(۲۱۰)

اللہ سے ڈرو اس شخص کے ڈرنے کے مانند جس نے دنیا کی وابستگیوں کو چھوڑ کر دامن گردان لیا، اور دامن گردان کر کوشش میں لگ گیا، اور اچھائیوں کیلئے اس وقفۂ حیات میں تیز گامی کے ساتھ چلا، اور خطروں کے پیش نظر اس نے نیکیوں کی طرف قدم بڑھایا، اور اپنی قرار گاہ اور اپنے اعمال کے نتیجہ اور انجام کار کی منزل پر نظر رکھی۔

(۲۱۱) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْجُوْدُ حَارِسُ الْاَعْرَاضِ، وَ الْحِلْمُ فِدَامُ السَّفِيْهِ، وَ الْعَفْوُ زَكٰوةُ الظَّفَرِ، وَ السُّلُوُّ عِوَضُكَ مِمَّنْ غَدَرَ، وَ الْاِسْتِشَارَةُ عَيْنُ الْهِدَايَةِ، وَ قَدْ خَاطَرَ مَنِ اسْتَغْنٰى بِرَاْيِهٖ، وَ الصَّبْرُ يُنَاضِلُ الْحِدْثَانَ، وَ الْجَزَعُ مِنْ اَعْوَانِ الزَّمَانِ، وَ اَشْرَفُ الْغِنٰى

(۲۱۱)

سخاوت، عزت و آبرو کی پاسبان ہے۔ بُردباری احمق کے منہ کا تسمہ ہے۔ درگزر کرنا کامیابی کی زکوٰۃ ہے۔ جو غداری کرے اسے بھول جانا اس کا بدل ہے۔ مشورہ لینا خود صحیح راستہ پا جانا ہے۔ جو شخص اپنی رائے پر اعتماد کر کے بے نیاز ہو جاتا ہے وہ اپنے کو خطرہ میں ڈالتا ہے۔ صبر مصائب و حوادث کا مقابلہ کرتا ہے۔ بیتابی و بیقراری زمانہ کے مدد گاروں میں سے ہے۔ بہترین دولتمندی آرزوؤں سے ہاتھ اٹھا لینا

تَرْكُ الْمُنٰى، وَ كَمْ مِّنْ عَقْلٍ اَسِيْرٍ تَحْتَ هَوٰى اَمِيْرٍ، وَ مِنَ التَّوْفِيْقِ حِفْظُ التَّجْرِبَةِ، وَ الْمَوَدَّةُ قَرَابَةٌ مُّسْتَفَادَةٌ، وَ لَا تَاْمَنَنَّ مَلُوْلًا.

ہے۔ بہت سی غلام عقلیں امیروں کی ہوا و ہوس کے بار میں دبی ہوئی ہیں۔ تجربہ و آزمائش کی نگہداشت حسن توفیق کا نتیجہ ہے۔ دوستی و محبت اکتسابی قرابت ہے۔ جو تم سے رنجیدہ و دل تنگ ہو اس پر اطمینان و اعتماد نہ کرو۔

(۲۱۲) وَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ

عُجْبُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهٖ اَحَدُ حُسَّادِ عَقْلِهٖ.

(۲۱۲)

انسان کی خود پسندی اس کی عقل کے حریفوں میں سے ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جس طرح حاسد، محسود کی کسی خوبی و حسن کو نہیں دیکھ سکتا، اسی طرح خود پسندی عقل کے جوہر کا ابھرنا اور اس کے خصائص کا نمایاں ہونا گوارا نہیں کرتی۔ جس سے مغرور و خود بین انسان ان عادات و خصائل سے محروم رہتا ہے جو عقل کے نزدیک پسندیدہ ہوتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

(۲۱۳) وَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ

اَغْضِ عَلَى الْقَذٰى وَ اِلَّا لَمْ تَرْضَ اَبَدًا.

(۲۱۳)

تکلیف سے چشم پوشی کرو، ورنہ کبھی خوش نہیں رہ سکتے۔

ہر شخص میں کوئی نہ کوئی خامی و کمزوری ہوتی ہے۔ اگر انسان دوسروں کی خامیوں اور کمزوریوں سے متاثر ہوکر ان سے علیحدگی اختیار کرتا جائے، تو رفتہ رفتہ وہ اپنے دوستوں کو کھودے گا اور دنیا میں تنہا اور بے یارو مددگار ہوکر رہ جائے گا، جس سے اس کی زندگی تلخ اور الجھنیں بڑھ جائیں گی۔ ایسے موقع پر انسان کو یہ سوچنا چاہیے کہ اس معاشرہ میں اسے فرشتے نہیں مل سکتے کہ جن سے اسے کبھی کوئی شکایت پیدا نہ ہو۔ اسے انہی لوگو ں میں رہنا سہنا اور انہی لوگوں میں زندگی گزارنا ہے۔ لہٰذا جہاں تک ہوسکے ان کی کمزوریوں کو نظر انداز کرے اور ان کی ایذا رسانیوں سے چشم پوشی کرتا رہے۔

☆☆☆☆☆

(۲۱۴) وَقَالَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ

(۲۱۴)

مَنۡ لَّانَ عُوۡدُهٗ كَثُفَتۡ اَغۡصَانُهٗ.

جس (درخت) کی لکڑی نرم ہو اس کی شاخیں گھنی ہوتی ہیں۔

جو شخص تندخو اور بدمزاج ہو وہ کبھی اپنے ماحول کو خوشگوار بنانے میں کامیاب نہیں ہوسکتا۔ بلکہ اس کے ملنے والے بھی اس کے ہاتھوں نالاں اور اس سے بیزار رہیں گے اور جو خوش خلق اور شیریں زبان ہو لوگ اس کے قرب کے خواہاں اور اس کی دوستی کے خواہشمند ہوں گے اور وقت پڑنے پر اس کے معاون و مددگار ثابت ہوں گے، جس سے وہ اپنی زندگی کو کامیاب بنا لے جاسکتا ہے۔

☆☆☆☆☆

(۲۱۵) وَقَالَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ

(۲۱۵)

اَلۡخِلَافُ يَهۡدِمُ الرَّاۡىَ.

مخالفت صحیح رائے کو برباد کر دیتی ہے۔

(۲۱۶) وَقَالَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ

(۲۱۶)

مَنۡ نَّالَ اسۡتَطَالَ.

جو منصب پا لیتا ہے دست درازی کرنے لگتا ہے۔

(۲۱۷) وَقَالَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ

(۲۱۷)

فِیۡ تَقَلُّبِ الۡاَحۡوَالِ عِلۡمُ جَوَاهِرِ الرِّجَالِ.

حالات کے پلٹوں ہی میں مردوں کے جوہر کھلتے ہیں۔

(۲۱۸) وَقَالَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ

(۲۱۸)

حَسَدُ الصَّدِيۡقِ مِنۡ سُقۡمِ الۡمَوَدَّةِ.

دوست کا حسد کرنا دوستی کی خامی ہے۔

(۲۱۹) وَقَالَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ

(۲۱۹)

اَكۡثَرُ مَصَارِعِ الۡعُقُوۡلِ تَحۡتَ بُرُوۡقِ الۡمَطَامِعِ.

اکثر عقلوں کا ٹھوکر کھا کر گرنا طمع و حرص کی بجلیاں چمکنے پر ہوتا ہے۔

جب انسان طمع و حرص میں پڑ جاتا ہے تو رشوت، چوری، خیانت، سود خواری اور اس قبیل کے دوسرے اخلاقی عیوب اس میں پیدا ہوجاتے ہیں اور عقل ان باطل خواہشوں کی جگمگاہٹ سے اس طرح خیرہ ہو جاتی ہے کہ اسے ان قبیح افعال کے عواقب و نتائج نظر ہی نہیں آتے کہ وہ اسے روکے ٹوکے اور اس خواب غفلت سے جھنجھوڑے۔ البتہ جب دنیا سے رخت سفر باندھنے پر تیار ہوتا ہے اور دیکھتا ہے کہ جو کچھ سمیٹا تھا وہ یہیں کیلئے تھا، ساتھ نہیں لے جاسکتا، تو اس وقت اس کی آنکھیں کھلتی ہیں۔

☆☆☆☆☆

(۲۲۰) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَيْسَ مِنَ الْعَدْلِ الْقَضَآءُ عَلَى الثِّقَةِ بِالظَّنِّ.

(۲۲۰)

یہ انصاف نہیں ہے کہ صرف ظن وگمان پر اعتماد کرتے ہوئے فیصلہ کیا جائے۔

(۲۲۱) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

بِئْسَ الزَّادُ اِلَى الْمَعَادِ الْعُدْوَانُ عَلَى الْعِبَادِ.

(۲۲۱)

آخرت کیلئے بہت برا توشہ ہے بندگا ن خدا پر ظلم و تعدی کرنا۔

(۲۲۲) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مِنْ اَشْرَفِ اَعْمَالِ الْكَرِيْمِ غَفْلَتُهٗ عَمَّا يَعْلَمُ.

(۲۲۲)

بلند انسان کے بہترین افعال میں سے یہ ہے کہ وہ ان چیزوں سے چشم پوشی کرے جنہیں وہ جانتا ہے۔

(۲۲۳) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَنْ كَسَاهُ الْحَيَآءُ ثَوْبَهٗ لَمْ يَرَ النَّاسُ عَيْبَهٗ.

(۲۲۳)

جس پر حیا نے اپنا لباس پہنا دیا ہے اس کے عیب لوگوں کی نظروں کے سامنے نہیں آسکتے۔

جو شخص حیا کے جوہر سے آراستہ ہوتا ہے اس کیلئے حیا ایسے امور کے ارتکاب سے مانع ہوتی ہے جو معیوب سمجھے جاتے ہیں۔اس لئے اس میں عیب ہوتا ہی نہیں کہ دوسرے دیکھیں اور اگر کسی امر قبیح کا اس سے ارتکاب ہو بھی جاتا ہے تو حیا کی وجہ سے علانیہ مرتکب نہیں ہوتا کہ لوگوں کی نگاہیں اس کے عیب پر پڑسکیں۔

☆☆☆☆☆

(۲۲٤) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

بِكَثْرَةِ الصَّمْتِ تَكُوْنُ الْهَيْبَةُ، وَ بِالنَّصَفَةِ يَكْثُرُ الْمُوَاصِلُوْنَ، وَ بِالْاِفْضَالِ تَعْظُمُ الْاَقْدَارُ، وَ بِالتَّوَاضُعِ تَتِمُّ النِّعْمَةُ، وَ بِاحْتِمَالِ الْمُؤَنِ يَجِبُ السُّؤْدَدُ، وَ بِالسِّيْرَةِ الْعَادِلَةِ يُقْهَرُ الْمُنَاوِئُ، وَ بِالْحِلْمِ عَنِ السَّفِيْهِ تَكْثُرُ الْاَنْصَارُ عَلَيْهِ.

(۲۲۴)

زیادہ خاموشی رعب و ہیبت کا باعث ہوتی ہے، اور انصاف سے دوستوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ لطف و کرم سے قدر و منزلت بلند ہوتی ہے۔ جھک کر ملنے سے نعمت تمام ہوتی ہے۔ دوسروں کا بوجھ بٹانے سے لازماً سرداری حاصل ہوتی ہے، اور خوش رفتاری سے کینہ ور دشمن مغلوب ہوتا ہے، اور سر پھرے آدمی کے مقابلہ میں بردباری کرنے سے اس کے مقابلہ میں اپنے طرفدار زیادہ ہوجاتے ہیں۔

(۲۲۵) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْعَجَبُ لِغَفْلَةِ الْحُسَّادِ عَنْ سَلَامَةِ الْاَجْسَادِ.

(۲۲۵)

تعجب ہے کہ حاسد جسمانی تندرستی پر حسد کرنے سے کیوں غافل ہو گئے۔

''حاسد'' دوسروں کے مال و جاہ پر تو حسد کرتا ہے، مگر ان کی صحت و توانائی پر حسد نہیں کرتا، حالانکہ یہ نعمت تمام نعمتوں سے زیادہ گرانقدر ہے۔ وجہ یہ ہے کہ دولت و ثروت کے اثرات ظاہری طمطراق اور آرام و آسائش کے اسباب سے نگاہوں کے سامنے ہوتے ہیں اور صحت ایک عمومی چیز قرار پا کر ناقدری کا شکار ہو جاتی ہے اور اسے اتنا بے قدر سمجھا جاتا ہے کہ حاسد بھی اسے حسد کے قابل نہیں سمجھتے۔ چنانچہ ایک دولت مند کو دیکھتا ہے تو اس کے مال و دولت پر اسے حسد ہوتا ہے اور ایک مزدور کو دیکھتا ہے کہ جو سر پر بوجھ اٹھائے دن بھر چلتا پھرتا ہے تو وہ اس کی نظروں میں قابل حسد نہیں ہوتا۔ گویا صحت و توانائی اس کے نزدیک حسد کے لائق چیز نہیں ہے کہ اس پر حسد کرے۔ البتہ جب خود بیمار پڑتا ہے تو اسے صحت کی قدر و قیمت کا اندازہ ہوتا ہے اور اس موقع پر اسے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے زیادہ قابل حسد یہی صحت تھی جو اَب تک اس کی نظروں میں کوئی اہمیت نہ رکھتی تھی۔

مقصد یہ ہے کہ صحت کو ایک گرانقدر نعمت سمجھنا چاہیے اور اس کی حفاظت و نگہداشت کی طرف متوجہ رہنا چاہیے۔

☆☆☆☆☆

(۲۲۶) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلطَّامِعُ فِيْ وِثَاقِ الذُّلِّ.

(۲۲۶)

طمع کرنے والا ذلت کی زنجیروں میں گرفتار رہتا ہے۔

(۲۲۷) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَ سُئِلَ عَنِ الْاِيْمَانِ فَقَالَ:

اَلْاِيْمَانُ مَعْرِفَةٌ بِالْقَلْبِ، وَ اِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ، وَ عَمَلٌ بِالْاَرْكَانِ.

(۲۲۷)

آپؑ سے ایمان کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ:

ایمان دل سے پہچاننا، زبان سے اقرار کرنا اور اعضا سے عمل کرنا ہے۔

(۲۲۸) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَنْ اَصْبَحَ عَلَى الدُّنْيَا حَزِيْنًا فَقَدْ اَصْبَحَ لِقَضَآءِ اللّٰهِ سَاخِطًا، وَ مَنْ اَصْبَحَ يَشْكُوْ مُصِيْبَةً نَّزَلَتْ بِهٖ فَقَدْ اَصْبَحَ يَشْكُوْ رَبَّهٗ، وَ مَنْ اَتٰى غَنِيًّا فَتَوَاضَعَ لَهٗ لِغِنَاهُ ذَهَبَ

(۲۲۸)

جو دنیا کیلئے اندوہناک ہو وہ قضا و قدر الٰہی سے ناراض ہے، اور جو اس مصیبت پر کہ جس میں مبتلا ہے شکوہ کرے تو وہ اپنے پروردگار کا شاکی ہے، اور جو کسی دولت مند کے پاس پہنچ کر اس کی دولتمندی کی وجہ سے جھکے تو اس کا دو تہائی دین جاتا رہتا ہے، اور جو شخص قرآن کی تلاوت کرے پھر مر کر

ثُلُثَا دِيْنِهٖ، وَ مَنْ قَرَاَ الْقُرْاٰنَ فَمَاتَ فَدَخَلَ النَّارَ فَهُوَ مِمَّنْ كَانَ يَتَّخِذُ اٰيَاتِ اللّٰهِ هُزُوًا، وَ مَنْ لَّهِجَ قَلْبُهٗ بِحُبِّ الدُّنْيَا الْتَاطَ قَلْبُهٗ مِنْهَا بِثَلَاثٍ: هَمٍّ لَّا يُغِبُّهٗ، وَ حِرْصٍ لَّا يَتْرُكُهٗ، وَ اَمَلٍ لَّا يُدْرِكُهٗ.

دوزخ میں داخل ہو تو وہ ایسے ہی لوگوں میں سے ہو گا جو اللہ کی آیتوں کا مذاق اڑاتے تھے، اور جس کا دل دنیا کی محبت میں وارفتہ ہو جائے تو اس کے دل میں دنیا کی یہ تین چیزیں پیوست ہو جاتی ہیں: ایسا غم کہ جو اس سے جدا نہیں ہوتا، اور ایسی حرص کہ جو اس کا پیچھا نہیں چھوڑتی، اور ایسی امید کہ جو بر نہیں آتی۔

(۲۲۹) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

كَفٰى بِالْقَنَاعَةِ مُلْكًا، وَ بِحُسْنِ الْخُلُقِ نَعِيْمًا.

وَ سُئِلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى: ﴿فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً﴾، فَقَالَ: هِيَ الْقَنَاعَةُ.

(۲۲۹)

قناعت سے بڑھ کر کوئی سلطنت اور خوش خلقی سے بڑھ کر کوئی عیش و آرام نہیں ہے۔

حضرتؑ سے اس آیت کے متعلق دریافت کیا گیا کہ: "ہم اس کو پاک و پاکیزہ زندگی دیں گے"، آپؑ نے فرمایا کہ:

وہ قناعت ہے۔

"حُسنِ خلق" کو نعمت سے تعبیر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح نعمت باعث لذت ہوتی ہے، اسی طرح انسان خوش اخلاقی و نرمی سے دوسروں کے دلوں کو اپنی مٹھی میں لے کر اپنے ماحول کو خوشگوار بنا سکتا ہے اور اپنے لئے لذت و راحت کا سامان کرنے میں کامیاب ہو سکتا ہے۔ اور قناعت کو سرمایہ و جاگیر اس لئے قرار دیا ہے کہ جس طرح ملک و جاگیر احتیاج کو ختم کر دیتی ہے، اسی طرح جب انسان قناعت اختیار کر لیتا ہے اور اپنے رزق پر خوش رہتا ہے تو وہ خلق سے مستغنی اور احتیاج سے دور ہو جاتا ہے۔

ھر کہ قانع شد بہ خشک و تر، شہِ بحر و بر است

☆☆☆☆☆

(۲۳۰) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

شَارِكُوا الَّذِیْ قَدْ اَقْبَلَ عَلَيْهِ الرِّزْقُ، فَاِنَّهٗ اَخْلَقُ لِلْغِنٰى، وَ اَجْدَرُ بِاِقْبَالِ الْحَظِّ عَلَيْهِ.

(۲۳۰)

جس کی طرف فراخ روزی رُخ کئے ہوئے ہو اس کے ساتھ شرکت کرو، کیونکہ اس میں دولت حاصل کرنے کا زیادہ امکان اور خوش نصیبی کا زیادہ قرینہ ہے۔

(۲۳۱) وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی: ﴿اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ﴾:

اَلْعَدْلُ الْاِنْصَافُ، وَ الْاِحْسَانُ التَّفَضُّلُ.

(۲۳۱)

خداوند عالم کے ارشاد کے متعلق کہ: "اللہ تمہیں عدل و احسان کا حکم دیتا ہے"، فرمایا:

''عدل'' انصاف ہے اور ''احسان'' لطف و کرم۔

(۲۳۲) وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

مَنْ یُّعْطِ بِالْیَدِ الْقَصِیْرَةِ یُعْطَ بِالْیَدِ الطَّوِیْلَةِ.

قَالَ الرَّضِیُّ: وَ مَعْنٰی ذٰلِكَ: اَنَّ مَا یُنْفِقُهُ الْمَرْءُ مِنْ مَّالِهٖ فِیْ سَبِیْلِ الْخَیْرِ وَ الْبِرِّ وَ اِنْ كَانَ یَسِیْرًا، فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یَجْعَلُ الْجَزَآءَ عَلَیْهِ عَظِیْمًا كَثِیْرًا، وَ الْیَدَانِ هٰهُنَا عِبَارَتَانِ عَنِ النِّعْمَتَیْنِ، فَفَرَّقَ عَلَیْهِ السَّلَامُ بَیْنَ نِعْمَةِ الْعَبْدِ وَ نِعْمَةِ الرَّبِّ، فَجَعَلَ تِلْكَ قَصِیْرَةً وَّ هٰذِهٖ طَوِیْلَةً، لِاَنَّ نِعَمَ اللّٰهِ اَبَدًا تَضْعُفُ عَلٰی نِعَمِ الْمَخْلُوْقِ اَضْعَافًا كَثِیْرَةً، اِذْ كَانَتْ نِعَمُ اللّٰهِ اَصْلَ النِّعَمِ كُلِّهَا، فَكُلُّ نِعْمَةٍ اِلَیْهَا تَرْجِعُ، وَ مِنْهَا تُنْزَعُ.

(۲۳۲)

جو عاجز و قاصر ہاتھ سے دیتا ہے اسے با اقتدار ہاتھ سے ملتا ہے۔

سید رضیؒ کہتے ہیں کہ: اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے مال میں سے جو کچھ خیر و نیکی کی راہ میں خرچ کرتا ہے اگرچہ وہ کم ہو، مگر خداوند عالم اس کا اجر بہت زیادہ قرار دیتا ہے۔ اور اس مقام پر دو ہاتھوں سے مراد دو نعمتیں ہیں۔ اور امیر المومنین علیہ السلام نے بندہ کی نعمت اور پروردگار کی نعمت میں فرق بتایا ہے کہ: وہ تو عجز و قصور کی حامل ہے اور وہ بااقتدار ہے، کیونکہ اللہ کی عطا کردہ نعمتیں مخلوق کی دی ہوئی نعمتوں سے ہمیشہ بدرجہا بڑھی چڑھی ہوتی ہیں۔ اس لئے کہ اللہ ہی کی نعمتیں تمام نعمتوں کا سرچشمہ ہیں۔ لہٰذا ہر نعمت انہی نعمتوں کی طرف پلٹتی ہے اور انہی سے وجود پاتی ہے۔

(۲۳۳) وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

لِابْنِهِ الْحَسَنِ عَلَیْهِ السَّلَامُ:

لَا تَدْعُوَنَّ اِلٰی مُبَارَزَةٍ، وَ اِنْ دُعِیْتَ اِلَیْهَا فَاَجِبْ، فَاِنَّ الدَّاعِیَ بَاغٍ، وَ الْبَاغِیَ مَصْرُوْعٌ.

(۲۳۳)

اپنے فرزند امام حسن علیہ السلام سے فرمایا:

کسی کو مقابلہ کیلئے خود نہ للکارو۔ ہاں اگر دوسرا للکارے تو فوراً جواب دو۔ اس لئے کہ جنگ کی خود سے دعوت دینے والا زیادتی کرنے والا ہے اور زیادتی کرنے والا تباہ ہوتا ہے۔

مقصد یہ ہے کہ اگر دشمن آمادۂ پیکار ہو اور جنگ میں پہل کرے تو اس موقع پر اس کی روک تھام کیلئے قدم اٹھانا چاہیے اور از خود حملہ نہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ یہ سراسر ظلم و تعدی ہے اور جو ظلم و تعدی کا مرتکب ہوگا، وہ اس کی پاداش میں خاک مذلت پر پچھاڑ دیا جائے گا۔ چنانچہ امیر المومنین علیہ السلام ہمیشہ

دشمن کے للکارنے پر میدان میں آتے اور خود سے دعوت مقابلہ نہ دیتے تھے۔ چنانچہ ابن ابی الحدید تحریر کرتے ہیں کہ:

مَا سَمِعْنَا اَنَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ دَعَا اِلٰی مُبَارَزَۃٍ قَطُّ، وَ اِنَّمَا کَانَ یُدْعٰی ھُوَ بِعَیْنِہٖ، اَوْ یَدْعُوْ مَنْ یُّبَارِزُ فَیَخْرُجُ اِلَیْہِ، فَیَقْتُلُہٗ.

ہمارے سننے میں نہیں آیا کہ حضرتؑ نے کبھی کسی کو مقابلہ کیلئے للکارا ہو بلکہ جب مخصوص طور پر آپؑ کو دعوت مقابلہ دی جاتی تھی یا عمومی طور پر دشمن للکارتا تھا، تو اس کے مقابلہ میں نکلتے تھے اور اسے قتل کر دیتے تھے۔

(شرح ابن ابی الحدید، ج ۴، ص ۳۴۴)

☆☆☆☆☆

(۲۳۴) وَ قَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ

خِیَارُ خِصَالِ النِّسَآءِ شِرَارُ خِصَالِ الرِّجَالِ: الزَّھْوُ وَ الْجُبْنُ وَ الْبُخْلُ.

فَاِذَا کَانَتِ الْمَرْاَۃُ مَزْھُوَّۃً لَّمْ تُمَکِّنْ مِّنْ نَّفْسِھَا، وَ اِذَا کَانَتْ بَخِیْلَۃً حَفِظَتْ مَالَھَا وَ مَالَ بَعْلِھَا، وَ اِذَا کَانَتْ جَبَانَۃً فَرِقَتْ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ یَّعْرِضُ لَھَا.

(۲۳۴)

عورتوں کی بہترین خصلتیں وہ ہیں جو مردوں کی بدترین صفتیں ہیں: غرور، بزدلی اور کنجوسی:

اس لئے کہ عورت جب مغرور ہو گی تو وہ کسی کو اپنے نفس پر قابو نہ دے گی، اور کنجوس ہو گی تو اپنے اور شوہر کے مال کی حفاظت کرے گی، اور بزدل ہو گی تو وہ ہر اس چیز سے ڈرے گی جو پیش آئے گی۔

(۲۳۵) وَ قِیْلَ لَہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ

صِفْ لَنَا الْعَاقِلَ. فَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ:

ھُوَ الَّذِیْ یَضَعُ الشَّیْءَ مَوَاضِعَہٗ.

فَقِیْلَ: فَصِفْ لَنَا الْجَاھِلَ. فَقَالَ:

قَدْ فَعَلْتُ.

قَالَ الرَّضِیُّ: یَعْنِیْ: اَنَّ الْجَاھِلَ ھُوَ الَّذِیْ لَا یَضَعُ الشَّیْءَ مَوَاضِعَہٗ، فَکَانَ تَرْکُ صِفَتِہٖ صِفَۃٌ لَّہٗ، اِذْ کَانَ بِخِلَافِ وَصْفِ الْعَاقِلِ.

(۲۳۵)

آپؑ سے عرض کیا گیا کہ عقلمند کے اوصاف بیان کیجئے! فرمایا:

عقلمند وہ ہے جو ہر چیز کو اس کے موقع و محل پر رکھے۔

پھر آپؑ سے کہا گیا کہ جاہل کا وصف بتایئے تو فرمایا کہ:

میں بیان کر چکا۔

سیّد رضیؒ فرماتے ہیں کہ: مقصد یہ ہے کہ جاہل وہ ہے جو کسی چیز کو اس کے موقع و محل پر نہ رکھے۔ گویا حضرتؑ کا اسے نہ بیان کرنا ہی بیان کرنا ہے، کیونکہ اس کے اوصاف عقلمند کے اوصاف کے برعکس ہیں۔

(۲۳۶) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَاللّٰهِ لَدُنْيَاكُمْ هٰذِهٖ اَهْوَنُ فِيْ عَيْنِيْ مِنْ عِرَاقِ خِنْزِيْرٍ فِيْ يَدِ مَجْذُوْمٍ.

(۲۳۶)

خدا کی قسم! تمہاری یہ دنیا میرے نزدیک سور کی ان انتڑیوں سے بھی زیادہ ذلیل ہے جو کسی کوڑھی کے ہاتھ میں ہوں۔

(۲۳۷) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِنَّ قَوْمًا عَبَدُوا اللّٰهَ رَغْبَةً فَتِلْكَ عِبَادَةُ التُّجَّارِ، وَ اِنَّ قَوْمًا عَبَدُوا اللّٰهَ رَهْبَةً فَتِلْكَ عِبَادَةُ الْعَبِيْدِ، وَ اِنَّ قَوْمًا عَبَدُوا اللّٰهَ شُكْرًا فَتِلْكَ عِبَادَةُ الْاَحْرَارِ.

(۲۳۷)

ایک جماعت نے اللہ کی عبادت ثواب کی رغبت وخواہش کے پیشِ نظر کی، یہ سودا کرنے والوں کی عبادت ہے، اور ایک جماعت نے خوف کی وجہ سے اس کی عبادت کی، یہ غلاموں کی عبادت ہے، اور ایک جماعت نے از روئے شکر و سپاس گزاری اس کی عبادت کی، یہ آزادوں کی عبادت ہے۔

(۲۳۸) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْمَرْاَةُ شَرٌّ كُلُّهَا، وَ شَرُّ مَا فِيْهَا اَنَّهٗ لَا بُدَّ مِنْهَا.

(۲۳۸)

عورت سراپا برائی ہے اور سب سے بڑی برائی اس میں یہ ہے کہ اس کے بغیر چارہ نہیں۔

(۲۳۹) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَنْ اَطَاعَ التَّوَانِيَ ضَيَّعَ الْحُقُوْقَ، وَ مَنْ اَطَاعَ الْوَاشِيَ ضَيَّعَ الصَّدِيْقَ.

(۲۳۹)

جو شخص سستی و کاہلی کرتا ہے وہ اپنے حقوق کو ضائع و برباد کر دیتا ہے، اور جو چغل خور کی بات پر اعتماد کرتا ہے وہ دوست کو اپنے ہاتھ سے کھو دیتا ہے۔

(۲۴۰) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْحَجَرُ الْغَصِيْبُ فِي الدَّارِ رَهْنٌ عَلٰى خَرَابِهَا.

قَالَ الرَّضِيُّ: وَ يُرْوٰى هٰذَا الْكَلَامُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، وَ لَا عَجَبَ اَنْ يَّشْتَبِهَ الْكَلَامَانِ، لِاَنَّ مُسْتَقَاهُمَا مِنْ قَلِيْبٍ، وَ مَفْرَغَهُمَا مِنْ ذُنُوْبٍ.

(۲۴۰)

گھر میں ایک غصبی پتھر کا لگانا اس کی ضمانت ہے کہ وہ تباہ و برباد ہو کر رہے گا۔

سیّد رضیؒ فرماتے ہیں کہ: ایک روایت میں یہ کلام رسالت مآب ﷺ سے منقول ہوا ہے اور اس میں تعجب ہی کیا کہ دونوں کے کلام ایک دوسرے کے مثل ہوں، کیونکہ دونوں کا سر چشمہ تو ایک ہی ہے۔

(۲۴۱) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

يَوْمُ الْمَظْلُوْمِ عَلَى الظَّالِمِ اَشَدُّ مِنْ يَوْمِ الظَّالِمِ عَلَى الْمَظْلُوْمِ.

(۲۴۱)

مظلوم کے ظالم پر قابو پانے کا دن اس دن سے کہیں زیادہ سخت ہو گا جس میں ظالم مظلوم کے خلاف اپنی طاقت دکھاتا ہے۔

دنیا میں ظلم سہہ لینا آسان ہے، مگر آخرت میں اس کی سزا بھگتنا آسان نہیں ہے۔ کیونکہ ظلم سہنے کا عرصہ زندگی بھر کیوں نہ ہو پھر بھی محدود ہے اور ظلم کی پاداش جہنم ہے، جس کا سب سے زیادہ ہولناک پہلو یہ ہے کہ وہاں زندگی ختم نہ ہوگی کہ موت دوزخ کے عذاب سے بچالے جائے۔ چنانچہ ایک ظالم اگر کسی کو قتل کر دیتا ہے تو قتل کے ساتھ ظلم کی حد بھی ختم ہو جائے گی اور اب اس کی گنجائش نہ ہوگی کہ اس پر مزید ظلم کیا جاسکے، مگر اس کی سزا یہ ہے کہ اسے ہمیشہ کیلئے دوزخ میں ڈالا جائے کہ جہاں وہ اپنے کئے کی سزا بھگتتا رہے۔

پنداشت ستمگر که جفا بر ما کرد
در گردن او بماند و بر ما بگذشت

☆☆☆☆☆

(۲۴۲) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِتَّقِ اللهَ بَعْضَ التُّقٰى وَ اِنْ قَلَّ، وَ اجْعَلْ بَيْنَكَ وَ بَيْنَ اللهِ سِتْرًا وَ اِنْ رَقَّ.

(۲۴۲)

اللہ سے کچھ تو ڈرو! چاہے وہ کم ہی ہو، اور اپنے اور اللہ کے درمیان کچھ تو پردہ رکھو! چاہے وہ باریک ہی سا ہو۔

(۲۴۳) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِذَا ازْدَحَمَ الْجَوَابُ خَفِيَ الصَّوَابُ.

(۲۴۳)

جب (ایک سوال کیلئے) جوابات کی بہتات ہو جائے تو صحیح بات چھپ جایا کرتی ہے۔

اگر کسی سوال کے جواب میں ہر گوشہ سے آوازیں بلند ہونے لگیں تو ہر جواب نئے سوال کا تقاضا بن کر بحث و جدل کا دروازہ کھول دے گا اور جوں جوں جوابات کی کثرت ہوگی۔ اصل حقیقت کی کھوج اور صحیح جواب کی سراغ رسانی مشکل ہو جائے گی، کیونکہ ہر شخص اپنے جواب کو صحیح تسلیم کرانے کیلئے اِدھر اُدھر سے دلائل فراہم کرنے کی کوشش کرے گا جس سے سارا معاملہ الجھاؤ میں پڑ جائے گا اور یہ خواب کثرت تعبیر سے خوابِ پریشان ہو کر رہ جائے گا۔

☆☆☆☆☆

(۲٤٤) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِنَّ لِلّٰهِ فِیْ كُلِّ نِعْمَةٍ حَقًّا، فَمَنْ اَدَّاهُ زَادَهٗ مِنْهَا، وَ مَنْ قَصَّرَ عَنْهُ خَاطَرَ بِزَوَالِ نِعْمَتِهٖ.

(۲۴۴)

بے شک اللہ تعالیٰ کیلئے ہر نعمت میں ایک حق ہے، تو جو اس حق کو ادا کرتا ہے اللہ اس کیلئے نعمت کو اور بڑھاتا ہے، اور جو کوتاہی کرتا ہے وہ موجودہ نعمت کو بھی خطرہ میں ڈالتا ہے۔

(۲٤٥) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِذَا كَثُرَتِ الْمَقْدُرَةُ قَلَّتِ الشَّهْوَةُ.

(۲۴۵)

جب مقدرت زیادہ ہو جاتی ہے تو خواہش کم ہو جاتی ہے۔

(۲٤٦) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِحْذَرُوْا نِفَارَ النِّعَمِ، فَمَا كُلُّ شَارِدٍ بِمَرْدُوْدٍ.

(۲۴۶)

نعمتوں کے زائل ہونے سے ڈرتے رہو، کیونکہ ہر بے قابو ہو کر نکل جانے والی چیز پلٹا نہیں کرتی۔

(۲٤٧) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْكَرَمُ اَعْطَفُ مِنَ الرَّحِمِ.

(۲۴۷)

جذبۂ کرم رابطۂ قرابت سے زیادہ لطف و مہربانی کا سبب ہوتا ہے۔

(۲٤٨) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَنْ ظَنَّ بِكَ خَيْرًا فَصَدِّقْ ظَنَّهٗ.

(۲۴۸)

جو تم سے حسن ظن رکھے اس کے گمان کو سچا ثابت کرو۔

(۲٤٩) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ مَاۤ اَكْرَهْتَ نَفْسَكَ عَلَيْهِ.

(۲۴۹)

بہترین عمل وہ ہے جس کے بجالانے پر تمہیں اپنے نفس کو مجبور کرنا پڑے۔

(۲٥٠) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

عَرَفْتُ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ بِفَسْخِ الْعَزَآئِمِ، وَ حَلِّ الْعُقُوْدِ، وَ نَقْضِ الْهِمَمِ.

(۲۵۰)

میں نے اللہ سبحانہ کو پہچانا ارادوں کے ٹوٹ جانے، نیتوں کے بدل جانے اور ہمتوں کے پست ہو جانے سے۔

ارادوں کے ٹوٹنے اور ہمتوں کے پست ہونے سے خداوند عالم کی ہستی پر اس طرح استدلال کیا جا سکتا ہے کہ مثلاً ایک کام کے کرنے کا ارادہ ہوتا ہے، مگر وہ ارادہ فعل سے ہمکنار ہونے سے پہلے ہی بدل جاتا ہے اور اس کی جگہ کوئی اور ارادہ پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ ارادوں کا اَدلنا بدلنا اور ان میں تغیر و انقلاب کا رونما ہونا اس کی دلیل ہے کہ ہمارے ارادوں پر ایک بالا دست قوت کارفرما ہے جو انہیں عدم سے وجود اور وجود سے عدم میں لانے کی قوت و طاقت رکھتی ہے، اور یہ امر انسان کے احاطۂ اختیار سے باہر ہے۔ لہٰذا اسے اپنے سے مافوق ایک طاقت کو تسلیم کرنا ہوگا کہ جو ارادوں میں ردّ و بدل کرتی رہتی ہے۔

(۲۵۱) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَرَارَةُ الدُّنْيَا حَلَاوَةُ الْاٰخِرَةِ، وَ حَلَاوَةُ الدُّنْيَا مَرَارَةُ الْاٰخِرَةِ.

(۲۵۱)

دنیا کی تلخی آخرت کی خوشگواری ہے اور دنیا کی خوشگواری آخرت کی تلخی ہے۔

(۲۵۲) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فَرَضَ اللّٰهُ الْاِيْمَانَ تَطْهِيْرًا مِّنَ الشِّرْكِ، وَ الصَّلٰوةَ تَنْزِيْهًا عَنِ الْكِبْرِ، وَ الزَّكٰوةَ تَسْبِيْبًا لِّلرِّزْقِ، وَ الصِّيَامَ ابْتِلَآءً لِّاِخْلَاصِ الْخَلْقِ، وَ الْحَجَّ تَقْوِيَةً لِّلدِّيْنِ، وَ الْجِهَادَ عِزًّا لِّلْاِسْلَامِ، وَ الْاَمْرَ بِالْمَعْرُوْفِ مَصْلَحَةً لِّلْعَوَامِّ، وَ النَّهْيَ عَنِ الْمُنْكَرِ رَدْعًا لِّلسُّفَهَآءِ، وَ صِلَةَ الرَّحِمِ مَنْمَاةً لِّلْعَدَدِ، وَ الْقِصَاصَ حَقْنًا لِّلدِّمَآءِ، وَ اِقَامَةَ الْحُدُوْدِ اِعْظَامًا لِّلْمَحَارِمِ، وَ تَرْكَ شُرْبِ الْخَمْرِ تَحْصِيْنًا لِّلْعَقْلِ، وَ مُجَانَبَةَ السَّرِقَةِ اِيْجَابًا لِّلْعِفَّةِ، وَ تَرْكَ الزِّنٰى تَحْصِيْنًا لِّلنَّسَبِ، وَ تَرْكَ اللِّوَاطِ تَكْثِيْرًا لِّلنَّسْلِ، وَ الشَّهَادَةَ اسْتِظْهَارًا عَلَى الْمُجَاحَدَاتِ، وَ تَرْكَ الْكَذِبِ تَشْرِيْفًا لِّلصِّدْقِ، وَ السَّلَامَ اَمَانًا مِّنَ الْمَخَاوِفِ، وَ الْاَمَانَاتِ نِظَامًا لِّلْاُمَّةِ، وَ الطَّاعَةَ تَعْظِيْمًا لِّلْاِمَامَةِ.

(۲۵۲)

خداوند عالم نے ایمان کا فریضہ عائد کیا شرک کی آلودگیوں سے پاک کرنے کیلئے، اور نماز کو فرض کیا رعونت سے بچانے کیلئے، اور زکوٰۃ کو رزق کے اضافہ کا سبب بنانے کیلئے، اور روزہ کو مخلوق کے اخلاص کو آزمانے کیلئے اور حج کو دین کے تقویت پہنچانے کیلئے، اور جہاد کو اسلام کو سرفرازی بخشنے کیلئے، اور امر بالمعروف کو اصلاحِ خلائق کیلئے، اور نہی عن المنکر کو سرپھروں کی روک تھام کیلئے، اور حقوقِ قرابت کے ادا کرنے کو (یار و انصار کی) گنتی بڑھانے کیلئے، اور قصاص کو خونریزی کے انسداد کیلئے، اور حدود شرعیہ کے اجراء کو محرمات کی اہمیت قائم کرنے کیلئے، اور شراب خوری کے ترک کو عقل کی حفاظت کیلئے، اور چوری سے پرہیز کو پاک بازی کا باعث ہونے کیلئے، اور زنا کاری سے بچنے کو نسب کے محفوظ رکھنے کیلئے، اور اغلام کے ترک کو نسل بڑھانے کیلئے، اور گواہی کو انکارِ حقوق کے مقابلہ میں ثبوت مہیا کرنے کیلئے، اور جھوٹ سے علیحدگی کو سچائی کا شرف آشکارا کرنے کیلئے، اور قیامِ امن کو خطروں سے تحفظ کیلئے، اور امانتوں کی حفاظت کو اُمت کا نظام درست رکھنے کیلئے، اور اطاعت کو امامت کی عظمت ظاہر کرنے کیلئے۔

احکامِ شرع کی بعض حکمتوں اور مصلحتوں کا تذکرہ کرنے سے قبل ''ایمان'' کی غرض و غایت کا ذکر فرمایا ہے۔ کیونکہ ''ایمان'' شرعی احکام کیلئے اساس و بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے اور اس کے بغیر کسی شرع و آئین کی ضرورت کا احساس ہی پیدا نہیں ہوتا۔

''ایمان'' ہستی خالق کے اقرار اور اُس کی یگانگت کے اعتراف کا نام ہے اور جب انسان کے قلب و ضمیر میں یہ عقیدہ رَچ بَس جاتا ہے تو وہ کسی

دوسرے کے آگے جھکنا گوارا نہیں کرتا اور نہ کسی طاقت سے مرعوب و متاثر ہوتا ہے، بلکہ ذہنی طور پر تمام بندھنوں سے آزاد ہو کر خود کو خدائے واحد کا حلقہ بگوش تصور کرتا ہے۔ اور اس طرح توحید سے وابستگی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کا دامن شرک کی آلودگیوں سے آلودہ ہونے نہیں پاتا۔

''نماز'' عبادات میں سب سے بڑی عبادت ہے جو قیام و قعود اور رکوع و سجود پر مشتمل ہوتی ہے اور یہ اعمال غرور و نخوت کے احساسات کو ختم کرنے، کبر و انانیت کو مٹانے اور عجز و فروتنی کے پیدا کرنے کا کامیاب ذریعہ ہیں۔ کیونکہ متکبرانہ افعال و حرکات سے نفس میں تکبّر و رُعونت کا جذبہ اُبھرتا ہے، اور منکسرانہ اعمال سے نفس میں تذلل و خشوع کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اور رفتہ رفتہ ان اعمال کی بجا آوری سے انسان متواضع و منکسر المزاج ہو جاتا ہے۔ چنانچہ وہ عرب کہ جن کے کبر و غرور کا یہ عالم تھا کہ اگر ان کے ہاتھ سے کوڑا گر پڑتا تھا تو اُسے اُٹھانے کیلئے جھکنا گوارا نہ کرتے تھے اور چلتے ہوئے جوتی کا تسمہ ٹوٹ جاتا تھا تو جھک کر اسے درست کرنا عار سمجھتے تھے، سجدوں میں اپنے چہرے خاکِ مذلت پر بچھانے لگے اور نماز جماعت میں دوسروں کے قدموں کی جگہ پر اپنی پیشانیاں رکھنے لگے اور غرور و عصبیت جاہلیت کو چھوڑ کر اسلام کی صحیح روح سے آشنا ہو گئے۔

''زکوٰۃ'' یعنی ہر با استطاعت اپنے مال میں سے ایک مقررہ مقدار سال بسال ان لوگوں کو دے کہ جو وسائل حیات سے بالکل محروم یا سال بھر کے آذوقہ کا کوئی ذریعہ نہ رکھتے ہوں۔ یہ اسلام کا ایک اہم فریضہ ہے جس سے غرض یہ ہے کہ اسلامی معاشرہ کا کوئی فرد محتاج و مفلس نہ رہے اور احتیاج و افلاس سے جو برائیاں پیدا ہوتی ہیں ان سے محفوظ رہیں اور اس کے علاوہ یہ بھی مقصد ہے کہ دولت چلتی پھرتی اور ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں منتقل ہوتی رہے اور چند افراد کیلئے مخصوص ہو کر نہ رہ جائے۔

''روزہ'' وہ عبادت ہے جس میں ریا کا شائبہ نہیں ہوتا اور نہ حسنِ نیت کے علاوہ کوئی اور جذبہ کارفرما ہوتا ہے۔ چنانچہ تنہائی میں جبکہ بھوک بے چین کئے ہوئے ہو اور پیاس تڑپا رہی ہو، نہ کھانے کی طرف ہاتھ بڑھتا ہے، نہ پانی کی خواہش بے قابو ہونے دیتی ہے۔ حالانکہ اگر کھا پی لیا جائے تو کوئی پیٹ میں جھانک کر دیکھنے والا نہیں ہوتا۔ مگر ضمیر کا حُسن اور خلوص کا جوہر نیت کو ڈانواں ڈول نہیں ہونے دیتا اور یہی روزہ کا سب سے بڑا فائدہ ہے کہ اس سے عمل میں اخلاص پیدا ہوتا ہے۔

''حج'' کا مقصد یہ ہے کہ حلقہ بگوشانِ اسلام، اطراف و اکنافِ عالم سے سمٹ کر ایک مرکز پر جمع ہوں، تاکہ اس عالمی اجتماع سے اسلام کی عظمت کا مظاہرہ ہو اور اللہ کی پرستش و عبادت کا ولولہ تازہ اور آپس میں روابط کے قائم کرنے کا موقع حاصل ہو۔

''جہاد'' کا مقصد یہ ہے کہ جو قوتیں اسلام کی راہ میں مزاحم ہوں اُن کے خلاف امکانی طاقتوں کے ساتھ جنگ آزما ہوا جائے، تاکہ اسلام کو فروغ و استحکام حاصل ہو۔ اگرچہ اس راہ میں جان کیلئے خطرات پیدا ہوتے ہیں اور قدم قدم پر مشکلیں حائل ہوتی ہیں، مگر راحتِ ابدی و حیات دائمی کی نوید، ان تمام مصیبتوں کو جھیل لے جانے کی ہمت بندھاتی رہتی ہے۔

''امر بالمعروف اور نہی عن المنکر'' دوسروں کو صحیح راہ دکھانے اور غلط روی سے باز رکھنے کا ایک مؤثر ذریعہ ہے۔ اگر کسی قوم میں اس فریضہ کے انجام دینے والے ناپید ہو جاتے ہیں تو پھر اس کو تباہی سے کوئی چیز نہیں بچا سکتی اور وہ اخلاقی و تمدنی لحاظ سے انتہائی پستیوں میں جا گرتی ہے۔ اسی لئے اسلام نے اور فرائض کے مقابلہ میں اُسے بڑی اہمیت دی ہے اور اس سے پہلو بچا لے جانے کو ''ناقابلِ تلافی جُرم'' قرار دیا ہے۔

”صلۂ رحمی“ یہ ہے کہ انسان اپنے قرابت داروں کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آئے اور کم از کم باہمی سلام و کلام کا سلسلہ قطع نہ کرے، تا کہ دلوں میں صفائی پیدا ہو اور خاندان کی شیرازہ بندی ہو کر یہ بکھرے ہوئے افراد ایک دوسرے کے دست و بازو ثابت ہوں۔

”قصاص“ یہ ایک حق ہے جو مقتول کے وارثوں کو دیا گیا ہے کہ وہ قتل کے بدلہ میں قتل کا مطالبہ کریں، تا کہ پاداش جرم کے خوف سے آئندہ کسی کو قتل کی جرأت نہ ہو سکے اور وارثوں کے جوشِ انتقام میں ایک جان سے زیادہ جانوں کے ہلاک ہونے کی نوبت نہ پہنچے۔ بیشک عفو و درگزر اپنے مقام پر فضیلت رکھتی ہے، مگر جہاں حقوقِ بشر کی پامالی اور امن عالم کی تباہی کا سبب بن جائے، اُسے اصلاح نہیں قرار دیا جا سکتا، بلکہ اس موقع پر قتل و خونریزی کے انسداد اور حیات انسانی کی بقا کا واحد ذریعہ قصاص ہی ہوگا۔ چنانچہ ارشادِ قدرت ہے:

﴿وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ﴾

اے عقل والو! تمہارے لئے قصاص میں زندگی ہے۔ (سورۂ بقرہ، آیت ۱۷۹)

”اجرائے حدود“ کا مقصد یہ ہے کہ محرماتِ الٰہیہ کے مرتکب ہونے والے کو جرم کی سنگینی کا احساس دلایا جائے تا کہ وہ سزا و عقوبت کے خوف سے منہیات سے اپنا دامن بچا کر رکھے۔

”شراب“ ذہنی انتشار، پراگندگیٔ حواس اور زوالِ عقل کا باعث ہوتی ہے، جس کے نتیجہ میں انسان وہ قبیح افعال کر گزرتا ہے جن کی ہوش و حواس کی حالت میں اس سے توقع نہیں کی جا سکتی۔ اس کے علاوہ یہ صحت کو تباہ اور طبیعت کو وبائی امراض کی پذیرائی کیلئے مستعد کر دیتی ہے اور بے خوابی، ضعفِ اعصاب اور نقرس وغیرہ امراض اس کا لازمی خاصہ ہیں اور انہی مفاد و مفاسد کو دیکھتے ہوئے شریعت نے اسے حرام کیا ہے۔

”سرقہ“ یعنی دوسروں کے مال میں دست درازی کرنا وہ قبیح عادت ہے جو حرص اور ہوائے نفس کے غلبہ کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے اور چونکہ مشتہیاتِ نفس کو حدِ افراط سے ہٹا کر نقطۂ اعتدال پر لانا عفت کہلاتا ہے، اس لئے بڑھتی ہوئی خواہش اور طمع کو روک کر چوری سے اجتناب کرنا عفت کا باعث ہوگا۔

”زنا و لواطہ“ کو اس لئے حرام کیا گیا ہے کہ نسب محفوظ رہے اور نسل انسانی پھلے پھولے اور بڑھے۔ کیونکہ زنا سے پیدا ہونے والی اولاد، اولاد ہی نہیں قرار پاتی کہ اس سے نسب ثابت ہوتا۔ اسی لئے اُسے مستحق میراث نہیں قرار دیا جاتا اور خلافِ فطرت افعال سے نسل کے بڑھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اسکے علاوہ ان قبیح افعال کے نتیجہ میں انسان ایسے امراض میں مبتلا ہو جاتا ہے جو قطع نسل کے ساتھ زندگی کی بربادی کا سبب ہوتے ہیں۔

”قانونِ شہادت“ کی اس لئے ضرورت ہے کہ اگر ایک فریق دوسرے فریق کے کسی حق کا انکار کرے تو وہ شہادت کے ذریعہ اپنے حق کا اِثبات کر کے اسے محفوظ کر سکے۔

”کذب و دروغ“ سے اجتناب کا حکم اس لئے ہے تا کہ اس کی ضد یعنی صداقت کی عظمت و اہمیت نمایاں ہو اور سچائی کے مصالح و منافع کو دیکھ کر جھوٹ سے پیدا ہونے والی اخلاقی کمزوریوں سے بچا جائے۔

''سلام''[1] کے معنی امن وصلح پسندی کے ہیں اور ظاہر ہے کہ صلح پسندانہ روش خطرات سے تحفظ اور جنگ و جدال کی روک تھام کا کامیاب ذریعہ ہے۔عموماً شارحین نے''سلام'' کو باہمی سلام و دُعا کے معنی میں لیا ہے، مگر سیاق کلام اور فرائض کے ذیل میں اس کا تذکرہ اس معنی کی تائید نہیں کرتا۔ بہرحال اس معنی کی رو سے سلام خطرات سے تحفظ کا ذریعہ اس طرح ہے کہ اسے امن وسلامتی کا شعار سمجھا جاتا ہے اور جب دو مسلمان آپس میں ایک دوسرے پر سلام کرتے ہیں تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ وہ ایک دوسرے کی خیر خواہی و دوستی کا اعلان کرتے ہیں جس کے بعد دونوں ایک دوسرے سے مطمئن ہو جاتے ہیں۔

''امانت'' کا تعلق صرف مال ہی سے نہیں، بلکہ اپنے متعلقہ امور کی بجا آوری میں کوتاہی کرنا بھی امانت کے منافی ہے۔تو جب مسلمان اپنے فرائض و متعلّقہ امور کا لحاظ رکھیں گے تو اس سے نظم ونسق ملت کا مقصد حاصل ہوگا اور جماعت کی شیرازہ بندی پایہ تکمیل کو پہنچے گی۔

''امامت'' کے اجرا کا مقصد یہ ہے کہ اُمت کی شیرازہ بندی ہو اور اسلام کے احکام تبدیل وتحریف سے محفوظ رہیں۔کیونکہ اگر اُمت کا کوئی سربراہ اور دین کا کوئی محافظ نہ ہو تو نہ اُمت کا نظم ونسق باقی رہ سکتا ہے اور نہ احکام دوسرے کی دستبرد سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔اور یہ مقصد اسی صورت میں حاصل ہوسکتا ہے جب اُمت پر اس کی اطاعت بھی واجب ہو۔اس لئے کہ اگر وہ مطاع اور واجب الاطاعت نہ ہوگا تو وہ نہ عدل وانصاف قائم کرسکتا ہے، نہ ظالم سے مظلوم کا حق دلا سکتا ہے، نہ قوانین شریعت کا اجرا و نفاذ کرسکتا ہے اور نہ دنیا سے فتنہ وفساد کے ختم ہونے کی توقع کی جاسکتی ہے۔

☆☆☆☆☆

[1] نہج البلاغہ کے عام نسخوں میں لفظ''سلام'' ہی تحریر ہے، مگر ابن میثم نے اسے لفظ''اسلام'' قرار دیتے ہوئے اس کی شرح کی ہے اور لفظ''سلام'' بھی روایت کیا ہے۔ہوسکتا ہے کہ کسی نسخہ میں لفظ''اسلام'' بھی ہو۔

(۲۵۳) وَكَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

يَقُوْلُ عليه السلام:

اَحْلِفُوا الظَّالِمَ ۔ اِذَا اَرَدْتُّمْ يَمِيْنَهٗ ۔ بِاَنَّهٗ بَرِیْٓءٌ مِّنْ حَوْلِ اللهِ وَ قُوَّتِهٖ، فَاِنَّهٗ اِذَا حَلَفَ بِهَا كَاذِبًا عُوْجِلَ الْعُقُوْبَةَ، وَ اِذَا حَلَفَ: بِاللهِ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَمْ يُعَاجَلْ، لِاَنَّهٗ قَدْ وَحَّدَ اللّٰهَ تَعَالٰى۔

(۲۵۳)

آپؑ فرمایا کرتے تھے کہ:

اگر کسی ظالم سے قسم لینا ہو تو اس سے اس طرح حلف اٹھواؤ کہ: وہ اللہ کی قوت و توانائی سے بری ہے؟ کیونکہ جب وہ اس طرح جھوٹی قسم کھائے گا تو جلد اس کی سزا پائے گا اور جب یوں قسم کھائے کہ: "قسم اُس اللہ کی جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں" تو جلد اس کی گرفت نہ ہوگی، کیونکہ اُس نے اللہ کو وحدت و یکتائی کے ساتھ یاد کیا ہے۔

ابن میثم نے تحریر کیا ہے کہ ایک شخص نے منصور عباسی کے پاس امام جعفر صادق علیہ السلام پر کچھ الزامات عائد کئے جس پر منصور نے حضرتؑ کو طلب کیا اور کہا کہ فلاں شخص نے آپؑ کے بارے میں مجھے یہ اور یہ کہا ہے، یہ کہاں تک صحیح ہے؟ حضرتؑ نے فرمایا کہ: یہ سب جھوٹ ہے اور اس میں ذرہ بھر صداقت نہیں، تم اس شخص کو میرے سامنے بلا کر پوچھو۔ چنانچہ اسے بلا کر پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ میں نے جو کچھ کہا تھا صحیح اور درست تھا۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ: اگر تم سچ کہتے ہو تو جس طرح میں تمہیں قسم دلاؤں تم قسم کھاؤ۔ چنانچہ حضرتؑ نے اسے یہی قسم دلائی کہ: "میں خدا کی قوت و طاقت سے بری ہوں"۔ اس قسم کے کھاتے ہی اس پر فالج گرا اور وہ بے حس و حرکت ہو کر رہ گیا۔ اور امام علیہ السلام عزت و احترام کے ساتھ پلٹ آئے۔

☆☆☆☆☆

(۲۵٤) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

يَا بْنَ اٰدَمَ! كُنْ وَّصِيَّ نَفْسِكَ فِیْ مَالِكَ، وَ اعْمَلْ فِيْهِ مَا تُؤْثِرُ اَنْ يُّعْمَلَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِكَ.

(۲۵۴)

اے فرزند آدم! اپنے مال میں اپنا وصی خود بن اور جو تو چاہتا ہے کہ تیرے بعد تیرے مال میں سے خیر خیرات کی جائے وہ خود انجام دے دے۔

مطلب یہ ہے کہ جو شخص یہ چاہے کہ اس کے مرنے کے بعد اس کے مال کا کچھ حصہ اُمورِ خیر میں صرف کیا جائے تو اُسے موت کا اِنتظار نہ کرنا چاہیے۔ بلکہ جیتے جی جہاں صرف کرنا چاہتا ہے، صرف کر جائے۔ اس لئے کہ ہوسکتا ہے کہ اس کے مرنے کے بعد اس کے وارث اس کی وصیت پر عمل نہ کریں، یا اُسے وصیّت کرنے کا موقع ہی نہ ملے۔

زر و نعمت اکنون بده کان تست   که بعد از تو بیرون ز فرمان تست

☆☆☆☆☆

(۲۵۵) وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

اَلْحِدَّةُ ضَرْبٌ مِّنَ الْجُنُوْنِ، لِاَنَّ صَاحِبَهَا یَنْدَمُ، فَاِنْ لَّمْ یَنْدَمْ فَجُنُوْنُهٗ مُسْتَحْكَمٌ.

(۲۵۵)

غصہ ایک قسم کی دیوانگی ہے، کیونکہ غصہ ور بعد میں پشیمان ضرور ہوتا ہے اور اگر پشیمان نہیں ہوتا تو اُس کی دیوانگی پختہ ہے۔

(۲۵۶) وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

صِحَّةُ الْجَسَدِ مِنْ قِلَّةِ الْحَسَدِ.

(۲۵۶)

حسد کی کمی بدن کی تندرستی کا سبب ہے۔

''حسد'' سے دل میں ایک ایسا زہریلا مواد پیدا ہوتا ہے جو حرارت عزیزی کو ختم کر دیتا ہے، جس کے نتیجہ میں جسم نڈھال اور روح پژمردہ ہو کر رہ جاتی ہے۔ اس لئے حاسد کبھی پھلتا پھولتا نہیں، بلکہ حسد کی آنچ میں پگھل پگھل کر ختم ہو جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆

(۲۵۷) وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

لِكُمَیْلِ بْنِ زِیَادٍ النَّخَعِیِّ:

یَا كُمَیْلُ! مُرْ اَهْلَكَ اَنْ یَّرُوْحُوْا فِیْ كَسْبِ الْمَكَارِمِ، وَ یُدْلِجُوْا فِیْ حَاجَةِ مَنْ هُوَ نَآئِمٌ، فَوَالَّذِیْ وَسِعَ سَمْعُهُ الْاَصْوَاتَ مَا مِنْ اَحَدٍ اَوْدَعَ قَلْبًا سُرُوْرًا اِلَّا وَ خَلَقَ اللّٰهُ لَهٗ مِنْ ذٰلِكَ السُّرُوْرِ لُطْفًا، فَاِذَا نَزَلَتْ بِهٖ نَآئِبَةٌ جَرٰی اِلَیْهَا كَالْمَآءِ فِیْ انْحِدَارِهٖ، حَتّٰی یَطْرُدَهَا عَنْهُ كَمَا تُطْرَدُ غَرِیْبَةُ الْاِبِلِ.

(۲۵۷)

کمیل ابن زیاد نخعی سے فرمایا:

اے کمیل! اپنے عزیز و اقارب کو ہدایت کرو کہ وہ اچھی خصلتوں کو حاصل کرنے کیلئے دن کے وقت نکلیں اور رات کو سو جانے والے کی حاجت روائی کو چل کھڑے ہوں۔ اُس ذات کی قسم جس کی قوتِ شنوائی تمام آوازوں پر حاوی ہے! جس کسی نے بھی کسی کے دل کو خوش کیا تو اللہ اُس کیلئے اُس سرور سے ایک لطفِ خاص خلق فرمائے گا کہ جب بھی اُس پر کوئی مصیبت نازل ہو تو وہ نشیب میں بہنے والے پانی کی طرح تیزی سے بڑھے اور اجنبی اونٹوں کو ہنکانے کی طرح اس مصیبت کو ہنکا کر دور کر دے۔

(۲۵۸) وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

اِذَاۤ اَمْلَقْتُمْ فَتَاجِرُوا اللّٰهَ بِالصَّدَقَةِ.

(۲۵۸)

جب تنگدست ہو جاؤ تو صدقہ کے ذریعہ اللہ سے تجارت کرو۔

(۲۵۹) وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

اَلْوَفَآءُ لِاَهْلِ الْغَدْرِ غَدْرٌ عِنْدَ اللّٰهِ، وَ

(۲۵۹)

غداروں سے وفا کرنا اللہ کے نزدیک غداری ہے اور غداروں کے

اَلْغَدْرُ بِاَهْلِ الْغَدْرِ وَفَآءٌ عِنْدَ اللهِ.

ساتھ غداری کرنا اللہ کے نزدیک عین وفا ہے۔

(۲۶۰) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(۲۶۰)

كَمْ مِّنْ مُّسْتَدْرَجٍ بِالْاِحْسَانِ اِلَيْهِ، وَ مَغْرُوْرٍ بِالسَّتْرِ عَلَيْهِ، وَ مَفْتُوْنٍ بِحُسْنِ الْقَوْلِ فِيْهِ، وَ مَا ابْتَلَى اللهُ سُبْحَانَهٗ اَحَدًا بِمِثْلِ الْاِمْلَآءِ لَهٗ.

کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جنہیں نعمتیں دے کر رفتہ رفتہ عذاب کا مستحق بنایا جاتا ہے اور کتنے ہی لوگ ایسے ہیں کہ جو اللہ کی پردہ پوشی سے دھوکا کھائے ہوئے ہیں اور اپنے بارے میں اچھے الفاظ سن کر فریب میں پڑ گئے۔ اور مہلت دینے سے زیادہ اللہ کی جانب سے کوئی بڑی آزمائش نہیں۔

قَالَ الرَّضِيُّ: وَ قَدْ مَضٰى هٰذَا الْكَلَامُ فِيْمَا تَقَدَّمَ، اِلَّآ اَنَّ فِيْهِ هٰهُنَا زِيَادَةٌ جَيِّدَةٌ مُّفِيْدَةٌ.

سیّدرضیؒ کہتے ہیں کہ: یہ کلام پہلے بھی گزر چکا ہے، مگر یہاں اس میں کچھ عمدہ اور مفید اضافہ ہے۔

فَصْلٌ

نَذْكُرُ فِيْهِ شَيْئًا مِنِ اخْتِيَارِ غَرِيْبِ كَلَامِهِ الْمُحْتَاجِ إِلَى التَّفْسِيْرِ:

(۱) فِيْ حَدِيْثِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فَإِذَا كَانَ ذٰلِكَ ضَرَبَ يَعْسُوْبُ الدِّيْنِ بِذَنَبِهٖ، فَيَجْتَمِعُوْنَ إِلَيْهِ كَمَا يَجْتَمِعُ قَزَعُ الْخَرِيْفِ.

قَالَ الرَّضِيُّ: اَلْيَعْسُوْبُ: السَّيِّدُ الْعَظِيْمُ الْمَالِكُ لِأُمُوْرِ النَّاسِ يَوْمَئِذٍ وَ الْقَزَعُ: قِطَعُ الْغَيْمِ الَّتِيْ لَا مَآءَ فِيْهَا.

فصل

اس میں ہم امیر المومنین علیہ السلام کا وہ مشکل و دقیق کلام منتخب کر کے درج کریں گے جو محتاج تشریح ہے:

[۱]

جب وہ وقت آئے گا تو دین کا یعسوب اپنی جگہ پر قرار پائے گا اور لوگ اس طرح سمٹ کر اس طرف بڑھیں گے جس طرح موسم خریف کے قزع جمع ہو جاتے ہیں۔

سیّد رضیؒ کہتے ہیں کہ: ”یعسوب“ سے وہ بلند مرتبہ سردار مراد ہے جو اس دن لوگوں کے معاملات کا مالک و مختار ہو گا اور ”قزع“ ابر کی ان ٹکڑیوں کو کہتے ہیں جن میں پانی نہ ہو۔

”یعسوب“ شہد کی مکھیوں کے سربراہ کو کہتے ہیں اور ”یعسوب الدین“ (حاکمِ دین وشریعت) سے مراد حضرت حجت عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف ہیں۔ اس لفظ سے تعبیر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح ”امیر نحل“ کا ظاہر و باطن پاک ہوتا ہے اور وہ نجاست سے احتراز کرتے ہوئے پھولوں اور شگوفوں سے اپنی غذا حاصل کرتا ہے، اسی طرح حضرت حجت عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف بھی تمام آلودگیوں سے پاک وصاف اور ہر طرح سے طیب و طاہر ہوں گے۔ اس جملہ کے چند معنی کئے گئے ہیں:

- پہلے معنی یہ ہیں کہ: جب حضرت حجت عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف فضائے عالم میں سیر و گردش کے بعد اپنے مرکز پر مقیم ہوں گے۔ کیونکہ امیر نحل دن کا بیشتر حصہ پرواز میں گزارتا ہے اور جب اپنے جسم کا آخری حصہ کہیں پر ٹکا تا ہے تو وہ اپنی حرکت و پرواز کو ختم کر دیتا ہے۔
- دوسرے معنی یہ ہیں کہ: جب حضرت عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف اپنے رفقاء و انصار کے ساتھ زمین میں چلیں پھریں گے۔ اس صورت میں ”ضرب“ کے معنی چلنے پھرنے کے اور ”ذنب“ سے مراد انصار و اتباع ہوں گے۔
- تیسرے معنی یہ ہیں کہ: جب حضرت عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف شمشیر بکف اُٹھ کھڑے ہوں گے۔ اس صورت میں ”ضرب ذنب“ کے معنی شہد کی مکھی کے ڈسنے کے ہوں گے۔
- چوتھے معنی یہ ہیں کہ: جب حضرت عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف جوش و خروش کے ساتھ اعلائے کلمۃ اللہ کیلئے اُٹھ کھڑے ہوں گے۔ اس صورت میں یہ جملہ غضب و ہیجان کی کیفیت اور حملہ آوری کی ہیئت سے کنایہ ہوگا۔

☆☆☆☆☆

(۲) وَفِيْ حَدِيْثِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ

هٰذَا الْخَطِيْبُ الشَّحْشَحُ.

يُرِيْدُ الْمَاهِرَ بِالْخُطْبَةِ الْمَاضِيَ فِيْهَا، وَ كُلُّ مَاضٍ فِيْ كَلَامٍ اَوْ سَيْرٍ فَهُوَ شَحْشَحٌ. وَ الشَّحْشَحُ فِيْ غَيْرِ هٰذَا الْمَوْضِعِ الْبَخِيْلُ الْمُمْسِكُ.

[۲]

یہ خطیب شحشح۔

سیدرضیؒ کہتے ہیں کہ: ''شحشح'' کے معنی خطیب ماہر وشعلہ بیان کے ہیں اور جوزبان آوری یارفتار میں رواں ہو اسے ''شحشح'' کہا جاتا ہے اور دوسرے مقام پر اس کے معنی بخیل اور کنجوس کے ہوتے ہیں۔

''خطیب ماہر'' سے مراد صعصعہ ابن صوحان عبدی ہیں جو حضرتؑ کے خواص اصحاب میں سے تھے۔ امیر المومنین علیہ السلام کے اس ارشاد سے ان کی خطابت کی رفعت اور قوت کلام کی بلندی کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ چنانچہ ابن ابی الحدید نے تحریر کیا ہے:

وَ كَفٰى صَعْصَعَةَ بِهَا فَخْرًا اَنْ يَّكُوْنَ مِثْلُ عَلِيٍّ عليه السلام يُثْنِيْ عَلَيْهِ بِالْمَهَارَةِ وَ فَصَاحَةِ اللِّسَانِ.

صعصعہ کے افتخار کیلئے یہ کافی ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام ایسے (افصح عالم) ان کی مہارتِ کلام و فصاحتِ بیان کو سراہتے ہیں۔ (شرح ابن ابی الحدید، ج ۴، ص ۳۵۵)

☆☆☆☆☆

(۳) وَفِيْ حَدِيْثِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِنَّ لِلْخُصُوْمَةِ قُحَمًا.

يُرِيْدُ بِالْقُحَمِ الْمَهَالِكَ، لِاَنَّهَا تُقْحِمُ اَصْحَابَهَا فِي الْمَهَالِكِ وَ الْمَتَالِفِ فِي الْاَكْثَرِ، وَ مِنْ ذٰلِكَ «قُحْمَةُ الْاَعْرَابِ»، وَ هُوَ اَنْ تُصِيْبَهُمُ السَّنَةُ فَتَتَعَرَّقَ اَمْوَالَهُمْ، فَذٰلِكَ تَقَحُّمُهَا فِيْهِمْ. وَ قِيْلَ فِيْهِ وَجْهٌ اٰخَرُ، وَ هُوَ اَنَّهَا تُقْحِمُهُمْ بِلَادَ الرِّيْفِ، اَيْ: تُحْوِجُهُمْ اِلٰى دُخُوْلِ الْحَضَرِ عِنْدَ مُحُوْلِ الْبَدْوِ.

[۳]

لڑائی جھگڑے کا نتیجہ قحم ہوتے ہیں۔

(سیدرضیؒ کہتے ہیں کہ:) ''قحم'' سے تباہیاں مراد ہیں، کیونکہ (اِقحام کے معنی ڈھکیلنے کے ہیں اور) لڑائی جھگڑا عموماً لڑنے جھگڑنے والوں کو مہلکوں اور تباہیوں میں ڈھکیل دیتا ہے۔ اور اسی سے ''قحمة الاعراب'' (کالفظ) ماخوذ ہے اور وہ یہ ہوتی ہے کہ بادیہ نشین عرب خشک سالیوں میں اس طرح مبتلا ہوجائیں کہ ان کے چوپائے صرف ہڈیوں کا ڈھانچہ ہو کر رہ جائیں اور یہی اس بلا کا انہیں ڈھکیل دینا ہے۔ اور اس کی ایک اور بھی توجیہ کی گئی ہے اور وہ یہ کہ: سختی و شدت چونکہ انہیں شاداب حصوں کی طرف ڈھکیل دیتی ہے، یعنی صحرائی زندگی کی سختی وقحط سالی انہیں شہروں میں چلے جانے پر مجبور کردیتی ہے، (اس لئے اسے ''قحمة'' کہا جاتا ہے)۔

(٤) وَفِىْ حَدِيْثِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِذَا بَلَغَ النِّسَآءُ نَصَّ الْحَقَآئِقِ فَالْعَصَبَةُ اَوْلٰى.

وَ يُرْوٰى: نَصُّ الْحِقَاقِ.

وَ النَّصُّ: مُنْتَهَى الْاَشْيَآءِ وَ مَبْلَغُ اَقْصَاهَا كَالنَّصِّ فِي السَّيْرِ، لِاَنَّهٗ اَقْصٰى مَا تَقْدِرُ عَلَيْهِ الدَّآبَّةُ. وَ تَقُوْلُ: نَصَصْتُ الرَّجُلَ عَنِ الْاَمْرِ، اِذَا اسْتَقْصَيْتَ مَسْئَلَتَهٗ عَنْهُ، لِتَسْتَخْرِجَ مَا عِنْدَهٗ فِيْهِ. فَـ «نَصُّ الْحِقَاقِ» يُرِيْدُ بِهِ الْاِدْرَاكَ، لِاَنَّهٗ مُنْتَهَى الصِّغَرِ، وَ الْوَقْتُ الَّذِیْ يَخْرُجُ مِنْهُ الصَّغِيْرُ اِلٰى حَدِّ الْكَبِيْرِ، وَ هُوَ مِنْ اَفْصَحِ الْكِنَايَاتِ عَنْ هٰذَا الْاَمْرِ وَ اَغْرَبِهَا. يَقُوْلُ: فَاِذَا بَلَغَ النِّسَآءُ ذٰلِكَ، فَالْعَصَبَةُ اَوْلٰى بِالْمَرْاَةِ مِنْ اُمِّهَا اِذَا كَانُوْا مَحْرَمًا، مِثْلَ الْاِخْوَةِ وَ الْاَعْمَامِ، وَ بِتَزْوِيْجِهَا اِنْ اَرَادُوْا ذٰلِكَ.

وَ «الْحِقَاقُ»: مُحَاقَّةُ الْاُمِّ لِلْعَصَبَةِ فِي الْمَرْاَةِ، وَ هُوَ الْجِدَالُ وَ الْخُصُوْمَةُ وَ قَوْلُ كُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا لِلْاٰخَرِ: «اَنَا اَحَقُّ مِنْكَ بِهٰذَا»، يُقَالُ مِنْهُ: حَاقَقْتُهٗ حِقَاقًا مِثْلَ جَادَلْتُهٗ جِدَالًا.

وَ قَدْ قِيْلَ: اِنَّ نَصَّ الْحِقَاقِ بُلُوْغُ الْعَقْلِ، وَ هُوَ الْاِدْرَاكُ، لِاَنَّهٗ عليه السلام اِنَّمَاۤ اَرَادَ مُنْتَهَى الْاَمْرِ الَّذِیْ تَجِبُ فِيْهِ الْحُقُوْقُ وَ الْاَحْكَامُ، وَ مَنْ رَّوَاهُ نَصَّ الْحَقَآئِقِ، فَاِنَّمَاۤ اَرَادَ جَمْعَ حَقِيْقَةٍ.

هٰذَا مَعْنٰى مَا ذَكَرَهٗ اَبُوْ عُبَيْدٍ الْقَاسِمُ بْنُ

[۴]

جب لڑکیاں نص الحقائق کو پہنچ جائیں تو اُن کیلئے ددھیالی رشتہ دار زیادہ حق رکھتے ہیں۔

سیّد رضیؒ کہتے ہیں کہ: ’’نص الحقائق‘‘ کی جگہ ’’نص الحقاق‘‘ بھی وارد ہوا ہے۔ ’’نص‘‘ چیزوں کی انتہا اور اُن کی آخری حد کو کہتے ہیں۔ جیسے چوپایہ کی وہ انتہائی رفتار کہ جو وہ دوڑ سکتا ہے ’’نص‘‘ کہلاتی ہے اور یونہی «نَصَصْتُ الرَّجُلَ عَنِ الْاَمْرِ» اس موقع پر کہا جائے گا جب کسی شخص سے پوری طرح پوچھ گچھ کرنے کے بعد اس سے سب کچھ اُگلوا لیا ہو۔ تو حضرتؑ نے ’’نص الحقاق‘‘ سے حدِ کمال تک پہنچنا مراد لیا ہے کہ جو بچپن کی حدِ آخر اور وہ زمانہ ہوتا ہے کہ کم سن کم سنی کے حدود سے نکل کر بڑوں کی صف میں داخل ہوتا ہے اور یہ بلوغ کیلئے نہایت فصیح اور بہت عجیب کنایہ ہے۔ حضرتؑ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ: جب لڑکیاں اس حد تک پہنچ جائیں تو ددھیالی رشتہ دار جبکہ وہ محرم بھی ہوں، جیسے بھائی اور چچا، وہ ان کا رشتہ کہیں کرنا چاہیں تو وہ ان کی ماں سے زیادہ رشتہ کے انتخاب کا حق رکھتے ہیں۔

اور ’’حقاق‘‘ سے (لڑکی کی) ماں کا ددھیالی رشتہ داروں سے جھگڑنا مراد ہے اور ہر ایک کا اپنے کو دوسرے سے زیادہ حقدار ثابت کرنا ہے۔ اور اسی سے ’’حاققته حقاقا‘‘ بروزن ’’جادلته جدالا‘‘ ہے۔ یعنی میں نے اس سے لڑائی جھگڑا کیا۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ’’نص الحقاق‘‘ سے مراد بلوغ عقل اور حدِ رشد و کمال تک پہنچنا ہے۔ کیونکہ حضرتؑ نے وہ زمانہ مراد لیا ہے کہ جس میں لڑکی پر حقوق و فرائض عائد ہو جاتے ہیں اور جس نے ’’نص الحقائق‘‘ کی روایت کی ہے اس نے ’’حقائق‘‘ کو حقیقت کی جمع لیا ہے۔

یہ مفاد ہے اس کا جو ابوعبیدہ قاسم ابن سلام نے کہا ہے۔ مگر

سَلَّامٍ وَّ الَّذِیْ عِنْدِیْ: اَنَّ الْمُرَادَ بِنَصِّ الْحِقَاقِ هٰهُنَا بُلُوْغُ الْمَرْاَةِ اِلَى الْحَدِّ الَّذِیْ یَجُوْزُ فِیْهِ تَزْوِیْجُهَا وَ تَصَرُّفُهَا فِیْ حُقُوْقِهَا، تَشْبِیْهًا بِالْحِقَاقِ مِنَ الْاِبِلِ، وَ هِیَ جَمْعُ حِقَّةٍ وَّ حِقٍّ، وَ هُوَ الَّذِیْ اسْتَكْمَلَ ثَلَاثَ سِنِیْنَ وَ دَخَلَ فِی الرَّابِعَةِ، وَ عِنْدَ ذٰلِكَ یَبْلُغُ اِلَى الْحَدِّ الَّذِیْ یُتَمَكَّنُ فِیْهِ مِنْ رُّكُوْبِ ظَهْرِهٖ وَ نَصِّهٖ فِی السَّیْرِ، وَ الْحَقَآئِقُ اَیْضًا جَمْعُ حِقَّةٍ، فَالرِّوَایَتَانِ جَمِیْعًا تَرْجِعَانِ اِلٰى مَعْنًى وَّاحِدٍ، وَ هٰذَا اَشْبَهُ بِطَرِیْقَةِ الْعَرَبِ مِنَ الْمَعْنَى الْمَذْكُوْرِ اَوَّلًا.

میرے خیال میں اس مقام پر ''نص الحقاق'' سے مراد یہ ہے کہ لڑکیاں اس حد تک پہنچ جائیں کہ جس میں ان کیلئے عقد اور اپنے حقوق کا خود استعمال جائز ہوتا ہے۔ اس طرح اسے سہ سالہ اُونٹنیوں سے تشبیہ دی گئی ہے اور ''حقاق''، حق اور حقّہ کی جمع ہے۔ یہ اس اُونٹنی اور اُونٹ کو کہتے ہیں جو تین سال ختم کرنے کے بعد چوتھے سال میں داخل ہو، اور اُونٹ اُس عمر میں سواری اور تیز دوڑانے کے قابل ہو جاتے ہیں اور ''حقائق'' بھی ''حقّہ'' کی جمع ہے۔ اس بنا پر دونوں روایتوں کے ایک ہی معنی ہوں گے۔ اور یہ معنی جو ہم نے بیان کئے ہیں، پہلے معنی سے زیادہ اسلوب کلامِ عرب سے میل کھاتے ہیں۔

(٥) وَفِیْ حَدِیْثِهٖ عَلَیْهِ السَّلَامُ

اِنَّ الْاِیْمَانَ یَبْدُوْ لُمْظَةً فِی الْقَلْبِ، كُلَّمَا ازْدَادَ الْاِیْمَانُ ازْدَادَتِ اللُّمْظَةُ.

وَ اللُّمْظَةُ مِثْلُ النُّكْتَةِ اَوْ نَحْوِهَا مِنَ الْبَیَاضِ. وَ مِنْهُ قِیْلَ: فَرَسٌ اَلْمَظُ، اِذَا كَانَ بِجَحْفَلَتِهٖ شَیْءٌ مِّنَ الْبَیَاضِ.

[٥]

ایمان ایک ''لُمظہ'' کی صورت سے دل میں ظاہر ہوتا ہے۔ جوں جوں ایمان بڑھتا ہے وہ ''لمظہ'' بھی بڑھتا جاتا ہے۔

(سیّد رضیؒ کہتے ہیں کہ:) ''لُمظہ'' سفید نُقطہ یا اُس کے مانند سفید نشان کو کہتے ہیں اور اسی سے ''فرس المظ'' اُس گھوڑے کو کہا جاتا ہے جس کے نیچے کے ہونٹ پر کچھ سفیدی ہو۔

(٦) وَفِیْ حَدِیْثِهٖ عَلَیْهِ السَّلَامُ

اِنَّ الرَّجُلَ اِذَا كَانَ لَهُ الدَّیْنُ الظَّنُوْنَ یَجِبُ عَلَیْهِ اَنْ یُّزَكِّیَهٗ لِمَا مَضٰى اِذَا قَبَضَهٗ.

فَـ «الظَّنُوْنُ»: الَّذِیْ لَا یَعْلَمُ صَاحِبُهٗ اَ یَقْبِضُهٗ مِنَ الَّذِیْ هُوَ عَلَیْهِ اَمْ لَا، فَكَاَنَّهُ الَّذِیْ یَظُنُّ بِهٖ، فَمَرَّةً یَّرْجُوْهُ، وَ مَرَّةً لَّا یَرْجُوْهُ. وَ هُوَ مِنْ اَفْصَحِ الْكَلَامِ، وَ كَذٰلِكَ كُلُّ اَمْرٍ تَطْلُبُهٗ وَ لَا تَدْرِیْ عَلٰۤى اَیِّ شَیْءٍ اَنْتَ مِنْهُ،

[٦]

جو شخص کوئی ''دینِ ظنون'' وصول کرے تو جتنے سال اس پر گزرے ہوں گے ان کی زکوٰۃ دینا ضروری ہے۔

(سیّد رضیؒ کہتے ہیں کہ:) ''دین ظنون'' وہ قرضہ ہوتا ہے کہ قرض خواہ یہ فیصلہ نہ کر سکے کہ وہ اسے وصول ہو گا یا نہیں، کبھی امید پیدا ہو اور کبھی نا امیدی۔ اور یہ بہت فصیح کلام ہے۔ یونہی ہر وہ چیز جس کی تمہیں طلب ہو اور یہ نہ جان سکو کہ تم اُسے حاصل کرو گے یا نہیں، وہ ''ظنون'' کہلاتی ہے۔ چنانچہ اعشیٰ کا یہ قول اسی معنی کا

فَهُوَ ظَنُوْنٌ، وَ عَلٰى ذٰلِكَ قَوْلُ الْاَعْشٰى:

مَا يُجْعَلُ الْجُدُّ الظَّنُوْنُ الَّذِیْ
جُنِّبَ صَوْبَ اللَّجِبِ الْمَاطِرِ
مِثْلَ الْفُرَاتِیِّ اِذَا مَا طَمَا
يَقْذِفُ بِالْبُوْصِیِّ وَ الْمَاهِرِ

وَ «الْجُدُّ»: الْبِئْرُ الْعَادِيَةُ فِی الصَّحْرَآءِ، وَ «الظَّنُوْنُ»: الَّتِیْ لَا يُعْلَمُ هَلْ فِيْهَا مَآءٌ اَمْ لَا.

حامل ہے جس کا مضمون یہ ہے:

’’وہ ’’جد ظنون‘‘ جو گرج کر برسنے والے ابر کی بارش سے بھی محروم ہو، دریائے فرات کے مانند نہیں قرار دیا جاسکتا جبکہ وہ ٹھاٹھیں مار رہا ہو اور کشتی اور اچھے تیراک کو ڈھکیل کر دور پھینک رہا ہو‘‘۔

’’جد‘‘ اس پرانے کنوئیں کو کہتے ہیں جو کسی بیابان میں واقع ہو، اور ’’ظنون‘‘ وہ ہے کہ جس کے متعلق یہ خبر نہ ہو کہ اس میں پانی ہے یا نہیں۔

(۷) وَفِیْ حَدِیْثِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ

[۷]

اِنَّهٗ شَيَّعَ جَيْشًا يُّغْزِيْهِ، فَقَالَ:

اَعْذِبُوْا عَنِ النِّسَآءِ مَا اسْتَطَعْتُمْ.

جب آپؑ نے لڑنے کیلئے لشکر روانہ کیا تو اُسے رخصت کرتے وقت فرمایا:

جہاں تک بن پڑے عورتوں سے عاذب رہو۔

وَ مَعْنَاهُ: اصْدِفُوْا عَنْ ذِكْرِ النِّسَآءِ وَ شُغْلِ الْقَلْبِ بِهِنَّ، وَ امْتَنِعُوْا مِنَ الْمُقَارَبَةِ لَهُنَّ، لِاَنَّ ذٰلِكَ يَفُتُّ فِیْ عَضُدِ الْحَمِيَّةِ، وَ يَقْدَحُ فِیْ مَعَاقِدِ الْعَزِيْمَةِ، وَ يَكْسِرُ عَنِ الْعَدُوِّ، وَ يَلْفِتُ عَنِ الْاِبْعَادِ فِی الْغَزْوِ، وَ كُلُّ مَنِ امْتَنَعَ مِنْ شَیْءٍ فَقَدْ اَعْذَبَ عَنْهُ. وَ الْعَاذِبُ وَ الْعَذُوْبُ: الْمُمْتَنِعُ مِنَ الْاَكْلِ وَ الشُّرْبِ.

(سیّد رضیؒ فرماتے ہیں کہ:) اس کے معنی یہ ہیں کہ عورتوں کی یاد میں کھو نہ جاؤ اور اُن سے دل لگانے اور ان سے مقاربت کرنے سے پرہیز کرو، کیونکہ یہ چیز بازوئے حمیت میں کمزوری اور عزم کی پختگیوں میں سُستی پیدا کرنے والی ہے اور دشمن کے مقابلہ میں کمزور اور جنگ میں سعی و کوشش سے روگرداں کرنے والی ہے۔ اور جو شخص کسی چیز سے منہ پھیر لے اس کیلئے کہا جاتا ہے کہ: «اَعْذَبَ عَنْهُ» (وہ اس سے الگ ہو گیا)، اور جو کھانا پینا چھوڑ دے اسے ’’عاذب‘‘ اور ’’عذوب‘‘ کہا جاتا ہے۔

(۸) وَفِیْ حَدِیْثِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ

[۸]

كَالْيَاسِرِ الْفَالِجِ يَنْتَظِرُ اَوَّلَ فَوْزَةٍ مِّنْ قِدَاحِهٖ.

وہ اس یاسر فالج کے مانند ہے جو جوئے کے تیروں کا پانسہ پھینک کر پہلے ہی داؤں میں کامیابی کا متوقع ہوتا ہے۔

اَلْيَاسِرُوْنَ: هُمُ الَّذِيْنَ يَتَضَارَبُوْنَ بِالْقِدَاحِ عَلَى الْجَزُوْرِ، وَ الْفَالِجُ: الْقَاهِرُ الْغَالِبُ، يُقَالُ: قَدْ فَلَجَ

(سیّد رضیؒ کہتے ہیں کہ:) ’’یاسرون‘‘ وہ لوگ ہوتے ہیں کہ جو نحر کی ہوئی اُونٹنی پر جوئے کے تیروں کا پانسہ پھینکتے ہیں اور ’’فالج‘‘ کے معنی جیتنے والے کے ہیں۔ یوں کہا جاتا ہے: «قَدْ فَلَجَ عَلَيْهِمْ وَ فَلَجَهُمْ» (وہ ان پر

عَلَيۡهِمۡ وَ فَلَجَهُمۡ. وَ قَالَ الرَّاجِزُ:

لَمَّا رَاَيۡتُ فَالِجًا قَدۡ فَلَجَا

غالب ہوا)۔ چنانچہ مشہور رجز نظم کرنے والے شاعر کا قول ہے:

”جب میں نے کسی ”فالج“ کو دیکھا کہ اس نے فلج حاصل کی۔

(۹) وَفِيۡ حَدِيۡثِهٖ عَلَيۡهِ السَّلَامُ

كُنَّاۤ اِذَا احۡمَرَّ الۡبَاۡسُ اتَّقَيۡنَا بِرَسُوۡلِ اللّٰهِ ﷺ فَلَمۡ يَكُنۡ اَحَدٌ مِّنَّاۤ اَقۡرَبَ اِلَى الۡعَدُوِّ مِنۡهُ.

وَ مَعۡنٰى ذٰلِكَ: اَنَّهٗ اِذَا عَظُمَ الۡخَوۡفُ مِنَ الۡعَدُوِّ، وَ اشۡتَدَّ عِضَاضُ الۡحَرۡبِ، فَزِعَ الۡمُسۡلِمُوۡنَ اِلٰى قِتَالِ رَسُوۡلِ اللّٰهِ ﷺ بِنَفۡسِهٖ، فَيُنۡزِلُ اللّٰهُ عَلَيۡهِمُ النَّصۡرَ بِهٖ، وَ يَاۡمَنُوۡنَ مِمَّا كَانُوۡا يَخَافُوۡنَهٗ بِمَكَانِهٖ.

وَ قَوۡلُهٗ: «اِذَا احۡمَرَّ الۡبَاۡسُ»، كِنَايَةٌ عَنِ اشۡتِدَادِ الۡاَمۡرِ، وَ قَدۡ قِيۡلَ فِيۡ ذٰلِكَ اَقۡوَالٌ اَحۡسَنُهَا: اَنَّهٗ شَبَّهَ حَمۡيَ الۡحَرۡبِ بِالنَّارِ، الَّتِيۡ تَجۡمَعُ الۡحَرَارَةَ وَ الۡحُمۡرَةَ بِفِعۡلِهَا وَ لَوۡنِهَا. وَ مِمَّا يُقَوِّيۡ ذٰلِكَ قَوۡلُ رَسُوۡلِ اللّٰهِ ﷺ، وَ قَدۡ رَاَى مُجۡتَلَدَ النَّاسِ يَوۡمَ حُنَيۡنٍ وَّ هِيَ حَرۡبُ هَوَازِنَ: «اَلۡاٰنَ حَمِيَ الۡوَطِيۡسُ»، فَـ«الۡوَطِيۡسُ»: مُسۡتَوۡقَدُ النَّارِ، فَشَبَّهَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ ﷺ مَا اسۡتَحَرَّ مِنۡ جِلَادِ الۡقَوۡمِ بِاحۡتِدَامِ النَّارِ وَ شِدَّةِ الۡتِهَابِهَا.

[۹]

جب احمرارِ باس ہوتا تھا تو ہم رسول اللہ ﷺ کی سپر میں جاتے تھے، اور ہم میں سے کوئی بھی ان سے زیادہ دشمن سے قریب تر نہ ہوتا تھا۔

(سید رضیؒ کہتے ہیں کہ:) اس کا مطلب یہ ہے کہ جب دشمن کا خطرہ بڑھ جاتا تھا اور جنگ سختی سے کاٹنے لگتی تھی تو مسلمان یہ سہارا ڈھونڈنے لگتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ خود بنفس نفیس جنگ کریں تو اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ کی وجہ سے ان کی نصرت فرمائے اور آپؐ کی موجودگی کے باعث خوف و خطر کے موقع سے محفوظ رہیں۔

حضرت کا ارشاد جب ”احمرار باس ہوتا تھا“ (جس کے لفظی معنی یہ ہیں کہ: جنگ سُرخ ہو جاتی تھی) یہ کنایہ ہے جنگ کی شدّت و سختی سے۔ اور اس کی توجیہ میں چند اقوال ذکر کئے گئے ہیں، مگر ان میں سب سے بہتر قول یہ ہے کہ آپؐ نے جنگ کی تیزی اور گرمی کو آگ سے تشبیہ دی ہے جو اپنے اثر اور رنگ دونوں کے اعتبار سے گرمی اور سُرخی لئے ہوتی ہے۔ اور اس معنی کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے حنین کے دن قبیلۂ بنی ہوازن کی جنگ میں لوگوں کو جنگ کرتے دیکھا تو فرمایا: «اب وطیس گرم ہو گیا»۔ ”وطیس“ اُس جگہ کو کہتے ہیں جس میں آگ جلائی جائے۔ اس مقام پر پیغمبر ﷺ نے لوگوں کے میدانِ کارزار کی گرم بازاری کو آگ کے بھڑکنے اور اس کے لپکوں کی تیزی سے تشبیہ دی ہے۔

اِنۡقَضٰى هٰذَا الۡفَصۡلُ، وَ رَجَعۡنَا اِلٰى سَنَنِ الۡغَرَضِ الۡاَوَّلِ فِيۡ هٰذَا الۡبَابِ:

یہ فصل تمام ہو گئی۔ اب ہم اس باب میں پہلے مقصد کی طرف رجوع کرتے ہیں:

(٢٦١) وَقَالَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ

لَمَّا بَلَغَهٗ اِغَارَةُ اَصۡحَابِ مُعَاوِيَةَ عَلَى الۡاَنۡبَارِ، فَخَرَجَ بِنَفۡسِهٖ مَاشِيًا، حَتّٰٓى اَتَى النُّخَيۡلَةَ، فَاَدۡرَكَهُ النَّاسُ، وَ قَالُوۡا: يَآ اَمِيۡرَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ! نَحۡنُ نَكۡفِيۡكَهُمۡ، فَقَالَ عليه السلام:

مَا تَكۡفُوۡنَنِيۡ اَنۡفُسَكُمۡ، فَكَيۡفَ تَكۡفُوۡنَنِيۡ غَيۡرَكُمۡ؟ اِنۡ كَانَتِ الرَّعَايَا قَبۡلِيۡ لَتَشۡكُوۡا حَيۡفَ رُعَاتِهَا، وَ اِنَّنِي الۡيَوۡمَ لَاَشۡكُوۡ حَيۡفَ رَعِيَّتِيۡ، كَاَنَّنِيَ الۡمَقُوۡدُ وَ هُمُ الۡقَادَةُ، اَوِ الۡمَوۡزُوۡعُ وَ هُمُ الۡوَزَعَةُ.

فَلَمَّا قَالَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ هٰذَا الۡقَوۡلَ، فِيۡ كَلَامٍ طَوِيۡلٍ، قَدۡ ذَكَرۡنَا مُخۡتَارَهٗ فِيۡ جُمۡلَةِ الۡخُطَبِ، تَقَدَّمَ اِلَيۡهِ رَجُلَانِ مِنۡ اَصۡحَابِهٖ، فَقَالَ اَحَدُهُمَا: اِنِّيۡ لَاۤ اَمۡلِكُ اِلَّا نَفۡسِيۡ وَ اَخِيۡ، فَمُرۡنَا بِاَمۡرِكَ يَآ اَمِيۡرَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ! نَنۡفُذۡ لَهٗ، فَقَالَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ:

وَ اَيۡنَ تَقَعَانِ مِمَّاۤ اُرِيۡدُ؟.

(۲۶۱)

جب امیر المومنین علیہ السلام کو یہ اطلاع ملی کہ معاویہ کے ساتھیوں نے (شہر) انبار پر دھاوا کیا ہے تو آپؑ بنفس نفیس پیادہ پا چل کھڑے ہوئے، یہاں تک کہ نخیلہ تک پہنچ گئے۔ اتنے میں لوگ بھی آپؑ کے پاس پہنچ گئے اور کہنے لگے: یا امیر المومنینؑ! ہم دشمن سے نپٹ لیں گے، آپؑ کے تشریف لے جانے کی ضرورت نہیں۔ آپؑ نے فرمایا کہ:

تم اپنے سے تو میرا بچاؤ کر نہیں سکتے، دوسروں سے کیا بچاؤ کرو گے۔ مجھ سے پہلے رعایا اپنے حاکموں کے ظلم و جور کی شکایت کیا کرتی تھی مگر میں آج اپنی رعیت کی زیادتیوں کا گلہ کرتا ہوں۔ گویا کہ میں رعیت ہوں اور وہ حاکم اور میں حلقہ بگوش ہوں اور وہ فرمانروا۔

(سیّد رضیؒ کہتے ہیں کہ:) جب امیر المومنین علیہ السلام نے ایک طویل کلام کے ذیل میں کہ جس کا منتخب حصہ ہم خطب میں درج کر چکے ہیں، یہ کلمات ارشاد فرمائے تو آپؑ کے اصحاب میں سے دو شخص اٹھ کھڑے ہوئے اور ان میں سے ایک نے کہا کہ: یا امیر المومنینؑ! مجھے اپنی ذات اور اپنے بھائی کے علاوہ کسی پر اختیار نہیں تو آپؑ ہمیں حکم دیں ہم اسے بجا لائیں گے، جس پر حضرتؑ نے فرمایا کہ:

میں جو چاہتا ہوں وہ تم دو آدمیوں سے کہاں سرانجام پا سکتا ہے؟۔

(٢٦٢) وَقَالَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ

وَ قِيۡلَ: اِنَّ الۡحَارِثَ بۡنَ حَوۡطٍ اَتَاهُ، فَقَالَ: اَتُرَانِيۡ اَظُنُّ اَصۡحَابَ الۡجَمَلِ كَانُوۡا عَلٰى ضَلَالَةٍ؟، فَقَالَ عليه السلام:

يَا حَارِثُ! اِنَّكَ نَظَرۡتَ تَحۡتَكَ، وَ لَمۡ تَنۡظُرۡ فَوۡقَكَ فَحِرۡتَ! اِنَّكَ لَمۡ تَعۡرِفِ الۡحَقَّ

(۲۶۲)

بیان کیا گیا ہے کہ حارث ابن حوط حضرتؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ: کیا آپؑ کے خیال میں مجھے اس کا گمان بھی ہو سکتا ہے کہ اصحابِ جمل گمراہ تھے؟ حضرتؑ نے فرمایا کہ:

اے حارث! تم نے نیچے کی طرف دیکھا، اوپر کی طرف نگاہ نہیں ڈالی، جس کے نتیجہ میں تم حیران و سرگردان ہو گئے ہو۔ تم حق ہی کو نہیں

فَتَعْرِفَ مَنْ اَتَاهُ، وَ لَمْ تَعْرِفِ الْبَاطِلَ فَتَعْرِفَ مَنْ اَتَاهُ.

جانتے کہ حق والوں کو جانو اور باطل ہی کو نہیں پہچانتے کہ باطل کی راہ پر چلنے والوں کو پہچانو۔

فَقَالَ الْحَارِثُ: فَاِنِّیْ اَعْتَزِلُ مَعَ سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ وَّ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ؟ فَقَالَ عليه السلام:

حارث نے کہا کہ: میں سعد ابن مالک اور عبداللہ ابن عمر کے ساتھ گوشہ گزیں ہو جاؤں گا۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ:

اِنَّ سَعْدًا وَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ لَمْ يَنْصُرَا الْحَقَّ وَ لَمْ يَخْذُلَا الْبَاطِلَ.

سعد اور عبداللہ ابن عمر نے نہ حق کی مدد کی اور نہ باطل کی نصرت سے ہاتھ اٹھایا۔

سعد ابن مالک (سعد بن ابی وقاص) اور عبداللہ ابن عمران لوگوں میں سے تھے جو امیر المومنین علیہ السلام کی رفاقت و ہمنوائی سے منہ موڑے ہوئے تھے۔ چنانچہ سعد ابن ابی وقاص تو حضرت عثمان کے قتل کے بعد ایک صحرا کی طرف منتقل ہو گئے اور وہیں زندگی گزار دی اور حضرتؑ کی بیعت نہ کرنا تھی، نہ کی اور عبداللہ ابن عمر نے اگرچہ بیعت کر لی تھی، مگر جنگوں میں حضرتؑ کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا تھا اور عذر یہ پیش کیا تھا کہ میں عبادت کیلئے گوشہ نشینی اختیار کر چکا ہوں، اب حرب و پیکار سے کوئی سروکار رکھنا نہیں چاہتا۔

عذرهای این چنین نزد خرد
بیشکی عذری است بدتر از گناه

☆☆☆☆☆

(۲۶۳) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

صَاحِبُ السُّلْطَانِ كَرَاكِبِ الْاَسَدِ: يُغْبَطُ بِمَوْقِعِهٖ، وَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَوْضِعِهٖ.

(۲۶۳)

بادشاہ کا ندیم و مصاحب ایسا ہے جیسے شیر پر سوار ہونے والا کہ اس کے مرتبہ پر رشک کیا جاتا ہے، لیکن وہ اپنے موقف سے خوب واقف ہے۔

مقصد یہ ہے کہ جسے بارگاہِ سلطانی میں تقرب حاصل ہوتا ہے لوگ اس کے جاہ و منصب اور عزت و اقبال کو رشک کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں، مگر خود اسے ہر وقت یہ دھڑکا لگا رہتا ہے کہ کہیں بادشاہ کی نظریں اس سے پھر نہ جائیں اور وہ ذلت و رسوائی یا موت و تباہی کے گڑھے میں نہ جا پڑے، جیسے شیر سوار کہ لوگ اس سے مرعوب ہوتے ہیں اور وہ اس خطرہ میں گھرا ہوتا ہے کہ کہیں یہ شیر اسے پھاڑ نہ کھائے یا کسی مہلک گڑھے میں نہ جا گرائے۔

☆☆☆☆☆

(٢٦٤) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَحْسِنُوْا فِيْ عَقِبِ غَيْرِكُمْ تُحْفَظُوْا فِيْ عَقِبِكُمْ.

(۲۶۴)

دوسروں کے پسماندگان سے بھلائی کرو، تاکہ تمہارے پسماندگان پر بھی نظر شفقت پڑے۔

(٢٦٥) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِنَّ كَلَامَ الْحُكَمَآءِ اِنْ كَانَ صَوَابًا كَانَ دَوَآءً، وَاِذَا كَانَ خَطَاً كَانَ دَآءً.

(۲۶۵)

جب حکماء کا کلام صحیح ہو تو وہ دوا ہے اور غلط ہو تو سراسر مرض ہے۔

علمائے مصلحین کا طبقہ اصلاح کا بھی ذمہ دار ہوتا ہے اور فساد کا بھی، کیونکہ عوام ان کے زیر اثر ہوتے ہیں اور ان کے قول و عمل کو صحیح و معیاری سمجھتے ہوئے اس سے استناد کرتے اور اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ اس صورت میں اگر ان کی تعلیم اصلاح کی حامل ہوگی تو اسکے نتیجہ میں ہزاروں افراد صلاح و رشد سے آراستہ ہو جائیں گے اور اگر اس میں خرابی ہوگی تو اس کے نتیجہ میں ہزاروں افراد گمراہی و بے راہروی میں مبتلا ہو جائیں گے۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ: «اِذَا فَسَدَ الْعَالِمُ فَسَدَ الْعَالَمُ»: ’’جب عالم میں فساد رونما ہوتا ہے تو اس فساد کا اثر ایک دنیا پر پڑتا ہے‘‘۔

☆☆☆☆☆

(٢٦٦) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَ سَئَلَهٗ عليه السلام رَجُلٌ اَنْ يُّعَرِّفَهُ الْاِيْمَانَ، فَقَالَ:

اِذَا كَانَ الْغَدُ فَأْتِنِيْ حَتّٰۤى اُخْبِرَكَ عَلٰۤى اَسْمَاعِ النَّاسِ، فَاِنْ نَّسِيْتَ مَقَالَتِيْ حَفِظَهَا عَلَيْكَ غَيْرُكَ، فَاِنَّ الْكَلَامَ كَالشَّارِدَةِ، يَنْقُفُهَا هٰذَا وَ يُخْطِئُهَا هٰذَا.

وَ قَدْ ذَكَرْنَا مَاۤ اَجَابَهٗ بِهٖ فِيْمَا تَقَدَّمَ مِنْ هٰذَا الْبَابِ وَ هُوَ قَوْلُهٗ عليه السلام: «اَلْاِيْمَانُ عَلٰۤى اَرْبَعِ شُعَبٍ».

(۲۶۶)

حضرتؑ سے ایک شخص نے سوال کیا کہ: ایمان کی تعریف کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا کہ:

کل میرے پاس آنا، تاکہ میں تمہیں اس موقع پر بتاؤں کہ دوسرے لوگ بھی سن سکیں کہ اگر تم بھول جاؤ تو دوسرے یاد رکھیں۔ اس لئے کہ کلام بھڑکے ہوئے شکار کے مانند ہوتا ہے کہ ایک کی گرفت میں آجاتا ہے اور دوسرے کے ہاتھ سے نکل جاتا ہے۔

(سیّد رضیؒ کہتے ہیں کہ:) حضرت نے اس کے بعد جو جواب دیا وہ ہم اسی باب میں پہلے درج کر چکے ہیں اور وہ آپؑ کا یہ ارشاد تھا کہ: «الایمان علی اربع شعب» (: ایمان کی چار قسمیں ہیں)۔

(٢٦٧) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

يَا ابْنَ اٰدَمَ! لَا تَحْمِلْ هَمَّ يَوْمِكَ الَّذِيْ لَمْ يَاْتِكَ عَلٰى يَوْمِكَ الَّذِيْ قَدْ اَتَاكَ، فَاِنَّهٗ

(۲۶۷)

اے فرزند آدم! اس دن کی فکر کا بار جو ابھی آیا نہیں آج کے اپنے دن پر نہ ڈال کہ جو آ چکا ہے۔ اس لئے کہ اگر ایک دن بھی تیری عمر کا باقی

اِنْ يَّكُ مِنْ عُمُرِكَ يَأْتِ اللهُ فِيْهِ بِرِزْقِكَ.

ہوگا تو اللہ تیرا رزق تجھ تک پہنچائے گا۔

(۲۶۸) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَحْبِبْ حَبِيْبَكَ هَوْنًا مَّا، عَسٰى اَنْ يَّكُوْنَ بَغِيْضَكَ يَوْمًا مَّا، وَ اَبْغِضْ بَغِيْضَكَ هَوْنًا مَّا، عَسٰى اَنْ يَّكُوْنَ حَبِيْبَكَ يَوْمًا مَّا.

(۲۶۸)

اپنے دوست سے بس ایک حد تک محبت کرو، کیونکہ شاید کسی دن وہ تمہارا دشمن ہو جائے، اور دشمن کی دشمنی بس ایک حد میں رکھو، ہوسکتا ہے کہ کسی دن وہ تمہارا دوست ہو جائے۔

(۲۶۹) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلنَّاسُ فِي الدُّنْيَا عَامِلَانِ:

عَامِلٌ عَمِلَ فِي الدُّنْيَا لِلدُّنْيَا، قَدْ شَغَلَتْهُ دُنْيَاهُ عَنْ اٰخِرَتِهٖ، يَخْشٰى عَلٰى مَنْ يَّخْلُفُهُ الْفَقْرَ، وَ يَاْمَنُهٗ عَلٰى نَفْسِهٖ، فَيُفْنِيْ عُمُرَهٗ فِيْ مَنْفَعَةِ غَيْرِهٖ.

وَ عَامِلٌ عَمِلَ فِي الدُّنْيَا لِمَا بَعْدَهَا، فَجَآءَهُ الَّذِيْ لَهٗ مِنَ الدُّنْيَا بِغَيْرِ عَمَلٍ، فَاَحْرَزَ الْحَظَّيْنِ مَعًا، وَ مَلَكَ الدَّارَيْنِ جَمِيْعًا، فَاَصْبَحَ وَجِيْهًا عِنْدَ اللهِ، لَا يَسْئَلُ اللهَ حَاجَةً فَيَمْنَعَهٗ.

(۲۶۹)

دنیا میں کام کرنے والے دو قسم کے ہیں:

ایک وہ جو دنیا کیلئے سرگرم عمل رہتا ہے اور اسے دنیا نے آخرت سے روک رکھا ہے۔ وہ اپنے پسماندگان کیلئے فقر و فاقہ کا خوف کرتا ہے، مگر اپنی تنگدستی سے مطمئن ہے تو وہ دوسروں کے فائدہ ہی میں پوری عمر بسر کر دیتا ہے۔

اور ایک وہ ہے جو دنیا میں رہ کر اس کے بعد کی منزل کیلئے عمل کرتا ہے، تو اسے تگ و دَو کئے بغیر دنیا بھی حاصل ہو جاتی ہے اور اس طرح وہ دونوں حصوں کو سمیٹ لیتا ہے اور دونوں گھروں کا مالک بن جاتا ہے۔ وہ اللہ کے نزدیک باوقار ہوتا ہے اور اللہ سے کوئی حاجت نہیں مانگتا جو اللہ پوری نہ کرے۔

(۲۷۰) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَ رُوِیَ اَنَّهٗ ذُكِرَ عِنْدَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِيْۤ اَيَّامِهٖ حَلْيُ الْكَعْبَةِ وَ كَثْرَتُهٗ، فَقَالَ قَوْمٌ: لَوْ اَخَذْتَهٗ فَجَهَّزْتَ بِهٖ جُيُوْشَ الْمُسْلِمِيْنَ كَانَ اَعْظَمَ لِلْاَجْرِ، وَ مَا تَصْنَعُ الْكَعْبَةُ بِالْحَلْيِ، فَهَمَّ عُمَرُ بِذٰلِكَ وَ سَئَلَ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

اِنَّ الْقُرْاٰنَ اُنْزِلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَ

(۲۷۰)

بیان کیا گیا ہے کہ عمر ابن خطاب کے سامنے خانہ کعبہ کے زیورات اور ان کی کثرت کا ذکر ہوا تو کچھ لوگوں نے ان سے کہا کہ اگر آپ ان زیورات کو لے لیں اور انہیں مسلمانوں کے لشکر پر صرف کر کے ان کی روانگی کا سامان کریں تو زیادہ باعث اجر ہوگا، خانہ کعبہ کو ان زیورات کی کیا ضرورت ہے؟ چنانچہ عمر نے اس کا ارادہ کر لیا اور امیر المومنین علیہ السلام سے اس کے بارے میں مسئلہ پوچھا۔ آپؑ نے فرمایا کہ:

جب قرآن مجید نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا تو اس وقت چار قسم

الْاَمْوَالُ اَرْبَعَةٌ: اَمْوَالُ الْمُسْلِمِيْنَ فَقَسَّمَهَا بَيْنَ الْوَرَثَةِ فِي الْفَرَآئِضِ، وَ الْفَيْءُ فَقَسَّمَهٗ عَلٰى مُسْتَحِقِّيْهِ، وَ الْخُمُسُ فَوَضَعَهُ اللهُ حَيْثُ وَضَعَهٗ، وَ الصَّدَقَاتُ فَجَعَلَهَا اللهُ حَيْثُ جَعَلَهَا، وَ كَانَ حَلْيُ الْكَعْبَةِ فِيْهَا يَوْمَئِذٍ فَتَرَكَهُ اللهُ عَلٰى حَالِهٖ، وَ لَمْ يَتْرُكْهُ نِسْيَانًا، وَ لَمْ يَخْفَ عَلَيْهِ مَكَانًا، فَاَقِرَّهٗ حَيْثُ اَقَرَّهُ اللهُ وَ رَسُوْلُهٗ ﷺ.

فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ: «لَوْلَاكَ لَافْتَضَحْنَا». وَ تَرَكَ الْحُلِيَّ بِحَالِهٖ.

کے اموال تھے: ایک مسلمانوں کا ذاتی مال تھا۔ اسے آپؐ نے ان کے وارثوں میں ان کے حصہ کے مطابق تقسیم کرنے کا حکم دیا۔ دوسرا مالِ غنیمت تھا۔ اسے اس کے مستحقین پر تقسیم کیا۔ تیسرا مال خمس تھا۔ اس مال کے اللہ تعالیٰ نے خاص مصارف مقرر کر دیئے۔ چوتھے زکوٰۃ و صدقات تھے۔ انہیں اللہ نے وہاں صرف کرنے کا حکم دیا جو ان کا مصرف ہے۔ یہ خانہ کعبہ کے زیورات اس زمانہ میں بھی موجود تھے، لیکن اللہ نے ان کو ان کے حال پر رہنے دیا اور ایسا بھولے سے تو نہیں ہوا، اور نہ ان کا وجود اس پر پوشیدہ تھا۔ لہٰذا آپ بھی انہیں وہیں رہنے دیجئے جہاں اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے انہیں رکھا ہے۔

یہ سن کر عمر نے کہا کہ: ”اگر آپؑ نہ ہوتے تو ہم رسوا ہو جاتے“۔ اور زیورات کو ان کی حالت پر رہنے دیا۔

(۲۷۱) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

رُوِیَ اَنَّهٗ علیہ السلام رُفِعَ اِلَيْهِ رَجُلَانِ سَرَقَا مِنْ مَّالِ اللهِ، اَحَدُهُمَا عَبْدٌ مِّنْ مَّالِ اللهِ وَ الْاٰخَرُ مِنْ عُرُوْضِ النَّاسِ، قَالَ علیہ السلام:

اَمَّا هٰذَا فَهُوَ مِنْ مَّالِ اللهِ وَ لَا حَدَّ عَلَيْهِ، مَالُ اللهِ اَكَلَ بَعْضُهٗ بَعْضًا، وَ اَمَّا الْاٰخَرُ فَعَلَيْهِ الْحَدُّ. فَقَطَعَ يَدَهٗ.

(۲۷۱)

روایت کی گئی ہے کہ حضرتؑ کے سامنے دو آدمیوں کو پیش کیا گیا جنہوں نے بیت المال میں چوری کی تھی۔ ایک تو ان میں غلام اور خود بیت المال کی ملکیت تھا اور دوسرا لوگوں میں سے کسی کی ملکیت میں تھا۔ آپؑ نے فرمایا کہ:

یہ غلام جو بیت المال کا ہے اس پر حد جاری نہیں ہو سکتی، کیونکہ اللہ کا مال اللہ کے مال ہی نے کھایا ہے، لیکن دوسرے پر حد جاری ہوگی۔ چنانچہ اس کا ہاتھ قطع کر دیا۔

(۲۷۲) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَوْ قَدِ اسْتَوَتْ قَدَمَایَ مِنْ هٰذِهِ الْمَدَاحِضِ لَغَيَّرْتُ اَشْيَآءَ.

(۲۷۲)

اگر ان پھسلنوں سے بچ کر میرے پیر جم گئے تو میں بہت سی چیزوں میں تبدیلی کر دوں گا۔

اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ پیغمبر اسلام ﷺ کے بعد دین میں تغیرات رونما ہونا شروع ہو گئے اور کچھ افراد نے قیاس و رائے سے کام لے کر احکام شریعت میں ترمیم و تنسیخ کی بنیاد ڈال دی۔ حالانکہ حکم شرعی میں تبدیلی کا کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ قرآن و سنت کے واضح احکام کو ٹھکرا کر اپنے قیاسی احکام کا نفاذ کرے۔ چنانچہ قرآن کریم میں طلاق کی یہ واضح صورت بیان ہوئی ہے کہ: ﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ﴾: ”طلاق (رجعی کہ جس میں

بغیر محلل کے رجوع ہو سکتی ہے) دو مرتبہ ہے''، مگر حضرت عمر نے بعض مصالح کے پیش نظر ایک ہی نشست میں تین طلاقوں کے واقع ہونے کا حکم دے دیا۔ اسی طرح میراث میں عول کا طریقہ رائج کیا گیا اور نماز جنازہ میں چار تکبیروں کو رواج دیا۔ یونہی حضرت عثمان نے نمازِ جمعہ میں ایک اذان بڑھا دی اور قصر کے موقع پر پوری نماز کے پڑھنے کا حکم دیا اور نماز عید میں خطبہ کو نماز پر مقدم کر دیا۔ اور اسی طرح کے بے شمار احکام وضع کر لئے گئے جس سے صحیح احکام بھی غلط احکام کے ساتھ مخلوط ہو کر بے اعتماد بن گئے۔

امیر المومنین علیہ السلام جو شریعت کے سب سے زیادہ واقف کار تھے، وہ ان احکام کے خلاف احتجاج کرتے اور صحابہ کے خلاف اپنی رائے رکھتے تھے۔ چنانچہ ابن ابی الحدید نے تحریر کیا ہے کہ:

لَسْنَا نَشُكُّ اَنَّهٗ كَانَ يَذْهَبُ فِي الْاَحْكَامِ الشَّرْعِيَّةِ وَ الْقَضَايَا اِلٰٓى اَشْيَاءَ يُخَالِفُ فِيْهَآ اَقْوَالَ الصَّحَابَةِ.

ہمارے لئے اس میں شک کی گنجائش نہیں کہ امیر المومنین علیہ السلام شرعی احکام و قضایا میں صحابہ کے خلاف رائے رکھتے تھے۔ (شرح ابن ابی الحدید، ج ۴ ص ۳۷۳)

جب حضرتؑ ظاہری خلافت پر متمکن ہوئے تو ابھی آپؑ کے قدم پوری طرح سے جمنے نہ پائے تھے کہ چاروں طرف سے فتنے اٹھ کھڑے ہوئے اور ان الجھنوں سے آخر وقت تک چھٹکارا حاصل نہ کر سکے جس کی وجہ سے تبدیل شدہ احکام میں پوری طرح ترمیم نہ ہو سکی اور مرکز سے دور علاقوں میں بہت سے غلط سلط احکام رواج پا گئے۔ البتہ وہ طبقہ جو آپؑ سے وابستہ تھا، وہ آپؑ سے احکام شریعت کو دریافت کرتا تھا اور انہیں محفوظ رکھتا تھا، جس کی وجہ سے صحیح احکام نابود اور غلط مسائل ہمہ گیر نہ ہو سکے۔

☆☆☆☆☆

(۲۷۳) وَ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِعْلَمُوْا عِلْمًا يَّقِيْنًا اَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَجْعَلْ لِلْعَبْدِ ـ وَ اِنْ عَظُمَتْ حِيْلَتُهٗ، وَ اشْتَدَّتْ طِلْبَتُهٗ، وَ قَوِيَتْ مَكِيْدَتُهٗ ـ اَكْثَرَ مِمَّا سُمِّيَ لَهٗ فِي الذِّكْرِ الْحَكِيْمِ، وَ لَمْ يَحُلْ بَيْنَ الْعَبْدِ فِيْ ضَعْفِهٖ وَ قِلَّةِ حِيْلَتِهٖ، وَ بَيْنَ اَنْ يَّبْلُغَ مَا سُمِّيَ لَهٗ فِي الذِّكْرِ الْحَكِيْمِ، وَ الْعَارِفُ لِهٰذَا الْعَا

(۲۷۳)

پورے یقین کے ساتھ اس امر کو جانے رہو کہ اللہ سبحانہ نے کسی بندے کیلئے چاہے اس کی تدبیریں بہت زبردست، اس کی جستجو شدید اور اس کی ترکیبیں طاقتور ہوں اس سے زائد رزق قرار نہیں دیا جتنا کہ تقدیر الٰہی میں اس کیلئے مقرر ہو چکا ہے، اور کسی بندے کیلئے اس کی کمزوری و بے چارگی کی وجہ سے لوح محفوظ میں اس کے مقررہ رزق تک پہنچنے میں رکاوٹ نہیں ہوتی۔ اس حقیقت کو سمجھنے والا اور اس پر عمل کرنے والا سود و منفعت کی راحتوں میں سب لوگوں سے بڑھ چڑھ کر ہے اور اسے نظر انداز کرنے اور اس میں شک و شبہ کرنے والا سب

اَعْظَمُ النَّاسِ شُغُلًا فِیْ مَضَرَّةٍ.

وَ رُبَّ مُنْعَمٍ عَلَیْهِ مُسْتَدْرَجٌ بِالنُّعْمٰی، وَ رُبَّ مُبْتَلًى مَّصْنُوْعٌ لَّهٗ بِالْبَلْوٰی، فَزِدْ اَیُّهَا الْمُسْتَمِعُ فِیْ شُکْرِكَ، وَ قَصِّرْ مِنْ عَجَلَتِكَ، وَ قِفْ عِنْدَ مُنْتَهٰی رِزْقِكَ.

لوگوں سے زیادہ زیاں کاری میں مبتلا ہے۔

بہت سے وہ جنہیں نعمتیں ملی ہیں نعمتوں کی بدولت کم کم عذاب کے نزدیک کئے جارہے ہیں اور بہت سوں کے ساتھ فقر و فاقہ کے پردہ میں اللہ کا لطف و کرم شامل حال ہے۔ لہٰذا اے سننے والے! شکر زیادہ اور جلد بازی کم کر اور جو تیری روزی کی حد ہے اس پر ٹھہرا رہ۔

(۲۷٤) وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

لَا تَجْعَلُوْا عِلْمَکُمْ جَهْلًا، وَ یَقِیْنَکُمْ شَکًّا، اِذَا عَلِمْتُمْ فَاعْمَلُوْا، وَ اِذَا تَیَقَّنْتُمْ فَاَقْدِمُوْا.

(۲۷۴)

اپنے علم کو جہل اور اپنے یقین کو شک نہ بناؤ۔ جب جان لیا تو عمل کرو اور جب یقین پیدا ہو گیا تو آگے بڑھو۔

''علم و یقین'' کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے مطابق عمل کیا جائے اور اگر اس کے مطابق عمل ظہور میں نہ آئے تو اسے علم و یقین سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ مجھے یقین ہے کہ فلاں راستہ میں خطرات ہیں اور وہ بے خطر راستہ کو چھوڑ کر اسی پُرخطر راستہ میں راہ پیمائی کرے تو کون کہہ سکتا ہے کہ وہ اس راہ کے خطرات پر یقین رکھتا ہے۔ جبکہ اس یقین کا نتیجہ یہ ہونا چاہیے کہ وہ اس راستہ پر چلنے سے احتراز کرتا۔ اسی طرح جو شخص حشر و نشر اور عذاب و ثواب پر یقین رکھتا ہو وہ دنیا کی غفلتوں سے مغلوب ہو کر آخرت کو نظر انداز نہیں کر سکتا اور نہ عذاب و عقاب کے خوف سے عمل میں کوتاہی کا مرتکب ہو سکتا ہے۔

☆☆☆☆☆

(۲۷٥) وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

اِنَّ الطَّمَعَ مُوْرِدٌ غَیْرُ مُصْدِرٍ، وَ ضَامِنٌ غَیْرُ وَفِیٍّ. وَ رُبَّمَا شَرِقَ شَارِبُ الْمَآءِ قَبْلَ رِیِّهٖ، وَ کُلَّمَا عَظُمَ قَدْرُ الشَّیْءِ الْمُتَنَافَسِ فِیْهِ عَظُمَتِ الرَّزِیَّةُ لِفَقْدِهٖ، وَ الْاَمَانِیُّ تُعْمِیْ اَعْیُنَ الْبَصَآئِرِ، وَ الْحَظُّ یَاْتِیْ مَنْ لَّا یَاْتِیْهِ.

(۲۷۵)

طمع گھاٹ پر اتارتی ہے مگر سیراب کئے بغیر پلٹا دیتی ہے، ذمہ داری کا بوجھ اٹھاتی ہے مگر اسے پورا نہیں کرتی۔ اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ پانی پینے والے کو پینے سے پہلے ہی اچھو ہو جاتا ہے اور جتنی کسی مرغوب و پسندیدہ چیز کی قدر و منزلت زیادہ ہوتی ہے اتنا ہی اسے کھو دینے کا رنج زیادہ ہوتا ہے۔ آرزوئیں دیدۂ بصیرت کو اندھا کر دیتی ہیں اور جو نصیب میں ہوتا ہے پہنچنے کی کوشش کئے بغیر مل جاتا ہے۔

(۲۷٦) وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْۤ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ اَنْ تُحَسِّنَ

(۲۷۶)

اے اللہ! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ میرا ظاہر لوگوں کی

فِیْ لَامِعَةِ الْعُیُوْنِ عَلَانِیَّتِیْ، وَ تُقَبِّحَ فِیْمَاۤ اُبْطِنُ لَكَ سَرِیْرَتِیْ، مُحَافِظًا عَلٰی رِیَآءِ النَّاسِ مِنْ نَّفْسِیْ بِجَمِیْعِ مَاۤ اَنْتَ مُطَّلِعٌ عَلَیْهِ مِنِّیْ، فَاُبْدِیَ لِلنَّاسِ حُسْنَ ظَاهِرِیْ، وَ اُفْضِیَ اِلَیْكَ بِسُوْٓءِ عَمَلِیْ، تَقَرُّبًا اِلٰی عِبَادِكَ، وَ تَبَاعُدًا مِّنْ مَّرْضَاتِكَ.

چشمِ ظاہر بین میں بہتر ہو اور جو اپنے باطن میں چھپائے ہوئے ہوں وہ تیری نظروں میں بُرا ہو، درآں حالیکہ میں لوگوں کے دکھاوے کیلئے اپنے نفس کی ان چیزوں سے نگہداشت کروں کہ جن سب پر تو آگاہ ہے۔ اس طرح لوگوں کے سامنے تو ظاہر کے اچھا ہونے کی نمائش کروں اور تیرے سامنے اپنی بداعمالیوں کو پیش کرتا رہوں، جس کے نتیجہ میں تیرے بندوں سے تقرب حاصل کروں اور تیری خوشنودیوں سے دور ہی ہوتا چلا جاؤں۔

(۲۷۷) وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

لَا وَ الَّذِیْۤ اَمْسَیْنَا مِنْهُ فِیْ غُبَّرِ لَیْلَةٍ دَهْمَآءَ، تَكْشِرُ عَنْ یَّوْمٍ اَغَرَّ، مَا كَانَ كَذَا وَ كَذَا.

(۲۷۷)

(کسی موقع پر قسم کھاتے ہوئے ارشاد فرمایا:) اس ذات کی قسم جس کی بدولت ہم نے ایسی شبِ تار کے باقی ماندہ حصہ کو بسر کر دیا جس کے چھٹتے ہی روزِ درخشاں ظاہر ہوگا! ایسا اور ایسا نہیں ہوا۔

(۲۷۸) وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

قَلِیْلٌ تَدُوْمُ عَلَیْهِ اَرْجٰی مِنْ كَثِیْرٍ مَمْلُوْلٍ مِّنْهُ.

(۲۷۸)

وہ تھوڑا عمل جو پابندی سے بجالایا جاتا ہے زیادہ فائدہ مند ہے اس کثیر عمل سے کہ جس سے دل اُکتا جائے۔

(۲۷۹) وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

اِذَاۤ اَضَرَّتِ النَّوَافِلُ بِالْفَرَآئِضِ فَارْفُضُوْهَا.

(۲۷۹)

جب مستحبات فرائض میں سد راہ ہوں تو انہیں چھوڑ دو۔

(۲۸۰) وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

مَنْ تَذَكَّرَ بُعْدَ السَّفَرِ اسْتَعَدَّ.

(۲۸۰)

جو سفر کی دوری کو پیش نظر رکھتا ہے وہ کمر بستہ رہتا ہے۔

(۲۸۱) وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

لَیْسَتِ الرُّؤْیَةُ كَالْمُعَایَنَةِ مَعَ الْاَبْصَارِ، فَقَدْ تَكْذِبُ الْعُیُوْنُ اَهْلَهَا، وَ لَا یَغُشُّ الْعَقْلُ مَنِ اسْتَنْصَحَهٗ.

(۲۸۱)

آنکھوں کا دیکھنا حقیقت میں دیکھنا نہیں کیونکہ آنکھیں کبھی اپنے اشخاص سے غلط بیانی بھی کر جاتی ہیں، مگر عقل اس شخص کو جو اس سے نصیحت چاہے کبھی فریب نہیں دیتی۔

(۲۸۲) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَ الْمَوْعِظَةِ حِجَابٌ مِّنَ الْغِرَّةِ.

(۲۸۲)

تمہارے اور پند و نصیحت کے درمیان غفلت کا ایک بڑا پردہ حائل ہے۔

(۲۸۳) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

جَاهِلُكُمْ مُزْدَادٌ، وَ عَالِمُكُمْ مُسَوِّفٌ.

(۲۸۳)

تمہارے جاہل دولت زیادہ پاجاتے ہیں اور عالم آئندہ کے توقعات میں مبتلا رکھے جاتے ہیں۔

(۲۸٤) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

قَطَعَ الْعِلْمُ عُذْرَ الْمُتَعَلِّلِيْنَ.

(۲۸۴)

علم کا حاصل ہوجانا، بہانے کرنیوالوں کے عذر کو ختم کر دیتا ہے۔

(۲۸٥) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

كُلُّ مُعَاجِلٍ يَسْئَلُ الْاِنْظَارَ، وَ كُلُّ مُؤَجَّلٍ يَتَعَلَّلُ بِالتَّسْوِيْفِ.

(۲۸۵)

جسے جلدی سے موت آجاتی ہے وہ مہلت کا خواہاں ہوتا ہے، اور جسے مہلت زندگی دی گئی ہے وہ ٹال مٹول کرتا رہتا ہے۔

(۲۸٦) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَا قَالَ النَّاسُ لِشَیْءٍ: طُوْبٰى لَهٗ، اِلَّا وَ قَدْ خَبَاَ لَهُ الدَّهْرُ يَوْمَ سَوْءٍ.

(۲۸۶)

لوگ کسی شے پر ''واہ، واہ'' نہیں کرتے مگر یہ کہ زمانہ اس کیلئے ایک بُرا دن چھپائے ہوئے ہے۔

(۲۸۷) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَ سُئِلَ عَنِ الْقَدَرِ، فَقَالَ:

طَرِيْقٌ مُّظْلِمٌ فَلَا تَسْلُكُوْهُ، وَ بَحْرٌ عَمِيْقٌ فَلَا تَلِجُوْهُ، وَ سِرُّ اللهِ فَلَا تَتَكَلَّفُوْهُ.

(۲۸۷)

آپؑ سے قضاء و قدر کے متعلق پوچھا گیا تو آپؑ نے فرمایا:

یہ ایک تاریک راستہ ہے اس میں قدم نہ اٹھاؤ، ایک گہرا سمندر ہے اس میں نہ اترو، اللہ کا ایک راز ہے اسے جاننے کی زحمت نہ اٹھاؤ۔

(۲۸۸) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِذَاۤ اَرْذَلَ اللهُ عَبْدًا حَظَرَ عَلَيْهِ الْعِلْمَ.

(۲۸۸)

اللہ جس بندے کو ذلیل کرنا چاہتا ہے اسے علم و دانش سے محروم کر دیتا ہے۔

(۲۸۹) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

كَانَ لِیْ فِيْمَا مَضٰۤى اَخٌ فِی اللهِ، وَ كَانَ يُعْظِمُهٗ فِیْ عَيْنِیْ صِغَرُ الدُّنْيَا فِیْ عَيْنِهٖ، وَ كَانَ

(۲۸۹)

عہد ماضی میں میرا ایک دینی بھائی تھا اور وہ میری نظروں میں اس وجہ سے باعزت تھا کہ دنیا اسکی نظروں میں پست و حقیر تھی، اس پر پیٹ

خَارِجًا مِّنْ سُلْطَانِ بَطْنِهٖ، فَلَا يَشْتَهِيْ مَا لَا يَجِدُ، وَ لَا يُكْثِرُ اِذَا وَجَدَ، وَ كَانَ اَكْثَرَ دَهْرِهٖ صَامِتًا، فَاِنْ قَالَ بَذَّ الْقَآئِلِيْنَ وَ نَقَعَ غَلِيْلَ السَّآئِلِيْنَ، وَ كَانَ ضَعِيْفًا مُّسْتَضْعَفًا! فَاِنْ جَآءَ الْجِدُّ فَهُوَ لَيْثُ غَابٍ وَّ صِلُّ وَادٍ.

لَا يُدْلِیْ بِحُجَّةٍ حَتّٰى يَاْتِیَ قَاضِيًا، وَ كَانَ لَا يَلُوْمُ اَحَدًا عَلٰى مَا يَجِدُ الْعُذْرَ فِیْ مِثْلِهٖ، حَتّٰى يَسْمَعَ اعْتِذَارَهٗ، وَ كَانَ لَا يَشْكُوْ وَجَعًا اِلَّا عِنْدَ بُرْئِهٖ، وَ كَانَ يَقُوْلُ مَا يَفْعَلُ وَ لَا يَقُوْلُ مَا لَا يَفْعَلُ، وَ كَانَ اِذَا غُلِبَ عَلَى الْكَلَامِ لَمْ يُغْلَبْ عَلَى السُّكُوْتِ، وَ كَانَ عَلٰى مَا يَسْمَعُ اَحْرَصَ مِنْهُ عَلٰۤى اَنْ يَّتَكَلَّمَ، وَ كَانَ اِذَا بَدَهَهٗ اَمْرَانِ يَنْظُرُ اَيُّهُمَا اَقْرَبُ اِلَى الْهَوٰى فَخَالَفَهٗ.

فَعَلَيْكُمْ بِهٰذِهِ الْخَلَآئِقِ، فَالْزَمُوْهَا وَ تَنَافَسُوْا فِيْهَا، فَاِنْ لَّمْ تَسْتَطِيْعُوْهَا، فَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اَخْذَ الْقَلِيْلِ خَيْرٌ مِّنْ تَرْكِ الْكَثِيْرِ.

کے تقاضے مسلط نہ تھے۔ لہٰذا جو چیز اُسے میسر نہ تھی اسکی خواہش نہ کرتا تھا اور جو چیز میسر تھی اسے ضرورت سے زیادہ صرف میں نہ لاتا تھا۔ وہ اکثر اوقات خاموش رہتا تھا اور اگر بولتا تھا تو بولنے والوں کو چپ کرا دیتا تھا اور سوال کرنے والوں کی پیاس بجھا دیتا تھا۔ یوں تو وہ عاجز و کمزور تھا مگر جہاد کا موقع آجائے تو وہ شیر بیشہ اور وادی کا اژدہا تھا۔

وہ جو دلیل و برہان پیش کرتا تھا وہ فیصلہ کن ہوتی تھی۔ وہ ان چیزوں میں کہ جن میں عذر کی گنجائش ہوتی تھی کسی کو سرزنش نہ کرتا تھا جب تک کہ اس کے عذر معذرت کو سن نہ لے۔ وہ کسی درد و تکلیف کا ذکر نہ کرتا تھا مگر اس وقت کہ جب اس سے چھٹکارا پالیتا تھا۔ وہ جو کرتا تھا وہی کہتا تھا اور جو نہیں کرتا تھا وہ اسے کہتا نہیں تھا۔ اگر بولنے میں اس پر کبھی غلبہ پا بھی لیا جائے تو خاموشی میں اس پر غلبہ حاصل نہیں کیا جا سکتا تھا۔ وہ بولنے سے زیادہ سننے کا خواہشمند رہتا تھا اور جب اچانک اس کے سامنے دو چیزیں آجاتی تھیں تو وہ دیکھتا تھا کہ ان دونوں میں سے ہوائے نفس کے زیادہ قریب کون ہے تو وہ اس کی مخالفت کرتا تھا۔

لہٰذا تمہیں ان عادات و خصائل کو حاصل کرنا چاہیے اور ان پر عمل پیرا اور ان کا خواہشمند رہنا چاہیے۔ اگر ان تمام کا حاصل کرنا تمہاری قدرت سے باہر ہو تو اس بات کو جانے رہو کہ تھوڑی سی چیز حاصل کرنا پورے کے چھوڑ دینے سے بہتر ہے۔

حضرتؑ نے اس کلام میں جس شخص کو ”بھائی“ کے لفظ سے یاد کرتے ہوئے اس کے عادات و شمائل کا تذکرہ کیا ہے اس سے بعض نے حضرت ابوذر غفاری، بعض نے عثمان ابن مظعون اور بعض نے مقداد ابن اسود کو مراد لیا ہے۔ مگر بعید نہیں کہ اس سے کوئی فرد خاص مراد نہ ہو، کیونکہ عرب کا یہ عام طریقۂ کلام ہے کہ وہ اپنے کلام میں بھائی یا ساتھی کا ذکر کر جاتے ہیں اور کوئی معین شخص ان کے پیش نظر نہیں ہوتا۔

☆☆☆☆☆

(۲۹۰) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَوْ لَمْ يَتَوَعَّدِ اللّٰهُ عَلٰى مَعْصِيَتِهٖ لَكَانَ يَجِبُ اَنْ لَّا يُعْصٰى شُكْرًا لِنِّعَمِهٖ.

(۲۹۰)

اگر خدا وند عالم نے اپنی معصیت کے عذاب سے نہ ڈرایا ہوتا، جب بھی اس کی نعمتوں پر شکر کا تقاضا یہ تھا کہ اس کی معصیت نہ کی جائے۔

(۲۹۱) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَ قَدْ عَزَّى الْاَشْعَثَ بْنَ قَيْسٍ عَنِ ابْنٍ لَّهٗ:

يَاۤ اَشْعَثُ! اِنْ تَحْزَنْ عَلَى ابْنِكَ فَقَدِ اسْتَحَقَّتْ مِنْكَ ذٰلِكَ الرَّحِمُ، وَ اِنْ تَصْبِرْ فَفِي اللّٰهِ مِنْ كُلِّ مُصِيْبَةٍ خَلَفٌ.

يَاۤ اَشْعَثُ! اِنْ صَبَرْتَ جَرٰى عَلَيْكَ الْقَدَرُ وَ اَنْتَ مَاْجُوْرٌ، وَ اِنْ جَزِعْتَ جَرٰى عَلَيْكَ الْقَدَرُ وَ اَنْتَ مَاْزُوْرٌ.

يَاۤ اَشْعَثُ! ابْنُكَ سَرَّكَ وَ هُوَ بَلَآءٌ وَّ فِتْنَةٌ، وَ حَزَنَكَ وَ هُوَ ثَوَابٌ وَّ رَحْمَةٌ.

(۲۹۱)

اشعث ابن قیس کو اس کے بیٹے کا پرسا دیتے ہوئے فرمایا:

اے اشعث! اگر تم اپنے بیٹے پر رنج و ملال کرو تو یہ خون کا رشتہ اس کا سزاوار ہے اور اگر صبر کرو تو اللہ کے نزدیک ہر مصیبت کا عوض ہے۔

اے اشعث! اگر تم نے صبر کیا تو تقدیر الٰہی نافذ ہوگی اس حال میں کہ تم اجر و ثواب کے حقدار ہوگے، اور اگر چیخے چلائے جب بھی حکم قضا جاری ہو کر رہے گا، مگر اس حال میں کہ تم پر گناہ کا بوجھ ہوگا۔

تمہارے لئے بیٹا مسرت کا سبب ہوا، حالانکہ وہ ایک زحمت و آزمائش تھا اور تمہارے لئے رنج واندوہ کا سبب ہوا، حالانکہ وہ (مرنے سے) تمہارے لئے اجر و رحمت کا باعث ہوا ہے۔

(۲۹۲) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

عَلٰى قَبْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ سَاعَةَ دُفِنَ:

اِنَّ الصَّبْرَ لَجَمِيْلٌ اِلَّا عَنْكَ، وَ اِنَّ الْجَزَعَ لَقَبِيْحٌ اِلَّا عَلَيْكَ، وَ اِنَّ الْمُصَابَ بِكَ لَجَلِيْلٌ، وَ اِنَّهٗ قَبْلَكَ وَ بَعْدَكَ لَجَلَلٌ.

(۲۹۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دفن کے وقت قبر پر یہ الفاظ کہے:

صبر عموماً اچھی چیز ہے سوائے آپؐ کے غم کے، اور بیتابی و بے قراری عموماً بری چیز ہے سوائے آپؐ کی وفات کے، اور بلاشبہ آپؐ کی موت کا صدمہ عظیم ہے اور آپؐ سے پہلے اور آپؐ کے بعد آنے والی ہر مصیبت سبک ہے۔

(۲۹۳) وَقَالَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ

لَا تَصۡحَبِ الۡمَآئِقَ، فَاِنَّهٗ يُزَيِّنُ لَكَ فِعۡلَهٗ، وَ يَوَدُّ اَنۡ تَكُوۡنَ مِثۡلَهٗ.

(۲۹۳)

بے وقوف کی ہم نشینی اختیار نہ کرو، کیونکہ وہ تمہارے سامنے اپنے کاموں کو سجا کر پیش کرے گا اور یہ چاہے گا کہ تم اسی کے ایسے ہو جاؤ۔

بے وقوف انسان اپنے طریق کار کو صحیح سمجھتے ہوئے اپنے دوست سے بھی یہی چاہتا ہے کہ وہ اس کا سا طور طریقہ اختیار کرے اور جیسا وہ خود ہے ویسا ہی وہ ہو جائے۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ یہ چاہتا ہے کہ اس کا دوست بھی اس جیسا بے وقوف ہو جائے، کیونکہ وہ اپنے کو بے وقوف ہی کب سمجھتا ہے جو یہ چاہے اور اگر سمجھتا ہوتا تو بے وقوف ہی کیوں ہوتا۔ بلکہ اپنے کو عقلمند اور اپنے طریقہ کار کو صحیح سمجھتے ہوئے اپنے دوست کو بھی اپنے ہی ایسا ''عقلمند'' دیکھنا چاہتا ہے۔ اس لئے وہ اپنی رائے کو سجا کر اس کے سامنے پیش کرتا ہے اور اس پر عمل پیرا ہونے کا اس سے خواہش مند ہوتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ اس کا دوست اس کی باتوں سے متاثر ہو کر اس کی راہ پر چل پڑے۔ اس لئے اس سے الگ تھلگ رہنا ہی مفید ثابت ہو سکتا ہے۔

☆☆☆☆☆

(۲۹٤) وَقَالَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ

وَ قَدۡ سُئِلَ عَنۡ مَّسَافَةِ مَا بَيۡنَ الۡمَشۡرِقِ وَ الۡمَغۡرِبِ، فَقَالَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ:

مَسِيۡرَةُ يَوۡمٍ لِّلشَّمۡسِ.

(۲۹۴)

آپؑ سے دریافت کیا گیا کہ مشرق و مغرب کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ آپؑ نے فرمایا:

سورج کا ایک دن کا راستہ۔

(۲۹٥) وَقَالَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ

اَصۡدِقَآؤُكَ ثَلَاثَةٌ، وَ اَعۡدَآؤُكَ ثَلَاثَةٌ:

فَاَصۡدِقَآؤُكَ: صَدِيۡقُكَ، وَصَدِيۡقُ صَدِيۡقِكَ، وَ عَدُوُّ عَدُوِّكَ. وَاَعۡدَآؤُكَ عَدُوُّكَ، وَ عَدُوُّ صَدِيۡقِكَ، وَ صَدِيۡقُ عَدُوِّكَ.

(۲۹۵)

تین قسم کے تمہارے دوست ہیں اور تین قسم کے دشمن:

دوست یہ ہیں: تمہارا دوست، تمہارے دوست کا دوست اور تمہارے دشمن کا دشمن۔ اور دشمن یہ ہیں: تمہارا دشمن، تمہارے دوست کا دشمن اور تمہارے دشمن کا دوست۔

(۲۹٦) وَقَالَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ

لِرَجُلٍ رَّاٰهُ يَسۡعٰى عَلٰى عَدُوٍّ لَّهٗ بِمَا فِيۡهِ اِضۡرَارٌ بِنَفۡسِهٖ:

اِنَّمَآ اَنۡتَ كَالطَّاعِنِ نَفۡسَهٗ لِيَقۡتُلَ رِدۡفَهٗ.

(۲۹۶)

حضرتؑ نے ایک ایسے شخص کو دیکھا کہ وہ اپنے دشمن کو ایسی چیز کے ذریعہ سے نقصان پہنچانے کے درپے ہے جس میں خود اس کو بھی نقصان پہنچے گا، تو آپؑ نے فرمایا کہ:

تم اس شخص کی مانند ہو جو اپنے پیچھے والے سوار کو قتل کرنے کیلئے اپنے سینہ میں نیزہ مارے۔

(۲۹۷) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَآ اَكْثَرَ الْعِبَرَ وَ اَقَلَّ الْاِعْتِبَارَ!.

(۲۹۷)

نصیحتیں کتنی زیادہ ہیں اوران سے اثر لینا کتنا کم ہے۔

اگر زمانہ کے حوادث و انقلابات پر نظر کی جائے اور گزشتہ لوگوں کے احوال و واردات کو دیکھا اوران کی سرگزشتوں کو سنا جائے تو ہر گوشہ سے عبرت کی ایک ایسی داستان سنی جاسکتی ہے جو روح کو خواب غفلت سے جھنجھوڑنے، پند و موعظت کرنے اور عبرت و بصیرت دلانے کا پورا سر و سامان رکھتی ہے۔ چنانچہ دنیا میں ہر چیز کا بننا اور بگڑنا اور پھولوں کا کھلنا اور مرجھانا، سبزے کا لہلہانا اور پامال ہونا اور ہر ذرہ کا تغیر و تبدل کی آماجگاہ بننا ایسا درسِ عبرت ہے جو سرابِ زندگی سے جامِ بقا کے حاصل کرنے کے توقعات ختم کر دیتا ہے۔ بشرطیکہ دیکھنے والی آنکھیں اور سننے والے کان ان عبرت افزا چیزوں سے بند نہ ہوں۔

کاخ جهان پر است ز ذکر گذشتگان   لکن کسی که گوش دهد این ندا کم است

☆☆☆☆☆

(۲۹۸) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَنْ بَالَغَ فِي الْخُصُوْمَةِ اَثِمَ، وَ مَنْ قَصَّرَ فِيْهَا ظُلِمَ، وَ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يَّتَّقِيَ اللّٰهَ مَنْ خَاصَمَ.

(۲۹۸)

جو لڑائی جھگڑے میں حد سے بڑھ جائے وہ گنہگار ہوتا ہے اور جو اس میں کمی کرے اس پر ظلم ڈھائے جاتے ہیں، اور جو لڑتا جھگڑتا ہے اس کیلئے مشکل ہوتا ہے کہ وہ خوف خدا قائم رکھے۔

(۲۹۹) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَآ اَهَمَّنِيْ ذَنْبٌ اُمْهِلْتُ بَعْدَهٗ حَتّٰۤى اُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ وَ اَسْئَلَ اللّٰهَ الْعَافِيَةَ.

(۲۹۹)

وہ گناہ مجھے اندوہناک نہیں کرتا جسکے بعد مجھے اتنی مہلت مل جائے کہ میں دو رکعت نماز پڑھوں اور اللہ سے امن و عافیت کا سوال کروں۔

(۳۰۰) وَسُئِلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

كَيْفَ يُحَاسِبُ اللّٰهُ الْخَلْقَ عَلٰى كَثْرَتِهِمْ؟

فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

كَمَا يَرْزُقُهُمْ عَلٰى كَثْرَتِهِمْ.

فَقِيْلَ: كَيْفَ يُحَاسِبُهُمْ وَ لَا يَرَوْنَهٗ؟ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

كَمَا يَرْزُقُهُمْ وَ لَا يَرَوْنَهٗ.

(۳۰۰)

امیر المومنین علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ خداوند عالم اس کثیر التعداد مخلوق کا حساب کیونکر لے گا؟ فرمایا:

جس طرح اس کی کثرت کے باوجود انہیں روزی پہنچاتا ہے۔

پوچھا: وہ کیونکر حساب لے گا جبکہ مخلوق اسے دیکھے گی نہیں؟ فرمایا:

جس طرح انہیں روزی دیتا ہے اور وہ اسے دیکھتے نہیں۔

(۳۰۱) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

رَسُوْلُكَ تَرْجُمَانُ عَقْلِكَ، وَكِتَابُكَ اَبْلَغُ مَا يَنْطِقُ عَنْكَ!.

(۳۰۱)

تمہارا قاصد تمہاری عقل کا ترجمان ہے اور تمہاری طرف سے کامیاب ترین ترجمانی کرنے والا تمہارا خط ہے۔

(۳۰۲) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَا الْمُبْتَلَى الَّذِىْ قَدِ اشْتَدَّ بِهِ الْبَلَآءُ، بِاَحْوَجَ اِلَى الدُّعَآءِ مِنَ الْمُعَافَى الَّذِىْ لَا يَاْمَنُ الْبَلَآءَ!.

(۳۰۲)

ایسا شخص جو سختی و مصیبت میں مبتلا ہو جتنا محتاجِ دُعا ہے اس سے کم وہ محتاج نہیں ہے کہ جو اس وقت خیر وعافیت سے ہے مگر اندیشہ ہے کہ نہ جانے کب مصیبت آجائے۔

(۳۰۳) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلنَّاسُ اَبْنَآءُ الدُّنْيَا، وَلَا يُلَامُ الرَّجُلُ عَلٰى حُبِّ اُمِّهٖ.

(۳۰۳)

لوگ اسی دنیا کی اولاد ہیں، اور کسی شخص کو اپنی ماں کی محبت پر لعنت ملامت نہیں کی جاسکتی۔

(۳۰٤) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِنَّ الْمِسْكِيْنَ رَسُوْلُ اللهِ، فَمَنْ مَّنَعَهٗ فَقَدْ مَنَعَ اللهَ، وَ مَنْ اَعْطَاهُ فَقَدْ اَعْطَى اللهَ.

(۳۰۴)

غریب و مسکین اللہ کا فرستادہ ہوتا ہے۔ تو جس نے اس سے اپنا ہاتھ روکا اس نے خدا سے ہاتھ روکا اور جس نے اسے کچھ دیا اس نے خدا کو دیا۔

(۳۰۵) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَا زَنٰى غَيُوْرٌ قَطُّ.

(۳۰۵)

غیرت مند کبھی زنا نہیں کرتا۔

(۳۰٦) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

كَفٰى بِالْاَجَلِ حَارِسًا.

(۳۰۶)

مدتِ حیات نگہبانی کیلئے کافی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ لاکھ آسمان کی بجلیاں کڑکیں، حوادث کے طوفان امڈیں، زمین میں زلزلے آئیں اور پہاڑ آپس میں ٹکرائیں، اگر زندگی باقی ہے تو کوئی حادثہ گزند نہیں پہنچا سکتا اور نہ صرصر موت شمع زندگی کو بجھا سکتی ہے، کیونکہ موت کا ایک وقت مقرر ہے اور اس مقررہ وقت تک کوئی چیز سلسلہ حیات کو قطع نہیں کر سکتی۔ اس لحاظ سے بلاشبہ موت خود زندگی کی محافظ و نگہبان ہے۔

موت کہتے ہیں جسے ہے پاسبانِ زندگی

☆☆☆☆☆

(۳۰۷) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

يَنَامُ الرَّجُلُ عَلَى الثُّكْلِ، وَ لَا يَنَامُ عَلَى الْحَرَبِ.

قَالَ الرَّضِيُّ: وَ مَعْنٰى ذٰلِكَ: اَنَّهٗ يَصْبِرُ عَلٰى قَتْلِ الْاَوْلَادِ، وَ لَا يَصْبِرُ عَلٰى سَلْبِ الْاَمْوَالِ.

(۳۰۷)

اولاد کے مرنے پر آدمی کو نیند آجاتی ہے، مگر مال کے چھن جانے پر اسے نیند نہیں آتی۔

سیّد رضیؒ فرماتے ہیں کہ: اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان اولاد کے مرنے پر صبر کر لیتا ہے، مگر مال کے جانے پر صبر نہیں کرتا۔

(۳۰۸) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَوَدَّةُ الْاٰبَآءِ قَرَابَةٌ بَيْنَ الْاَبْنَآءِ، وَ الْقَرَابَةُ اِلَى الْمَوَدَّةِ اَحْوَجُ مِنَ الْمَوَدَّةِ اِلَى الْقَرَابَةِ.

(۳۰۸)

باپوں کی باہمی محبت، اولاد کے درمیان ایک قرابت ہوا کرتی ہے اور محبت کو قرابت کی اتنی ضرورت نہیں ہے جتنی قرابت کو محبت کی۔

(۳۰۹) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِتَّقُوْا ظُنُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ؟ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى جَعَلَ الْحَقَّ عَلٰى اَلْسِنَتِهِمْ.

(۳۰۹)

اہل ایمان کے گمان سے ڈرتے رہو، کیونکہ خداوند عالم نے حق کو ان کی زبانوں پر قرار دیا ہے۔

(۳۱۰) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَا يَصْدُقُ اِيْمَانُ عَبْدٍ، حَتّٰى يَكُوْنَ بِمَا فِيْ يَدِ اللّٰهِ اَوْثَقَ مِنْهُ بِمَا فِيْ يَدِهٖ.

(۳۱۰)

کسی بندے کا ایمان اس وقت تک سچا نہیں ہوتا جب تک اپنے ہاتھ میں موجود ہونے والے مال سے اس پر زیادہ اطمینان نہ ہو جو قدرت کے ہاتھ میں ہے۔

(۳۱۱) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لِاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، وَ قَدْ كَانَ بَعَثَهٗ اِلٰى طَلْحَةَ وَ الزُّبَيْرِ لَمَّا جَآءَ اِلَى الْبَصْرَةِ، يُذَكِّرُهُمَا شَيْئًا مِّمَّا سَمِعَهٗ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ فِيْ مَعْنَاهُمَا، فَلَوٰى عَنْ ذٰلِكَ، فَرَجَعَ اِلَيْهِ، فَقَالَ: اِنِّيْ اُنْسِيْتُ ذٰلِكَ الْاَمْرَ. فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

اِنْ كُنْتَ كَاذِبًا فَضَرَبَكَ اللّٰهُ بِهَا بَيْضَآءَ لَامِعَةً لَّا تُوَارِيْهَا الْعِمَامَةُ.

(۳۱۱)

جب حضرتؑ بصرہ میں وارد ہوئے تو انس بن مالک کو طلحہ و زبیر کے پاس بھیجا تھا کہ ان دونوں کو کچھ وہ اقوال یاد دلائیں جو آپؑ کے بارے میں انہوں نے خود پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ سے سنے ہیں۔ مگر انہوں نے اس سے پہلو تہی کی اور جب پلٹ کر آئے تو کہا کہ: وہ بات مجھے یاد نہیں رہی۔ اس پر حضرتؑ نے فرمایا:

اگر تم جھوٹ بول رہے ہو تو اس کی پاداش میں خداوند عالم ایسے چمکدار داغ میں تمہیں مبتلا کرے کہ جسے دستار بھی نہ چھپا سکے۔

قَالَ الرَّضِیُّ: یَعْنِی الْبَرَصَ، فَاَصَابَ اَنَسًا هٰذَا الدَّآءُ فِیْمَا بَعْدُ فِیْ وَجْهِهٖ، فَكَانَ لَا یُرٰی اِلَّا مُبَرْقَعًا.

سید رضیؒ فرماتے ہیں کہ: سفید داغ سے مراد ’’برص‘‘ ہے۔ چنانچہ انس اس مرض میں مبتلا ہوگئے جس کی وجہ سے ہمیشہ نقاب پوش دکھائی دیتے تھے۔

علامہ رضیؒ نے اس کلام کے جس مورد و عمل کی طرف اشارہ کیا ہے وہ یہ ہے کہ: جب حضرتؑ نے جنگ جمل کے موقع پر انس ابن مالک کو طلحہ و زبیر کے پاس اس مقصد سے بھیجا کہ وہ انہیں پیغمبر کا قول: «اِنَّكُمَا سَتُقَاتِلَانِ عَلِیًّا وَّ اَنْتُمَا لَهٗ ظَالِمَانِ»[1]: (تم عنقریب علی علیہ السلام سے جنگ کرو گے اور تم ان کے حق میں ظلم و زیادتی کرنے والے ہو گے) یاد دلائیں، تو انہوں نے پلٹ کر یہ ظاہر کیا کہ وہ اس کا تذکرہ کرنا بھول گئے تو حضرتؑ نے ان کیلئے یہ کلمات کہے۔

مگر مشہور یہ ہے کہ حضرتؑ نے یہ جملہ اس موقع پر فرمایا جب آپؑ نے پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اس ارشاد کی تصدیق چاہی کہ:

مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِیٌّ مَّوْلَاهُ، اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَّالَاهُ وَ عَادِ مَنْ عَادَاهُ.

جس کا میں مولا ہوں اس کے علیؑ بھی مولا ہیں۔ اے اللہ! جو علیؑ کو دوست رکھے تو بھی اسے دوست رکھ اور جو انہیں دشمن رکھے تو بھی اسے دشمن رکھ۔[2]

چنانچہ متعدد لوگوں نے اس کی صحت کی گواہی دی، مگر انس ابن مالک خاموش رہے، جس پر حضرتؑ نے ان سے فرمایا کہ: تم بھی تو غدیر خم کے موقع پر موجود تھے، پھر اس خاموشی کی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے کہا کہ: یا امیر المومنینؑ! میں بوڑھا ہو چکا ہوں، اب میری یاد داشت کام نہیں کرتی۔ جس پر حضرتؑ نے ان کیلئے بد دُعا فرمائی۔ چنانچہ ابن قتیبہ تحریر کرتے ہیں کہ:

وَ ذَكَرَ قَوْمٌ اَنَّ عَلِیًّا رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ سَئَلَهٗ عَنْ قَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ و آلہ: اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَّالَاهُ، وَ عَادِ مَنْ عَادَاهُ؟ فَقَالَ: كَبُرَتْ سِنِّیْ وَ نَسِیْتُ. فَقَالَ لَهٗ عَلِیٌّ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اِنْ كُنْتَ كَاذِبًا فَضَرَبَكَ اللّٰهُ بِبَیْضَآءَ لَا تُوَارِیْهَا الْعِمَامَةُ.

لوگوں نے بیان کیا ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے انس ابن مالک سے رسول اللہ کے ارشاد: ’’اے اللہ! جو علیؑ کو دوست رکھے تو بھی اسے دوست رکھ اور جو انہیں دشمن رکھے تو بھی اسے دشمن رکھ‘‘ کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ میں بوڑھا ہو چکا ہوں اور اسے بھول چکا ہوں تو آپؑ نے فرمایا کہ: ’’اگر تم جھوٹ کہتے ہو تو خدا تمہیں ایسے برص میں مبتلا کرے جسے عمامہ بھی نہ چھپا سکے‘‘۔ (المعارف، ص ۲۵۱)

ابن ابی الحدید نے بھی اسی قول کی تائید کی ہے اور سیّد رضیؒ کے تحریر کردہ واقعہ کی تردید کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ:

فَاَمَّا مَا ذَكَرَهُ الرَّضِیُّ مِنْ اَنَّهٗ بَعَثَ اَنَسًا اِلٰی طَلْحَةَ وَ الزُّبَیْرِ فَغَیْرُ مَعْرُوْفٍ، وَ لَوْ كَانَ قَدْ

---

[1] منہاج البراعہ، ج ۲۱، ص ۳۹۹۔

[2] مسند احمد، ج ۲، ص ۲۶۲، حدیث ۹۵۰۔

بَعَثَهٗ لِيُذَكِّرَهُمَا بِكَلَامٍ يَخْتَصُّ بِهِمَا مِنْ رَّسُوْلِ اللهِ ﷺ لَمَّآ اَمْكَنَهٗ اَنْ يَّرْجِعَ فَيَقُوْلَ: اِنِّیْٓ اُنْسِيْتُهٗ لِاَنَّهٗ مَا فَارَقَهٗ مُتَوَجِّهًا نَحْوَهُمَا اِلَّا وَ قَدْ اَقَرَّ بِمَعْرِفَتِهٖ وَ ذِكْرِهٖ، فَكَيْفَ يَرْجِعُ بَعْدَ سَاعَةٍ، اَوْ يَوْمٍ، فَيَقُوْلَ: اِنِّیْٓ اُنْسِيْتُهٗ، فَيُنْكِرُ بَعْدَ الْاِقْرَارِ، هٰذَا مِمَّا لَا يَقَعُ.

سید رضیؒ نے جس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے کہ حضرتؑ نے انس کو طلحہ و زبیر کی طرف روانہ کیا تھا ایک غیر معروف واقعہ ہے۔ اگر حضرتؑ نے اس کلام کی یاد دہانی کیلئے انہیں بھیجا ہوتا کہ جو پیغمبر ﷺ نے ان دونوں کے بارے میں فرمایا تھا تو یہ بعید ہے کہ وہ پلٹ کر یہ کہیں کہ میں بھول گیا تھا۔ کیونکہ جب وہ حضرتؑ سے الگ ہو کر روانہ ہوئے تھے تو اس وقت یہ اقرار کیا تھا کہ پیغمبر ﷺ کا یہ ارشاد میرے علم میں ہے اور مجھے یاد ہے۔ پھر کس طرح یہ ہوسکتا ہے کہ وہ ایک گھڑی یا ایک دن کے بعد یہ کہیں کہ میں بھول گیا تھا اور اقرار کے بعد انکار کریں۔ یہ ایک نہ ہونے والی بات ہے۔ (شرح ابن ابی الحدید، ج ۴، ص ۳۸۸)

☆☆☆☆☆

(۳۱۲) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِنَّ لِلْقُلُوْبِ اِقْبَالًا وَّ اِدْبَارًا، فَاِذَآ اَقْبَلَتْ فَاحْمِلُوْهَا عَلَى النَّوَافِلِ، وَ اِذَآ اَدْبَرَتْ فَاقْتَصِرُوْا بِهَا عَلَى الْفَرَآئِضِ.

(۳۱۲)

دل کبھی مائل ہوتے ہیں اور کبھی اُچاٹ ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا جب مائل ہوں اس وقت انہیں مستحبات کی بجا آوری پر آمادہ کرو، اور جب اُچاٹ ہوں تو واجبات پر اکتفا کرو۔

(۳۱۳) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَ فِی الْقُرْاٰنِ نَبَاُ مَا قَبْلَكُمْ، وَ خَبَرُ مَا بَعْدَكُمْ، وَ حُكْمُ مَا بَيْنَكُمْ.

(۳۱۳)

قرآن میں تم سے پہلے کی خبریں، تمہارے بعد کے واقعات اور تمہارے درمیانی حالات کیلئے احکام ہیں۔

(۳۱٤) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

رُدُّوا الْحَجَرَ مِنْ حَيْثُ جَآءَ، فَاِنَّ الشَّرَّ لَا يَدْفَعُهٗ اِلَّا الشَّرُّ.

(۳۱۴)

جدھر سے پتھر آئے اسے ادھر ہی پلٹا دو، کیونکہ سختی کا دفعیہ سختی ہی سے ہوسکتا ہے۔

(۳۱٥) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لِكَاتِبِهٖ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ اَبِیْ رَافِعٍ:

اَلِقْ دَوَاتَكَ، وَ اَطِلْ جِلْفَةَ قَلَمِكَ، وَ فَرِّجْ بَيْنَ السُّطُوْرِ، وَ قَرْمِطْ بَيْنَ الْحُرُوْفِ، فَاِنَّ ذٰلِكَ اَجْدَرُ بِصَبَاحَةِ الْخَطِّ.

(۳۱۵)

اپنے منشی عبید اللہ ابن ابی رافع سے فرمایا:

دوات میں صُوف ڈالا کرو اور قلم کی زبان لمبی رکھا کرو، سطروں کے درمیان فاصلہ زیادہ چھوڑا کرو اور حروف کو ساتھ ملا کر لکھا کرو کہ یہ خط کی دیدہ زیبی کیلئے مناسب ہے۔

(٣١٦) وَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ

اَنَا یَعْسُوْبُ الْمُؤْمِنِیْنَ، وَ الْمَالُ یَعْسُوْبُ الْفُجَّارِ.

قَالَ الرَّضِیُّ: وَ مَعْنٰی ذٰلِكَ: اَنَّ الْمُؤْمِنِیْنَ یَتَّبِعُوْنَنِیْ، وَ الْفُجَّارُ یَتَّبِعُوْنَ الْمَالَ، كَمَا تَتَّبِعُ النَّحْلُ یَعْسُوْبَهَا، وَ هُوَ رَئِیْسُهَا.

(٣١٦)

میں اہل ایمان کا یعسوب ہوں اور بدکرداروں کا یعسوب مال ہے۔

سید رضیؒ فرماتے ہیں کہ: اس کا مطلب یہ ہے کہ ایمان والے میری پیروی کرتے ہیں اور بدکردار مال و دولت کی اسی طرح اتباع کرتے ہیں جس طرح شہد کی مکھیاں یعسوب کی اقتدا کرتی ہیں۔ اور ”یعسوب“ اس مکھی کو کہتے ہیں جو ان کی سردار ہوتی ہے۔

(٣١٧) وَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ

وَ قَالَ لَهٗ بَعْضُ الْیَهُوْدِ: مَا دَفَنْتُمْ نَبِیَّكُمْ حَتّٰی اخْتَلَفْتُمْ فِیْهِ؟ فَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ لَهٗ:

اِنَّمَا اخْتَلَفْنَا عَنْهُ لَا فِیْهِ، وَ لٰكِنَّكُمْ مَا جَفَّتْ اَرْجُلُكُمْ مِنَ الْبَحْرِ حَتّٰی قُلْتُمْ لِنَبِیِّكُمْ: ﴿اجْعَلْ لَّنَاۤ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ؕ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ۝﴾.

(٣١٧)

ایک یہودی نے آپؑ سے کہا کہ ابھی تم لوگوں نے اپنے نبی کو دفن نہیں کیا تھا کہ ان کے بارے میں اختلاف شروع کر دیا۔ حضرتؑ نے فرمایا:

ہم نے ان کے بارے میں اختلاف نہیں کیا، بلکہ ان کے بعد جانشینی کے سلسلہ میں اختلاف ہوا، مگر تم تو وہ ہو کہ ابھی دریائے نیل سے نکل کر تمہارے پیر خشک بھی نہ ہوئے تھے کہ اپنے نبی سے کہنے لگے کہ: ”ہمارے لئے بھی ایک ایسا خدا بنا دیجئے جیسے ان لوگوں کے خدا ہیں تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ: بیشک تم ایک جاہل قوم ہو“۔

اس یہودی کی نکتہ چینی کا مقصد یہ تھا کہ وہ مسلمانوں کے باہمی اختلاف کو پیش کر کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نبوت کو ایک اختلافی امر ثابت کر لے، مگر حضرتؑ نے لفظ ”فیہ“ کے بجائے لفظ ”عنہ“ فرما کر اختلاف کا مورد واضح کر دیا کہ وہ اختلاف رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نبوت کے بارے میں نہ تھا، بلکہ ان کی نیابت و جانشینی کے سلسلہ میں تھا۔ اور پھر یہودیوں کی حالت پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: یہ لوگ جو آج پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد مسلمانوں کے باہمی اختلاف پر نقد کر رہے ہیں، خود ان کی حالت یہ تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی ہی میں عقیدۂ توحید میں متزلزل ہو گئے تھے۔ چنانچہ جب وہ اہل مصر کی غلامی سے چھٹکارا پا کر دریا کے پار اترے تو سینا کے بت خانہ میں بچھڑے کی ایک مورتی دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے کہ ہمارے لئے بھی ایک ایسی مورتی بنا دیجئے۔ جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا کہ: تم اب بھی ویسے ہی جاہل ہو جیسے مصر میں تھے۔ تو جس قوم میں توحید کی تعلیم پانے کے بعد بھی بت پرستی کا جذبہ اتنا ہو کہ وہ ایک بت کو دیکھ کر تڑپنے لگے اور یہ چاہے کہ اس کیلئے بھی ایک بت خانہ بنا دیا جائے، اس کو مسلمانوں کے کسی اختلاف پر تبصرہ کرنے کا کیا حق پہنچتا ہے۔

☆☆☆☆☆

(۳۱۸) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَ قِيْلَ لَهٗ: بِاَيِّ شَيْءٍ غَلَبْتَ الْاَقْرَانَ؟

فَقَالَ عليه السلام:

مَا لَقِيْتُ رَجُلًا اِلَّآ اَعَانَنِيْ عَلٰى نَفْسِهٖ.

قَالَ الرَّضِيُّ: يُوْمِئُ عليه السلام بِذٰلِكَ اِلٰى تَمَكُّنِ هَيْبَتِهٖ فِي الْقُلُوْبِ.

(۳۱۸)

حضرتؑ سے کہا گیا کہ آپؑ کس وجہ سے اپنے حریفوں پر غالب آتے رہے ہیں تو آپؑ نے فرمایا کہ:

میں جس شخص کا بھی مقابلہ کرتا تھا وہ اپنے خلاف میری مدد کرتا تھا۔

سیّد رضیؒ فرماتے ہیں کہ: حضرتؑ نے اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ آپؑ کی ہیبت دلوں پر چھا جاتی تھی۔

جو شخص اپنے حریفوں سے مرعوب ہو جائے اس کا پسپا ہونا ضروری سا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ مقابلہ کیلئے صرف جسمانی طاقت کا ہونا ہی کافی نہیں ہوتا، بلکہ دل کا ٹھہراؤ اور حوصلہ کی مضبوطی بھی ضروری ہے۔ اور جب وہ ہمت ہار دے گا اور یہ خیال دل میں جمالے گا کہ مجھے مغلوب ہی ہونا ہے تو وہ مغلوب ہو کر رہے گا۔ یہی صورت امیر المومنین علیہ السلام کے حریف کی ہوتی تھی کہ وہ ان کی مسلّمہ شجاعت سے اس طرح متاثر ہوتا تھا کہ اسے موت کا یقین ہو جاتا تھا۔ جس کے نتیجہ میں اس کی قوت معنوی و خود اعتمادی ختم ہو جاتی تھی اور آخر یہ ذہنی تاثر اسے موت کی راہ پر لا کھڑا کرتا تھا۔

☆☆☆☆☆

(۳۱۹) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لِابْنِهٖ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ:

يَا بُنَيَّ! اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكَ الْفَقْرَ، فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنْهُ، فَاِنَّ الْفَقْرَ مَنْقَصَةٌ لِّلدِّيْنِ، مَدْهَشَةٌ لِّلْعَقْلِ، دَاعِيَةٌ لِّلْمَقْتِ۔

(۳۱۹)

اپنے فرزند محمد ابن حنفیہ سے فرمایا:

اے فرزند! میں تمہارے لئے فقر و تنگدستی سے ڈرتا ہوں، لہٰذا فقر و ناداری سے اللہ کی پناہ مانگو۔ کیونکہ یہ دین کے نقص، عقل کی پریشانی اور لوگوں کی نفرت کا باعث ہے۔

(۳۲۰) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لِسَآئِلٍ سَئَلَهٗ عَنْ مُّعْضِلَةٍ:

سَلْ تَفَقُّهًا وَّ لَا تَسْئَلْ تَعَنُّتًا، فَاِنَّ الْجَاهِلَ الْمُتَعَلِّمَ شَبِيْهٌۢ بِالْعَالِمِ، وَ اِنَّ الْعَالِمَ الْمُتَعَسِّفَ شَبِيْهٌۢ بِالْجَاهِلِ الْمُتَعَنِّتِ.

(۳۲۰)

ایک شخص نے ایک مشکل مسئلہ آپؑ سے دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا:

سمجھنے کیلئے پوچھو، الجھنے کیلئے نہ پوچھو، کیونکہ وہ جاہل جو سیکھنا چاہتا ہے مثل عالم کے ہے اور وہ عالم جو الجھنا چاہتا ہے وہ مثل جاہل کے ہے۔

(۳۲۱) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْعَبَّاسِ، وَ قَدْ اَشَارَ عَلَيْهِ فِیْ شَیْءٍ لَّمْ یُوَافِقْ رَاْیَهٗ:

لَكَ اَنْ تُشِیْرَ عَلَیَّ وَ اَرٰی، فَاِنْ عَصَیْتُكَ فَاَطِعْنِیْ.

(۳۲۱)

عبداللہ ابن عباس نے ایک امر میں آپؑ کو مشورہ دیا جو آپؑ کے نظریہ کے خلاف تھا تو آپؑ نے ان سے فرمایا:

تمہارا یہ کام ہے کہ مجھے رائے دو، اسکے بعد مجھے مصلحت دیکھنا ہے، اور اگر میں تمہاری رائے کو نہ مانوں تو تمہیں میری اطاعت لازم ہے۔

عبداللہ ابن عباس نے امیر المومنین علیہ السلام کو یہ مشورہ دیا تھا کہ طلحہ اور زبیر کو کوفہ کی حکومت کا پروانہ لکھ دیجئے اور معاویہ کو شام کی ولایت پر برقرار رہنے دیجئے، یہاں تک کہ آپؑ کے قدم مضبوطی سے جم جائیں اور حکومت کو استحکام حاصل ہو جائے۔ جس کے جواب میں حضرتؑ نے فرمایا کہ: میں دوسروں کی دنیا کی خاطر اپنے دین کو خطرہ میں نہیں ڈال سکتا، لہٰذا تم اپنی بات منوانے کے بجائے میری بات کو سنو اور میری اطاعت کرو۔

☆☆☆☆☆

(۳۲۲) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَ رُوِیَ اَنَّهٗ لَمَّا وَرَدَ الْكُوْفَةَ قَادِمًا مِّنْ صِفِّیْنَ مَرَّ بِالشِّبَامِیِّیْنَ، فَسَمِعَ بُكَآءَ النِّسَآءِ عَلٰی قَتْلٰی صِفِّیْنَ، وَ خَرَجَ اِلَيْهِ حَرْبُ بْنُ شُرَحْبِيْلَ الشِّبَامِیُّ، وَ كَانَ مِنْ وُّجُوْهِ قَوْمِهٖ. فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَهٗ:

اَ تَغْلِبُكُمْ نِسَآؤُكُمْ عَلٰی مَاۤ اَسْمَعُ؟ اَلَا تَنْهَوْنَهُنَّ عَنْ هٰذَا الرَّنِيْنِ؟

وَ اَقْبَلَ حَرْبٌ يَّمْشِیْ مَعَهٗ، وَ هُوَ عَلَيْهِ السَّلَامُ رَاكِبٌ. فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَهٗ:

اِرْجِعْ، فَاِنَّ مَشْیَ مِثْلِكَ مَعَ مِثْلِیْ فِتْنَةٌ لِّلْوَالِیْ، وَ مَذَلَّةٌ لِّلْمُؤْمِنِ.

(۳۲۲)

وارد ہوا ہے کہ جب حضرتؑ صفین سے پلٹتے ہوئے کوفہ پہنچے تو قبیلہ شبام کی آبادی سے ہو کر گزرے، جہاں صفین کے کشتوں پر رونے کی آواز آپؑ کے کانوں میں پڑی۔ اتنے میں حرب ابن شرحبیل شبامی جو اپنی قوم کے سربرآوردہ لوگوں میں سے تھے، حضرتؑ کے پاس آئے تو آپؑ نے اس سے فرمایا:

کیا تمہارا ان عورتوں پر بس نہیں چلتا جو میں رونے کی آوازیں سن رہا ہوں؟ اس رونے چلانے سے تم انہیں منع نہیں کرتے؟

حرب آگے بڑھ کر حضرتؑ کے ہمرکاب ہو لئے درآں حالیکہ حضرتؑ سوار تھے تو آپؑ نے فرمایا:

پلٹ جاؤ! تم ایسے آدمی کا مجھ ایسے کے ساتھ پیادہ چلنا والی کیلئے فتنہ اور مومن کیلئے ذلت ہے۔

(۳۲۳) **وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ**

وَ قَدْ مَرَّ بِقَتْلَى الْخَوَارِجِ يَوْمَ النَّهْرَوَانِ:
بُؤْسًا لَّكُمْ! لَقَدْ ضَرَّكُمْ مَنْ غَرَّكُمْ.

فَقِيْلَ لَهُ: مَنْ غَرَّهُمْ يَآ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ؟
فَقَالَ:
اَلشَّيْطٰنُ الْمُضِلُّ، وَ الْاَنْفُسُ الْاَمَّارَةُ بِالسُّوْٓءِ، غَرَّتْهُمْ بِالْاَمَانِيِّ، وَ فَسَحَتْ لَهُمْ بِالْمَعَاصِيْ، وَ وَعَدَتْهُمُ الْاِظْهَارَ، فَاقْتَحَمَتْ بِهِمُ النَّارَ.

(۳۲۳)

نہروان کے دن خوارج کے کشتوں کی طرف ہو کر گزرے تو فرمایا:
تمہارے لئے ہلاکت و تباہی ہو! جس نے تمہیں ورغلایا اس نے تمہیں فریب دیا۔

کہا گیا کہ: یا امیر المومنینؑ! کس نے انہیں ورغلایا تھا؟
فرمایا کہ:
گمراہ کرنے والے شیطان اور برائی پر ابھارنے والے نفس نے کہ جس نے انہیں امیدوں کے فریب میں ڈالا اور گناہوں کا راستہ ان کیلئے کھول دیا، فتح و کامرانی کے ان سے وعدے کئے اور اس طرح انہیں دوزخ میں جھونک دیا۔

(۳۲٤) **وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ**

اِتَّقُوْا مَعَاصِيَ اللهِ فِي الْخَلَوَاتِ، فَاِنَّ الشَّاهِدَ هُوَ الْحَاكِمُ.

(۳۲۴)

تنہائیوں میں اللہ تعالیٰ کی مخالفت کرنے سے ڈرو، کیونکہ جو گواہ ہے وہی حاکم ہے۔

(۳۲٥) **وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ**

لَمَّا بَلَغَهٗ قَتْلُ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ:
اِنَّ حُزْنَنَا عَلَيْهِ عَلٰى قَدْرِ سُرُوْرِهِمْ بِهٖ، اِلَّآ اَنَّهُمْ نَقَصُوْا بَغِيْضًا، وَ نَقَصْنَا حَبِيْبًا.

(۳۲۵)

جب آپؑ کو محمد ابن ابی بکر (رحمہ اللہ) کے شہید ہونے کی خبر پہنچی تو آپؑ نے فرمایا:
ہمیں ان کے مرنے کا اتنا ہی رنج و قلق ہے جتنی دشمنوں کو اسکی خوشی ہے۔ بلا شبہ ان کا ایک دشمن کم ہوا اور ہم نے ایک دوست کو کھو دیا۔

(۳۲٦) **وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ**

اَلْعُمُرُ الَّذِيْٓ اَعْذَرَ اللهُ فِيْهِ اِلَى ابْنِ اٰدَمَ سِتُّوْنَ سَنَةً.

(۳۲۶)

وہ عمر کہ جس کے بعد اللہ تعالیٰ آدمی کے عذر کو قبول نہیں کرتا، ساٹھ برس کی ہے۔

(۳۲۷) **وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ**

مَا ظَفِرَ مَنْ ظَفِرَ الْاِثْمُ بِهٖ، وَ الْغَالِبُ بِالشَّرِّ مَغْلُوْبٌ.

(۳۲۷)

جس پر گناہ قابو پالے وہ کامران نہیں اور شر کے ذریعہ غلبہ پانے والا حقیقتاً مغلوب ہے۔

(۳۲۸) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ فَرَضَ فِیْۤ اَمْوَالِ الْاَغْنِيَآءِ اَقْوَاتَ الْفُقَرَآءِ، فَمَا جَاعَ فَقِيْرٌ اِلَّا بِمَا مُتِّعَ بِهٖ غَنِیٌّ، وَ اللّٰهُ تَعَالٰى سَآئِلُهُمْ عَنْ ذٰلِكَ.

(۳۲۸)

خداوند عالم نے دولتمندوں کے مال میں فقیروں کا رزق مقرر کیا ہے، لہٰذا اگر کوئی فقیر بھوکا رہتا ہے تو اس لئے کہ دولتمند نے دولت کو سمیٹ لیا ہے اور خدائے بزرگ و برتر ان سے اس کا مواخذہ کرنے والا ہے۔

(۳۲۹) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْاِسْتِغْنَآءُ عَنِ الْعُذْرِ اَعَزُّ مِنَ الصِّدْقِ بِهٖ.

(۳۲۹)

سچا عذر پیش کرنے سے یہ زیادہ وقیع ہے کہ عذر کی ضرورت ہی نہ پڑے۔

مطلب یہ ہے کہ انسان کو اپنے فرائض پر اس طرح کاربند ہونا چاہیے کہ اسے معذرت پیش کرنے کی نوبت ہی نہ آئے۔ کیونکہ معذرت میں ایک گونہ کوتاہی کی جھلک اور ذلت کی نمود ہوتی ہے، اگرچہ وہ صحیح و درست ہی کیوں نہ ہو۔

☆☆☆☆☆

(۳۳۰) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَقَلُّ مَا يَلْزَمُكُمْ لِلّٰهِ اَنْ لَّا تَسْتَعِيْنُوْا بِنِعَمِهٖ عَلٰى مَعَاصِيْهِ.

(۳۳۰)

اللہ کا کم سے کم حق جو تم پر عائد ہوتا ہے یہ ہے کہ اس کی نعمتوں سے گناہوں میں مدد نہ لو۔

کفرانِ نعمت وناسپاسی کے چند درجے ہیں:

- پہلا درجہ یہ ہے کہ انسان نعمت ہی کی تشخیص نہ کرسکے۔ جیسے آنکھوں کی روشنی، زبان کی گویائی، کانوں کی شنوائی اور ہاتھ پیروں کی حرکت۔ یہ سب اللہ کی بخشی ہوئی نعمتیں ہیں، مگر بہت سے لوگوں کو ان کے نعمت ہونے کا احساس ہی نہیں ہوتا کہ ان میں شکرگزاری کا جذبہ پیدا ہو۔
- دوسرا درجہ یہ ہے کہ نعمت کو دیکھے اور سمجھے، مگر اس کے مقابلہ میں شکر بجا نہ لائے۔
- تیسرا درجہ یہ ہے کہ نعمت بخشنے والے کی مخالفت و نافرمانی کرے۔
- چوتھا درجہ یہ ہے کہ اسی کی دی ہوئی نعمتوں کو اطاعت و بندگی میں صرف کرنے کے بجائے اس کی معصیت و نافرمانی میں صرف کرے۔ یہ کفرانِ نعمت کا سب سے بڑا درجہ ہے۔

☆☆☆☆☆

(۳۳۱) **وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ**

اِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ جَعَلَ الطَّاعَةَ غَنِيْمَةَ الْاَكْيَاسِ عِنْدَ تَفْرِيْطِ الْعَجَزَةِ۔

(۳۳۱)

جب کاہل اور ناکارہ افراد عمل میں کوتاہی کرتے ہیں تو اللہ کی طرف سے یہ عقلمندوں کیلئے ادائے فرض کا ایک بہترین موقع ہوتا ہے۔

(۳۳۲) **وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ**

اَلسُّلْطَانُ وَزَعَةُ اللّٰهِ فِيْ اَرْضِهٖ.

(۳۳۲)

حکام اللہ کی سرزمین میں اس کے پاسبان ہیں۔

(۳۳۳) **وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ**

فِيْ صِفَةِ الْمُؤْمِنِ:

اَلْمُؤْمِنُ بِشْرُهٗ فِيْ وَجْهِهٖ، وَ حُزْنُهٗ فِيْ قَلْبِهٖ، اَوْسَعُ شَيْءٍ صَدْرًا، وَ اَذَلُّ شَيْءٍ نَفْسًا، يَكْرَهُ الرِّفْعَةَ، وَ يَشْنَاُ السُّمْعَةَ، طَوِيْلٌ غَمُّهٗ، بَعِيْدٌ هَمُّهٗ، كَثِيْرٌ صَمْتُهٗ، مَشْغُوْلٌ وَّقْتُهٗ، شَكُوْرٌ صَبُوْرٌ، مَغْمُوْرٌ بِفِكْرَتِهٖ، ضَنِيْنٌ بِخَلَّتِهٖ، سَهْلُ الْخَلِيْقَةِ، لَيِّنُ الْعَرِيْكَةِ! نَفْسُهٗ اَصْلَبُ مِنَ الصَّلْدِ، وَ هُوَ اَذَلُّ مِنَ الْعَبْدِ.

(۳۳۳)

مومن کے متعلق فرمایا:

مومن کے چہرے پر بشاشت اور دل میں غم و اندوہ ہوتا ہے۔ ہمت اس کی بلند ہے اور اپنے دل میں وہ اپنے کو ذلیل و خوار سمجھتا ہے۔ سربلندی کو برا سمجھتا ہے اور شہرت سے نفرت کرتا ہے۔ اس کا غم بے پایاں اور ہمت بلند ہوتی ہے۔ بہت خاموش، ہمہ وقت مشغول، شاکر، صابر، فکر میں غرق، دست طلب بڑھانے میں بخیل، خوش خلق اور نرم طبیعت ہوتا ہے اور اس کا نفس پتھر سے زیادہ سخت اور وہ خود غلام سے زیادہ متواضع ہوتا ہے۔

(۳۳٤) **وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ**

لَوْ رَاَى الْعَبْدُ الْاَجَلَ وَ مَصِيْرَهٗ لَاَبْغَضَ الْاَمَلَ وَ غُرُوْرَهٗ.

(۳۳۴)

اگر کوئی بندہ مدتِ حیات اور اس کے انجام کو دیکھے تو امیدوں اور ان کے فریب سے نفرت کرنے لگے۔

(۳۳۵) **وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ**

لِكُلِّ امْرِئٍ فِيْ مَالِهٖ شَرِيْكَانِ: الْوَارِثُ، وَ الْحَوَادِثُ.

(۳۳۵)

ہر شخص کے مال میں دو حصہ دار ہوتے ہیں: ایک وارث اور دوسرے حوادث۔

(۳۳٦) **وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ**

اَلْمَسْؤُوْلُ حُرٌّ حَتّٰى يَعِدَ.

(۳۳۶)

جس سے مانگا جائے وہ اسوقت تک آزاد ہے جبتک وعدہ نہ کرلے۔

(۳۳۷) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلدَّاعِیْ بِلَا عَمَلٍ كَالرَّامِیْ بِلَا وَتَرٍ.

(۳۳۷)

جو عمل نہیں کرتا اور دُعا مانگتا ہے وہ ایسا ہے جیسے بغیر چلّہ کمان کے تیر چلانے والا۔

(۳۳۸) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْعِلْمُ عِلْمَانِ: مَطْبُوْعٌ وَّ مَسْمُوْعٌ، وَ لَا يَنْفَعُ الْمَسْمُوْعُ اِذَا لَمْ يَكُنِ الْمَطْبُوْعُ.

(۳۳۸)

علم دو طرح کا ہوتا ہے:
ایک وہ جو نفس میں رَچ بس جائے اور ایک وہ جو صرف سن لیا گیا ہو، اور سنا سنایا علم فائدہ نہیں دیتا جب تک وہ دل میں راسخ نہ ہو۔

(۳۳۹) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

صَوَابُ الرَّاْیِ بِالدُّوَلِ: يُقْبِلُ بِاِقْبَالِهَا، وَ يَذْهَبُ بِذَهَابِهَا.

(۳۳۹)

اصابتِ رائے اقبال و دولت سے وابستہ ہے۔ اگر یہ ہے تو وہ بھی ہوتی ہے، اگر یہ نہیں تو وہ بھی نہیں ہوتی۔

جب کسی کا بخت یاور اور اقبال اوج و عروج پر ہوتا ہے تو اس کے قدم خود بخود منزل مقصود کی طرف بڑھنے لگتے ہیں اور ذہن و فکر کو صحیح طریق کار کے طے کرنے میں کوئی الجھن نہیں ہوتی اور جس کا اقبال ختم ہونے پر آتا ہے وہ روشنی میں بھی ٹھوکریں کھاتا ہے اور ذہن و فکر کی قوتیں معطل ہو کر رہ جاتی ہیں۔ چنانچہ جب بنی برمک کا زوال شروع ہوا تو ان میں کے دس آدمی ایک امر میں مشورہ کرنے کیلئے جمع ہوئے، مگر پوری ردّ و کد کے بعد بھی کسی صحیح نتیجہ تک نہ پہنچ سکے۔ یہ دیکھ کر یحییٰ نے کہا کہ: خدا کی قسم! یہ ہمارے زوال کا پیش خیمہ اور ہمارے اِدبار کی علامت ہے کہ ہم دس آدمی بھی کوئی صحیح فیصلہ نہ کر سکیں، ورنہ جب ہمارا نیّر اقبال بامِ عروج پر تھا تو ہمارا ایک آدمی ایسی دس دس گتھیوں کو بڑی آسانی سے سلجھا لیتا تھا۔

☆☆☆☆☆

(۳۴۰) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْعَفَافُ زِيْنَةُ الْفَقْرِ، وَ الشُّكْرُ زِيْنَةُ الْغِنٰى.

(۳۴۰)

فقر کی زینت پاکدامنی اور تونگری کی زینت شکر ہے۔

(۳۴۱) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

يَوْمُ الْعَدْلِ عَلَى الظَّالِمِ اَشَدُّ مِنْ يَوْمِ الْجَوْرِ عَلَى الْمَظْلُوْمِ!

(۳۴۱)

ظالم کیلئے انصاف کا دن اس سے زیادہ سخت ہوگا جتنا مظلوم پر ظلم کا دن۔

(۳۴۲) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْغِنَى الْاَكْبَرُ الْيَأْسُ عَمَّا فِيْۤ اَيْدِی النَّاسِ.

(۳۴۲)

سب سے بڑی دولتمندی یہ ہے کہ دوسروں کے ہاتھ میں جو ہے اس کی آس نہ رکھی جائے۔

(۳۴۳) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْاَقَاوِيْلُ مَحْفُوْظَةٌ، وَ السَّرَآئِرُ مَبْلُوَّةٌ، وَ ﴿كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ۝﴾، وَ النَّاسُ مَنْقُوْصُوْنَ مَدْخُوْلُوْنَ اِلَّا مَنْ عَصَمَ اللهُ، سَآئِلُهُمْ مُتَعَنِّتٌ، وَ مُجِيْبُهُمْ مُتَكَلِّفٌ، يَكَادُ اَفْضَلُهُمْ رَاْيًا يَرُدُّهٗ عَنْ فَضْلِ رَاْيِهِ الرِّضٰى وَ السُّخْطُ، وَ يَكَادُ اَصْلَبُهُمْ عُوْدًا تَنْكَؤُهُ اللَّحْظَةُ، وَ تَسْتَحِيْلُهُ الْكَلِمَةُ الْوَاحِدَةُ.

(۳۴۳)

گفتگوئیں محفوظ ہیں اور دلوں کے بھید جانچے جانے والے ہیں۔ ”ہر شخص اپنے اعمال کے ہاتھوں میں گروی ہے“ اور لوگوں کے جسموں میں نقص اور عقلوں میں فتور آنے والا ہے، مگر وہ کہ جسے اللہ بچائے رکھے۔ ان میں پوچھنے والا الجھانا چاہتا ہے اور جواب دینے والا (بے جانے بوجھے جواب کی) زحمت اٹھاتا ہے۔ جو ان میں درست رائے رکھتا ہے اکثر خوشنودی و ناراضگی کے تصورات اسے صحیح رائے سے موڑ دیتے ہیں، اور جو ان میں عقل کے لحاظ سے پختہ ہوتا ہے بہت ممکن ہے کہ ایک نگاہ اس کے دل پر اثر کر دے اور ایک کلمہ اس میں انقلاب پیدا کر دے۔

(۳۴۴) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَعَاشِرَ النَّاسِ! اتَّقُوا اللهَ، فَكَمْ مِّنْ مُّؤَمِّلٍ مَّا لَا يَبْلُغُهٗ، وَ بَانٍ مَّا لَا يَسْكُنُهٗ، وَ جَامِعٍ مَّا سَوْفَ يَتْرُكُهٗ، وَ لَعَلَّهٗ مِنْ بَاطِلٍ جَمَعَهٗ، وَ مِنْ حَقٍّ مَّنَعَهٗ، اَصَابَهٗ حَرَامًا، وَ احْتَمَلَ بِهٖ اٰثَامًا، فَبَآءَ بِوِزْرِهٖ، وَ قَدِمَ عَلٰى رَبِّهٖ، اٰسِفًا لَّاهِفًا، قَدْ ﴿خَسِرَ الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةَ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ۝﴾.

(۳۴۴)

اے گروہ مردم! اللہ سے ڈرتے رہو! کیونکہ کتنے ہی ایسی باتوں کی امید باندھنے والے ہیں جن تک پہنچتے نہیں، اور ایسے گھر تعمیر کرنے والے ہیں جن میں رہنا نصیب نہیں ہوتا، اور ایسا مال جمع کرنے والے ہیں جسے چھوڑ جاتے ہیں۔ حالانکہ ہوسکتا ہے کہ اسے غلط طریقہ سے جمع کیا ہو یا کسی کا حق دبا کر حاصل کیا ہو۔ اس طرح اسے بطور حرام پایا ہو اور اس کی وجہ سے گناہ کا بوجھ اٹھایا ہو، تو اس کا وبال لے کر پلٹے اور اپنے پروردگار کے حضور رنج و افسوس کرتے ہوئے جا پہنچے۔ ”دنیا و آخرت دونوں میں گھاٹا اٹھایا۔ یہی تو کھلم کھلا گھاٹا ہے“۔

(۳۴۵) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مِنَ الْعِصْمَةِ تَعَذُّرُ الْمَعَاصِيْ.

(۳۴۵)

گناہ تک رسائی کا نہ ہونا بھی ایک صورت پاکدامنی کی ہے۔

(۳۴۶) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَآءُ وَجْهِكَ جَامِدٌ يُّقْطِرُهُ السُّؤَالُ، فَانْظُرْ عِنْدَ مَنْ تُقْطِرُهٗ.

(۳۴۶)

تمہاری آبرو قائم ہے جسے دستِ سوال دراز کرنا بہا دیتا ہے، لہٰذا یہ خیال رہے کہ کس کے آگے اپنی آبرو ریزی کر رہے ہو۔

(۳۴۷) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلثَّنَآءُ بِاَكْثَرَ مِنَ الْاِسْتِحْقَاقِ مَلَقٌ، وَ التَّقْصِيْرُ عَنِ الْاِسْتِحْقَاقِ عِیٌّ اَوْ حَسَدٌ.

(۳۴۷)

کسی کو اس کے حق سے زیادہ سراہنا چاپلوسی ہے اور حق میں کمی کرنا کوتاہ بیانی ہے یا حسد۔

(۳۴۸) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَشَدُّ الذُّنُوْبِ مَا اسْتَهَانَ بِهٖ صَاحِبُهٗ.

(۳۴۸)

سب سے بھاری گناہ وہ ہے کہ جس کا ارتکاب کرنے والا اسے سبک سمجھے۔

چھوٹے گناہوں میں بے باکی و بے اعتنائی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان گناہ کے معاملہ میں بے پرواہ سا ہو جاتا ہے اور رفتہ رفتہ یہ عادت اسے بڑے بڑے گناہوں کی جرأت دلا دیتی ہے اور پھر وہ بغیر کسی جھجک کے ان کا مرتکب ہونے لگتا ہے۔ لہٰذا چھوٹے گناہوں کو بڑے گناہوں کا پیش خیمہ سمجھتے ہوئے ان سے احتراز کرنا چاہیے، تاکہ بڑے گناہوں کے مرتکب ہونے کی نوبت ہی نہ آئے۔

☆☆☆☆☆

(۳۴۹) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَنْ نَظَرَ فِیْ عَيْبِ نَفْسِهِ اشْتَغَلَ عَنْ عَيْبِ غَيْرِهٖ، وَ مَنْ رَّضِیَ بِرِزْقِ اللهِ لَمْ يَحْزَنْ عَلٰى مَا فَاتَهٗ، وَ مَنْ سَلَّ سَيْفَ الْبَغْيِ قُتِلَ بِهٖ، وَ مَنْ كَابَدَ الْاُمُوْرَ عَطِبَ، وَ مَنِ اقْتَحَمَ اللُّجَجَ غَرِقَ، وَ مَنْ دَخَلَ مَدَاخِلَ السُّوْٓءِ اتُّهِمَ.

وَ مَنْ كَثُرَ كَلَامُهٗ كَثُرَ خَطَؤُهٗ، وَ مَنْ كَثُرَ

(۳۴۹)

جو شخص اپنے عیوب پر نظر رکھے گا وہ دوسروں کی عیب جوئی سے باز رہے گا۔ اور جو اللہ کے دیئے ہوئے رزق پر خوش رہے گا وہ نہ ملنے والی چیز پر رنجیدہ نہیں ہوگا۔ جو ظلم کی تلوار کھینچتا ہے وہ اسی سے قتل ہوتا ہے۔ جو اہم امور کو زبردستی انجام دینا چاہتا ہے وہ تباہ و برباد ہوتا ہے۔ جو اٹھتی ہوئی موجوں میں پھاندتا ہے وہ ڈوبتا ہے۔ جو بدنامی کی جگہوں پر جائے گا وہ بدنام ہوگا۔

جو زیادہ بولے گا وہ زیادہ لغزشیں کرے گا، اور جس کی لغزشیں

خَطَؤُهٗ قَلَّ حَيَآؤُهٗ، وَ مَنْ قَلَّ حَيَآؤُهٗ قَلَّ وَرَعُهٗ، وَ مَنْ قَلَّ وَرَعُهٗ مَاتَ قَلْبُهٗ، وَ مَنْ مَّاتَ قَلْبُهٗ دَخَلَ النَّارَ.

وَ مَنْ نَّظَرَ فِیْ عُيُوْبِ النَّاسِ فَاَنْكَرَهَا ثُمَّ رَضِيَهَا لِنَفْسِهٖ فَذٰلِكَ الْاَحْمَقُ بِعَيْنِهٖ.

وَ الْقَنَاعَةُ مَالٌ لَّا يَنْفَدُ، وَ مَنْ اَكْثَرَ مِنْ ذِكْرِ الْمَوْتِ رَضِیَ مِنَ الدُّنْيَا بِالْيَسِيْرِ، وَ مَنْ عَلِمَ اَنَّ كَلَامَهٗ مِنْ عَمَلِهٖ قَلَّ كَلَامُهٗۤ اِلَّا فِيْمَا يَعْنِيْهِ.

زیادہ ہوں اس کی حیا کم ہو جائے گی، اور جس میں حیا کم ہو اس میں تقویٰ کم ہو گا، اور جس میں تقویٰ کم ہو گا اس کا دل مردہ ہو جائے گا، اور جس کا دل مردہ ہو گیا وہ دوزخ میں جا پڑا۔

جو شخص لوگوں کے عیوب دیکھ کر ناک بھوں چڑھائے اور پھر انہیں اپنے لئے چاہے وہ سراسر احمق ہے۔

قناعت ایسا سرمایہ ہے جو ختم نہیں ہوتا۔ جو موت کو زیادہ یاد رکھتا ہے وہ تھوڑی سی دنیا پر بھی خوش رہتا ہے۔ جو شخص یہ جانتا ہے کہ اس کا قول بھی عمل کا ایک جز ہے وہ مطلب کی بات کے علاوہ کلام نہیں کرتا۔

(۳۵۰) وَ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لِلظَّالِمِ مِنَ الرِّجَالِ ثَلَاثُ عَلَامَاتٍ: يَظْلِمُ مَنْ فَوْقَهٗ بِالْمَعْصِيَةِ، وَ مَنْ دُوْنَهٗ بِالْغَلَبَةِ، وَ يُظَاهِرُ الْقَوْمَ الظَّلَمَةَ.

(۳۵۰)

لوگوں میں جو ظالم ہو اس کی تین علامتیں ہیں: وہ ظلم کرتا ہے اپنے سے بالا ہستی کی خلاف ورزی سے، اور اپنے سے پست لوگوں پر قہر و تسلط سے اور ظالموں کی کمک و امداد کرتا ہے۔

(۳۵۱) وَ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

عِنْدَ تَنَاهِی الشِّدَّةِ تَكُوْنُ الْفَرْجَةُ، وَ عِنْدَ تَضَايُقِ حَلَقِ الْبَلَآءِ يَكُوْنُ الرَّخَآءُ.

(۳۵۱)

جب سختی انتہا کو پہنچ جائے تو کشائش و فراخی ہو گی اور جب ابتلا و مصیبت کی کڑیاں تنگ ہو جائیں تو راحت و آسائش حاصل ہوتی ہے۔

(۳۵۲) وَ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لِبَعْضِ اَصْحَابِهٖ:

لَا تَجْعَلَنَّ اَكْثَرَ شُغْلِكَ بِاَهْلِكَ وَ وَلَدِكَ: فَاِنْ يَّكُنْ اَهْلُكَ وَ وَلَدُكَ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ، فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَوْلِيَآءَهٗ، وَ اِنْ يَكُوْنُوْۤا اَعْدَآءَ اللّٰهِ، فَمَا هَمُّكَ وَ شُغُلُكَ بِاَعْدَآءِ اللّٰهِ؟!.

(۳۵۲)

اپنے اصحاب میں سے ایک سے فرمایا:

زن و فرزند کی زیادہ فکر میں نہ رہو، اس لئے کہ اگر وہ دوستانِ خدا ہیں تو خدا اپنے دوستوں کو برباد نہ ہونے دے گا، اور اگر دشمنانِ خدا ہیں تو تمہیں دشمنانِ خدا کی فکروں اور دھندوں میں پڑنے سے مطلب ہی کیا۔

(٣٥٣) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَكْبَرُ الْعَيْبِ اَنْ تَعِيْبَ مَا فِيْكَ مِثْلُهٗ.

(۳۵۳)

سب سے بڑا عیب یہ ہے کہ اس عیب کو برا کہو جس کے مانند خود تمہارے اندر موجود ہے۔

اس سے بڑھ کر اور عیب کیا ہو سکتا ہے کہ انسان دوسروں کے ان عیوب پر نکتہ چینی کرے جو خود اسکے اندر بھی پائے جاتے ہوں۔ تقاضائے عدل تو یہ ہے کہ وہ دوسروں کے عیوب پر نظر کرنے سے پہلے اپنے عیوب پر نظر کرے اور سوچے کہ عیب، عیب ہے، وہ دوسرے کے اندر پایا جائے یا اپنے اندر۔

همه عیب خلق دیدن، نه مروتست و مردی
نگهی به خویشتن کن، که تو هم گناه داری

☆☆☆☆☆

(٣٥٤) وَهَنَّاَ بِحَضْرَتِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ

رَجُلٌ رَجُلًا بِغُلَامٍ وُّلِدَ لَهٗ، فَقَالَ لَهٗ: لِيُهْنِئْكَ الْفَارِسُ.

فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

لَا تَقُلْ ذٰلِكَ، وَ لٰكِنْ قُلْ: شَكَرْتَ الْوَاهِبَ، وَ بُوْرِكَ لَكَ فِي الْمَوْهُوْبِ، وَ بَلَغَ اَشُدَّهٗ، وَ رُزِقْتَ بِرَّهٗ.

(۳۵۴)

حضرتؑ کے سامنے ایک نے دوسرے شخص کو فرزند کے پیدا ہونے پر مبارکباد دیتے ہوئے کہا کہ: ”شہسوار مبارک ہو“! جس پر حضرتؑ نے فرمایا کہ:

یہ نہ کہو! بلکہ یہ کہو کہ تم بخشنے والے (خدا) کے شکر گزار ہوئے، یہ بخشی ہوئی نعمت تمہیں مبارک ہو! یہ اپنے کمال کو پہنچے اور اس کی نیکی و سعادت تمہیں نصیب ہو!۔

(٣٥٥) {وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ}

وَ بَنٰى رَجُلٌ مِّنْ عُمَّالِهٖ بِنَآءً فَخْمًا، فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

اَطْلَعَتِ الْوَرِقُ رُؤُوْسَهَا! اِنَّ الْبِنَآءَ يَصِفُ لَكَ الْغِنٰى.

(۳۵۵)

حضرتؑ کے عمال میں سے ایک شخص نے ایک بلند عمارت تعمیر کی جس پر آپؑ نے فرمایا:

چاندی کے سکوں نے سر نکالا ہے۔ بلاشبہ یہ عمارت تمہاری ثروت کی غمازی کرتی ہے۔

(۳۵٦) وَقِيلَ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَوْ سُدَّ عَلٰى رَجُلٍ بَابُ بَيْتِهٖ، وَ تُرِكَ فِيْهِ، مِنْ اَيْنَ كَانَ يَاْتِيْهِ رِزْقُهٗ؟

فَقَالَ عليه السلام:

مِنْ حَيْثُ يَاْتِيْهِ اَجَلُهٗ.

(۳۵٦)

حضرتؑ سے کہا گیا کہ: اگر کسی شخص کو گھر میں چھوڑ کر اس کا دروازہ بند کردیا جائے تو اس کی روزی کدھر سے آئے گی؟ فرمایا:

جدھر سے اس کی موت آئے گی۔

اگر خداوند عالم کی مصلحت اس امر کی مقتضی ہو کہ وہ کسی ایسے شخص کو زندہ رکھے جسے کسی بند جگہ میں محصور کر دیا گیا ہو تو وہ اس کیلئے سروسامانِ زندگی مہیا کر کے اسے زندہ رکھنے پر قادر ہے اور جس طرح بند دروازے موت کو نہیں روک سکتے، اسی طرح رزق سے بھی مانع نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ اس قادرِ مطلق کی قدرت دونوں پر یکساں کارفرما ہے۔

مقصد یہ ہے کہ انسان کو رزق کے معاملہ میں قانع ہونا چاہیے، کیونکہ جو اس کے مقدر میں ہے وہ جہاں کہیں بھی ہوگا، اسے بہرصورت ملے گا۔

می رسد در خانہ در بستہ روزی چون اجل — حرص دارد این چنین خاطر پریشان خلق را

☆☆☆☆☆

(۳۵۷) وَعَزّٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ

قَوْمًا عَنْ مَّيِّتٍ لَّهُمْ، فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

اِنَّ هٰذَا الْاَمْرَ لَيْسَ بِكُمْ بَدَاَ، وَ لَاۤ اِلَيْكُمُ انْتَهٰى، وَ قَدْ كَانَ صَاحِبُكُمْ هٰذَا يُسَافِرُ، فَعُدُّوْهُ فِيْ بَعْضِ اَسْفَارِهٖ، فَاِنْ قَدِمَ عَلَيْكُمْ وَ اِلَّا قَدِمْتُمْ عَلَيْهِ.

(۳۵۷)

حضرتؑ نے ایک جماعت کو ان کے مرنے والے کی تعزیت کرتے ہوئے فرمایا کہ:

اس موت کی ابتدا تم سے نہیں ہوئی ہے اور نہ اس کی انتہا تم پر ہے۔ یہ تمہارا ساتھی مصروف سفر رہتا تھا۔ اب بھی یہی سمجھو کہ وہ اپنے کسی سفر میں ہے۔ اگر وہ آ گیا تو بہتر، ورنہ تم خود اس کے پاس پہنچ جاؤ گے۔

(۳۵۸) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَيُّهَا النَّاسُ! لِيَرَكُمُ اللّٰهُ مِنَ النِّعْمَةِ وَجِلِيْنَ كَمَا يَرَاكُمْ مِنَ النِّقْمَةِ فَرِقِيْنَ، اِنَّهٗ مَنْ وُّسِّعَ عَلَيْهِ فِيْ ذَاتِ يَدِهٖ فَلَمْ يَرَ ذٰلِكَ اسْتِدْرَاجًا فَقَدْ اَمِنَ مَخُوْفًا، وَ مَنْ ضُيِّقَ عَلَيْهِ فِيْ ذَاتِ يَدِهٖ فَلَمْ يَرَ ذٰلِكَ

(۳۵۸)

اے لوگو! چاہیے کہ اللہ تم کو نعمت و آسائش کے موقع پر بھی اسی طرح خائف و ترساں دیکھے جس طرح تمہیں عذاب سے ہراساں دیکھتا ہے۔ بیشک جسے فراخ دستی حاصل ہو اور وہ اسے کم کم عذاب کی طرف بڑھنے کا سبب نہ سمجھے تو اس نے خوفناک چیز سے اپنے کو مطمئن سمجھ لیا، اور جو تنگدست ہو اور وہ اسے آزمائش نہ سمجھے تو اس نے اس

اخْتِبَارًا فَقَدْ ضَيَّعَ مَأْمُوْلًا.

ثواب کو ضائع کر دیا کہ جس کی امید و آرزو کی جاتی ہے۔

(٣٥٩) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

يَآ اَسْرَى الرَّغْبَةِ! اَقْصِرُوْا، فَاِنَّ الْمُعَرِّجَ عَلَى الدُّنْيَا لَا يَرُوْعُهٗ مِنْهَا اِلَّا صَرِيْفُ اَنْيَابِ الْحِدْثَانِ.

اَيُّهَا النَّاسُ! تَوَلَّوْا مِنْ اَنْفُسِكُمْ تَاْدِيْبَهَا، وَاعْدِلُوْا بِهَا عَنْ ضَرَاوَةِ عَادَاتِهَا.

(۳۵۹)

اے حرص و طمع کے اسیرو! باز آؤ، کیونکہ دنیا پر ٹوٹنے والوں کو حوادث زمانہ کے دانت پیسنے ہی کا اندیشہ کرنا چاہیے۔

اے لوگو! خود ہی اپنی اصلاح کا ذمہ لو اور اپنی عادتوں کے تقاضوں سے منہ موڑ لو۔

(٣٦٠) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَا تَظُنَّنَّ بِكَلِمَةٍ خَرَجَتْ مِنْ اَحَدٍ سُوْٓءًا، وَاَنْتَ تَجِدُ لَهَا فِي الْخَيْرِ مُحْتَمَلًا.

(۳۶۰)

کسی کے منہ سے نکلنے والی بات میں اگر اچھائی کا پہلو نکل سکتا ہو تو اس کے بارے میں بدگمانی نہ کرو۔

(٣٦١) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِذَا كَانَتْ لَكَ اِلَى اللهِ سُبْحَانَهٗ حَاجَةٌ فَابْدَاْ بِمَسْئَلَةِ الصَّلٰوةِ عَلٰى رَسُوْلِهٖ ﷺ، ثُمَّ سَلْ حَاجَتَكَ، فَاِنَّ اللهَ اَكْرَمُ مِنْ اَنْ يُّسْئَلَ حَاجَتَيْنِ، فَيَقْضِيَ اِحْدَاهُمَا وَيَمْنَعَ الْاُخْرٰى.

(۳۶۱)

جب اللہ تعالیٰ سے کوئی حاجت طلب کرو تو پہلے رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجو، پھر اپنی حاجت مانگو، کیونکہ خداوند عالم اس سے بلند تر ہے کہ اس سے دو حاجتیں طلب کی جائیں اور وہ ایک پوری کر دے اور ایک روک لے۔

(٣٦٢) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَنْ ضَنَّ بِعِرْضِهٖ فَلْيَدَعِ الْمِرَآءَ.

(۳۶۲)

جسے اپنی آبرو عزیز ہو وہ لڑائی جھگڑے سے کنارہ کش رہے۔

(٣٦٣) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مِنَ الْخُرْقِ الْمُعَاجَلَةُ قَبْلَ الْاِمْكَانِ، وَ الْاَنَاةُ بَعْدَ الْفُرْصَةِ.

(۳۶۳)

امکان پیدا ہونے سے پہلے کسی کام میں جلد بازی کرنا اور موقع آنے پر دیر کرنا دونوں حماقت میں داخل ہیں۔

(٣٦٤) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَا تَسْئَلْ عَمَّا لَا يَكُوْنُ، فَفِي الَّذِيْ قَدْ كَانَ لَكَ شُغُلٌ.

(۳۶۴)

جو بات نہ ہونے والی ہو اس کے متعلق سوال نہ کرو۔ اس لئے کہ جو ہے وہی تمہارے لئے کافی ہے۔

(۳۶۵) وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

اَلْفِكْرُ مِرْاٰةٌ صَافِيَةٌ، وَ الْاِعْتِبَارُ مُنْذِرٌ نَّاصِحٌ، وَ كَفٰى اَدَبًا لِّنَفْسِكَ تَجَنُّبُكَ مَا كَرِهْتَهٗ لِغَيْرِكَ.

(۳۶۵)

فکر ایک روشن آئینہ ہے، عبرت اندوزی ایک خیر خواہ متنبہ کرنے والی چیز ہے۔ نفس کی اصلاح کیلئے یہی کافی ہے کہ جن چیزوں کو دوسروں کیلئے برا سمجھتے ہو ان سے بچ کر رہو۔

(۳٦٦) وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

اَلْعِلْمُ مَقْرُوْنٌ بِالْعَمَلِ، فَمَنْ عَلِمَ عَمِلَ، وَ الْعِلْمُ يَهْتِفُ بِالْعَمَلِ، فَاِنْ اَجَابَهٗ وَ اِلَّا ارْتَحَلَ عَنْهُ.

(۳٦٦)

علم عمل سے وابستہ ہے، لہٰذا جو جانتا ہے وہ عمل بھی کرتا ہے اور علم عمل کو پکارتا ہے۔ اگر وہ لبیک کہتا ہے تو بہتر، ورنہ وہ بھی اس سے رخصت ہو جاتا ہے۔

(۳٦٧) وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

يَاۤ اَيُّهَا النَّاسُ! مَتَاعُ الدُّنْيَا حُطَامٌ مُّوْبِئٌ، فَتَجَنَّبُوْا مَرْعَاهُ قُلْعَتُهَا اَحْظٰى مِنْ طُمَاْنِيْنَتِهَا، وَ بُلْغَتُهَا اَزْكٰى مِنْ ثَرْوَتِهَا، حُكِمَ عَلٰى مُكْثِرِيْهَا بِالْفَاقَةِ، وَ اُعِيْنَ مَنْ غَنِیَ عَنْهَا بِالرَّاحَةِ. مَنْ رَّاقَهٗ زِبْرِجُهَا اَعْقَبَتْ نَاظِرَيْهِ كَمَهًا، وَ مَنِ اسْتَشْعَرَ الشَّعَفَ بِهَا مَلَئَتْ ضَمِيْرَهٗ اَشْجَانًا، لَهُنَّ رَقْصٌ عَلٰى سُوَيْدَآءِ قَلْبِهٖ: هَمٌّ يَّشْغَلُهٗ وَ هَمٌّ يَّحْزُنُهٗ، كَذٰلِكَ حَتّٰى يُؤْخَذَ بِكَظَمِهٖ فَيُلْقٰى بِالْفَضَآءِ مُنْقَطِعًا اَبْهَرَاهُ، هَيِّنًا عَلَى اللّٰهِ فَنَآؤُهٗ، وَ عَلَى الْاِخْوَانِ اِلْقَآؤُهٗ.

(۳٦٧)

اے لوگو! دنیا کا ساز و سامان سوکھا سڑا بھوسا ہے جو وبا پیدا کرنے والا ہے۔ لہٰذا اس چراگاہ سے دور رہو کہ جس سے چل چلاؤ باطمینان منزل کرنے سے زیادہ فائدہ مند ہے، اور صرف بقدر کفاف لے لینا اس دولت و ثروت سے زیادہ برکت والا ہے۔ اس کے دولت مندوں کیلئے فقر طے ہو چکا ہے اور اس سے بے نیاز رہنے والوں کو راحت کا سہارا دیا گیا ہے۔ جس کو اس کی سج دھج لبھا لیتی ہے وہ انجام کار اس کی دونوں آنکھوں کو اندھا کر دیتی ہے، اور جو اس کی چاہت کو اپنا شعار بنا لیتا ہے وہ اس کے دل کو ایسے غموں سے بھر دیتی ہے جو دل کی گہرائیوں میں تلاطم برپا کرتے ہیں۔ یوں کہ کبھی کوئی فکر اسے گھیرے رہتی ہے اور کبھی کوئی اندیشہ اسے رنجیدہ بنائے رہتا ہے۔ وہ اسی حالت میں ہوتا ہے کہ اس کا گلا گھوٹا جانے لگتا ہے، اور وہ بیابان میں ڈال دیا جاتا ہے اس عالم میں کہ اس کے دل کی دونوں رگیں ٹوٹ چکی ہوتی ہیں۔ اللہ کو اس کا فنا کرنا سہل اور اس کے بھائی بندوں کا اسے قبر میں اتارنا آسان ہو جاتا ہے۔

وَ اِنَّمَا يَنْظُرُ الْمُؤْمِنُ اِلَى الدُّنْيَا بِعَيْنِ الْاِعْتِبَارِ، وَ يَقْتَاتُ مِنْهَا بِبَطْنِ الْاِضْطِرَارِ، وَ يَسْمَعُ فِيْهَا بِاُذُنِ الْمَقْتِ وَ الْاِبْغَاضِ، اِنْ قِيْلَ اَثْرٰى قِيْلَ اَكْدٰى، وَ اِنْ فُرِحَ لَهٗ بِالْبَقَآءِ حُزِنَ لَهٗ بِالْفَنَآءِ، هٰذَا وَ لَمْ يَاْتِهِمْ يَوْمٌ فِيْهِ يُبْلِسُوْنَ.

مومن دنیا کو عبرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اس سے اتنی ہی غذا حاصل کرتا ہے جتنی پیٹ کی ضرورت مجبور کرتی ہے، اور اس کے بارے میں ہر بات کو بغض و عناد کے کانوں سے سنتا ہے۔ اگر کسی کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ وہ مالدار ہو گیا ہے تو پھر یہ بھی کہنے میں آتا ہے کہ نادار ہو گیا ہے۔ اگر زندگی پر خوشی کی جاتی ہے تو مرنے پر غم بھی ہوتا ہے۔ یہ حالت ہے، حالانکہ ابھی وہ دن نہیں آیا کہ جس میں پوری مایوسی چھا جائے گی۔

(٣٦٨) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ وَضَعَ الثَّوَابَ عَلٰى طَاعَتِهٖ، وَ الْعِقَابَ عَلٰى مَعْصِيَتِهٖ، ذِيَادَةً لِّعِبَادِهٖ عَنْ نِّقْمَتِهٖ، وَ حِيَاشَةً لَّهُمْ اِلٰى جَنَّتِهٖ.

(٣٦٨)

اللہ سبحانہ نے اپنی اطاعت پر ثواب اور اپنی معصیت پر سزا اس لئے رکھی ہے کہ اپنے بندوں کو عذاب سے دور کرے اور جنت کی طرف گھیر کر لے جائے۔

(٣٦٩) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

يَاْتِيْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَّا يَبْقٰى فِيْهِمْ مِنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا رَسْمُهٗ، وَ مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اسْمُهٗ، وَ مَسَاجِدُهُمْ يَوْمَئِذٍ عَامِرَةٌ مِّنَ الْبِنٰى، خَرَابٌ مِّنَ الْهُدٰى، سُكَّانُهَا وَ عُمَّارُهَا شَرُّ اَهْلِ الْاَرْضِ، مِنْهُمْ تَخْرُجُ الْفِتْنَةُ، وَ اِلَيْهِمْ تَاْوِي الْخَطِيْٓئَةُ، يَرُدُّوْنَ مَنْ شَذَّ عَنْهَا فِيْهَا، وَ يَسُوْقُوْنَ مَنْ تَاَخَّرَ عَنْهَآ اِلَيْهَا، يَقُوْلُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ: «فَبِيْ حَلَفْتُ لَاَبْعَثَنَّ عَلٰۤى اُولٰٓئِكَ فِتْنَةً اَتْرُكُ الْحَلِيْمَ فِيْهَا حَيْرَانَ»، وَ قَدْ فَعَلَ، وَ نَحْنُ نَسْتَقِيْلُ اللّٰهَ عَثْرَةَ الْغَفْلَةِ.

(٣٦٩)

لوگوں پر ایک ایسا دور آئے گا جب ان میں صرف قرآن کے نقوش اور اسلام کا صرف نام باقی رہ جائے گا، اس وقت مسجدیں تعمیر و زینت کے لحاظ سے آباد اور ہدایت کے اعتبار سے ویران ہوں گی۔ ان میں ٹھہرنے والے اور انہیں آباد کرنے والے تمام اہل زمین میں سب سے بدتر ہوں گے، وہ فتنوں کا سرچشمہ اور گناہوں کا مرکز ہوں گے، جو ان فتنوں سے منہ موڑے گا انہیں انہی فتنوں کی طرف پلٹائیں گے، اور جو قدم پیچھے ہٹائے گا انہیں دھکیل کر ان کی طرف لائیں گے۔ ارشادِ الٰہی ہے کہ: ”مجھے اپنی ذات کی قسم میں ان لوگوں پر ایسا فتنہ نازل کروں گا جس میں حلیم و بردبار کو حیران و سرگردان چھوڑ دوں گا“۔ چنانچہ وہ ایسا ہی کرے گا۔ ہم اللہ سے غفلت کی ٹھوکروں سے عفو کے خواستگار ہیں۔

(۳۷۰) وَرُوِیَ اَنَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ

قَلَّمَا اعْتَدَلَ بِهِ الْمِنْبَرُ اِلَّا قَالَ اَمَامَ الْخُطْبَةِ:

اَیُّهَا النَّاسُ! اتَّقُوا اللهَ، فَمَا خُلِقَ امْرَءٌ عَبَثًا فَیَلْهُوَ، وَ لَا تُرِكَ سُدًى فَیَلْغُوَ، وَ مَا دُنْیَاهُ الَّتِیْ تَحَسَّنَتْ لَهٗ بِخَلَفٍ مِّنَ الْاٰخِرَةِ الَّتِیْ قَبَّحَهَا سُوْٓءُ النَّظَرِ عِنْدَهٗ، وَ مَا الْمَغْرُوْرُ الَّذِیْ ظَفِرَ مِنَ الدُّنْیَا بِاَعْلٰی هِمَّتِهٖ كَالْاٰخَرِ الَّذِیْ ظَفِرَ مِنَ الْاٰخِرَةِ بِاَدْنٰی سُهْمَتِهٖ.

(۳۷۰)

جب بھی آپؑ منبر پر رونق افروز ہوتے تو ایسا اتفاق کم ہوتا تھا کہ خطبہ سے پہلے یہ کلمات نہ فرمائیں:

اے لوگو! اللہ سے ڈرو، کیونکہ کوئی شخص بے کار پیدا نہیں کیا گیا کہ وہ کھیل کود میں پڑ جائے، اور نہ اسے بے قید و بند چھوڑ دیا گیا ہے کہ بیہودگیاں کرنے لگے، اور یہ دنیا جو اس کیلئے آراستہ و پیراستہ ہے اس آخرت کا عوض نہیں ہو سکتی جس کو اس کی غلط نگاہ نے بری صورت میں پیش کیا ہے۔ وہ فریب خوردہ جو اپنی بلند ہمتی سے دنیا حاصل کرنے میں کامیاب ہو اس دوسرے شخص کے مانند نہیں ہو سکتا جس نے تھوڑا بہت آخرت کا حصہ حاصل کر لیا ہو۔

(۳۷۱) وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

لَا شَرَفَ اَعْلٰی مِنَ الْاِسْلَامِ، وَ لَا عِزَّ اَعَزُّ مِنَ التَّقْوٰی، وَ لَا مَعْقِلَ اَحْسَنُ مِنَ الْوَرَعِ، وَ لَا شَفِیْعَ اَنْجَحُ مِنَ التَّوْبَةِ، وَ لَا كَنْزَ اَغْنٰی مِنَ الْقَنَاعَةِ، وَ لَا مَالَ اَذْهَبُ لِلْفَاقَةِ مِنَ الرِّضٰی بِالْقُوْتِ، وَ مَنِ اقْتَصَرَ عَلٰی بُلْغَةِ الْكَفَافِ فَقَدِ انْتَظَمَ الرَّاحَةَ، وَ تَبَوَّاَ خَفْضَ الدَّعَةِ، وَ الرَّغْبَةُ مِفْتَاحُ النَّصَبِ وَ مَطِیَّةُ التَّعَبِ، وَ الْحِرْصُ وَ الْكِبْرُ وَ الْحَسَدُ دَوَاعٍ اِلَی التَّقَحُّمِ فِی الذُّنُوْبِ، وَ الشَّرُّ جَامِعٌ لِّمَسَاوِئِ الْعُیُوْبِ.

(۳۷۱)

کوئی شرف اسلام سے بلند تر نہیں۔ کوئی بزرگی تقویٰ سے زیادہ باوقار نہیں۔ کوئی پناہ گاہ پرہیز گاری سے بہتر نہیں۔ کوئی سفارش کرنے والا توبہ سے بڑھ کر کامیاب نہیں۔ کوئی خزانہ قناعت سے زیادہ بے نیاز کرنے والا نہیں۔ کوئی مال بقدر کفاف پر رضا مند رہنے سے بڑھ کر فقر و احتیاج کا دور کرنے والا نہیں۔ جو شخص قدر حاجت پر اکتفا کر لیتا ہے وہ آسائش و راحت پا لیتا ہے اور آرام و آسودگی میں منزل بنا لیتا ہے۔ خواہش و رغبت، رنج و تکلیف کی کلید اور مشقت و اندوہ کی سواری ہے۔ حرص، تکبر اور حسد، گناہوں میں پھاند پڑنے کے محرکات ہیں، اور بدکردار تمام برے عیوب کو حاوی ہے۔

(۳۷۲) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لِجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيِّ:

يَا جَابِرُ! قِوَامُ الدِّيْنِ وَ الدُّنْيَا بِاَرْبَعَةٍ: عَالِمٍ مُّسْتَعْمِلٍ عِلْمَهٗ، وَ جَاهِلٍ لَّا يَسْتَنْكِفُ اَنْ يَّتَعَلَّمَ، وَ جَوَادٍ لَّا يَبْخَلُ بِمَعْرُوْفِهٖ، وَ فَقِيْرٍ لَّا يَبِيْعُ اٰخِرَتَهٗ بِدُنْيَاهُ؛ فَاِذَا ضَيَّعَ الْعَالِمُ عِلْمَهُ اسْتَنْكَفَ الْجَاهِلُ اَنْ يَّتَعَلَّمَ، وَ اِذَا بَخِلَ الْغَنِيُّ بِمَعْرُوْفِهٖ بَاعَ الْفَقِيْرُ اٰخِرَتَهٗ بِدُنْيَاهُ.

يَا جَابِرُ! مَنْ كَثُرَتْ نِعَمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ كَثُرَتْ حَوَآئِجُ النَّاسِ اِلَيْهِ، فَمَنْ قَامَ لِلّٰهِ فِيْهَا بِمَا يَجِبُ عَرَّضَهَا لِلدَّوَامِ وَ الْبَقَآءِ، وَ مَنْ لَّمْ يَقُمْ فِيْهَا بِمَا يَجِبُ عَرَّضَهَا لِلزَّوَالِ وَ الْفَنَآءِ.

(۳۷۳) {وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ}

وَ رَوَى ابْنُ جَرِيْرِ الطَّبَرِيُّ فِيْ تَارِيْخِهٖ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ لَيْلَى الْفَقِيْهِ ــ وَ كَانَ مِمَّنْ خَرَجَ لِقِتَالِ الْحَجَّاجِ مَعَ ابْنِ الْاَشْعَثِ ــ اَنَّهٗ قَالَ فِيْمَا كَانَ يَحُضُّ بِهِ النَّاسَ عَلَى الْجِهَادِ: اِنِّيْ سَمِعْتُ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُوْلُ يَوْمَ لَقِيْنَاۤ اَهْلَ الشَّامِ:

اَيُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ! اِنَّهٗ مَنْ رَّاٰى عُدْوَانًا يُّعْمَلُ بِهٖ وَ مُنْكَرًا يُّدْعٰى اِلَيْهِ فَاَنْكَرَهٗ بِقَلْبِهٖ فَقَدْ سَلِمَ وَ بَرِئَ، وَ مَنْ اَنْكَرَهٗ

(۳۷۲)

جابر ابن عبداللہ انصاری سے فرمایا:

اے جابر! چار قسم کے آدمیوں سے دین و دنیا کا قیام ہے: ''عالم'' جو اپنے علم کو کام میں لاتا ہو، ''جاہل'' جو علم کے حاصل کرنے میں عار نہ کرتا ہو، ''سخی'' جو داد و دہش میں بخل نہ کرتا ہو اور ''فقیر'' جو آخرت کو دنیا کے عوض نہ بیچتا ہو۔ تو جب عالم اپنے علم کو برباد کرے گا تو جاہل اس کے سیکھنے میں عار سمجھے گا، اور جب دولت مند نیکی و احسان میں بخل کرے گا تو فقیر اپنی آخرت دنیا کے بدلے بیچ ڈالے گا۔

اے جابر! جس پر اللہ کی نعمتیں زیادہ ہوں گی لوگوں کی حاجتیں بھی اس کے دامن سے زیادہ وابستہ ہوں گی، لہٰذا جو شخص ان نعمتوں پر عائد ہونے والے حقوق کو اللہ کی خاطر ادا کرے گا، وہ ان کیلئے دوام و ہمیشگی کا سامان کرے گا اور جو ان واجب حقوق کے ادا کرنے کیلئے کھڑا نہیں ہوگا وہ انہیں فنا و بربادی کی زد پر لے آئے گا۔

(۳۷۳)

ابن جریر طبری نے اپنی تاریخ میں عبد الرحمٰن ابن ابی لیلیٰ فقیہ سے روایت کی ہے، اور یہ ان لوگوں میں سے تھے جو ابن اشعث کے ساتھ حجاج سے لڑنے کیلئے نکلے تھے کہ وہ لوگوں کو جہاد پر ابھارنے کیلئے کہتے تھے کہ: ہم جب اہل شام سے لڑنے کیلئے بڑھے تو میں نے علی علیہ السلام کو فرماتے سنا:

اے اہل ایمان! جو شخص دیکھے کہ ظلم و عدوان پر عمل ہو رہا ہے اور برائی کی طرف دعوت دی جا رہی ہے اور وہ دل سے اسے برا سمجھے، تو وہ (عذاب سے) محفوظ اور (گناہ سے) بری ہو گیا، اور جو زبان سے

بِلِسَانِہٖ فَقَدْ اُجِرَ وَ هُوَ اَفْضَلُ مِنْ صَاحِبِہٖ، وَ مَنْ اَنْكَرَهٗ بِالسَّيْفِ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا وَ كَلِمَةُ الظّٰلِمِيْنَ هِيَ السُّفْلٰى، فَذٰلِكَ الَّذِيْۤ اَصَابَ سَبِيْلَ الْهُدٰى، وَ قَامَ عَلَى الطَّرِيْقِ، وَ نَوَّرَ فِيْ قَلْبِهِ الْيَقِيْنُ.

اسے برا کہے وہ ماجور ہے اور صرف دل سے برا سمجھنے والے سے افضل ہے، اور جو شخص شمشیر بکف ہو کر اس برائی کے خلاف کھڑا ہو، تا کہ اللہ کا بول بالا ہو اور ظالموں کی بات گر جائے تو یہی وہ شخص ہے جس نے ہدایت کی راہ کو پا لیا اور سیدھے راستے پر ہو لیا اور اس کے دل میں یقین نے روشنی پھیلا دی۔

(۳۷۴) وَفِیْ كَلَامٍ اٰخَرَ لَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(۳۷۴)

يَجْرِيْ هٰذَا الْمَجْرٰى:

اسی انداز پر حضرتؑ کا ایک یہ کلام ہے:

فَمِنْهُمُ الْمُنْكِرُ لِلْمُنْكَرِ بِيَدِهٖ وَ لِسَانِهٖ وَ قَلْبِهٖ، فَذٰلِكَ الْمُسْتَكْمِلُ لِخِصَالِ الْخَيْرِ، وَ مِنْهُمُ الْمُنْكِرُ بِلِسَانِهٖ وَ قَلْبِهٖ وَ التَّارِكُ بِيَدِهٖ، فَذٰلِكَ مُتَمَسِّكٌ بِخَصْلَتَيْنِ مِنْ خِصَالِ الْخَيْرِ وَ مُضَيِّعٌ خَصْلَةً، وَ مِنْهُمُ الْمُنْكِرُ بِقَلْبِهٖ وَ التَّارِكُ بِيَدِهٖ وَ لِسَانِهٖ، فَذٰلِكَ الَّذِيْ ضَيَّعَ اَشْرَفَ الْخَصْلَتَيْنِ مِنَ الثَّلَاثِ وَ تَمَسَّكَ بِوَاحِدَةٍ، وَ مِنْهُمْ تَارِكٌ لِّاِنْكَارِ الْمُنْكَرِ بِلِسَانِهٖ وَ قَلْبِهٖ وَ يَدِهٖ، فَذٰلِكَ مَيِّتُ الْاَحْيَآءِ.

لوگوں میں سے ایک وہ ہے جو برائی کو ہاتھ، زبان اور دل سے برا سمجھتا ہے۔ چنانچہ اس نے اچھی خصلتوں کو پورے طور پر حاصل کر لیا ہے۔ اور ایک وہ ہے جو زبان اور دل سے برا سمجھتا ہے لیکن ہاتھ سے اسے نہیں مٹاتا تو اس نے اچھی خصلتوں میں سے دو خصلتوں سے ربط رکھا اور ایک خصلت کو رائیگاں کر دیا۔ اور ایک وہ ہے جو دل سے برا سمجھتا ہے لیکن اسے مٹانے کیلئے ہاتھ اور زبان کسی سے کام نہیں لیتا اس نے تین خصلتوں میں سے دو عمدہ خصلتوں کو ضائع کر دیا اور صرف ایک سے وابستہ رہا۔ اور ایک وہ ہے جو نہ زبان سے، نہ ہاتھ سے اور نہ دل سے برائی کی روک تھام کرتا ہے، یہ زندوں میں (چلتی پھرتی ہوئی) لاش ہے۔

وَ مَاۤ اَعْمَالُ الْبِرِّ كُلُّهَا وَ الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، عِنْدَ الْاَمْرِ بِالْمَعْرُوْفِ وَ النَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ، اِلَّا كَنَفْثَةٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ، وَ اِنَّ الْاَمْرَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ النَّهْيَ عَنِ الْمُنْكَرِ لَا يُقَرِّبَانِ مِنْ اَجَلٍ، وَ لَا يَنْقُصَانِ مِنْ رِّزْقٍ، وَ اَفْضَلُ مِنْ ذٰلِكَ كُلِّهٖ كَلِمَةُ عَدْلٍ عِنْدَ اِمَامٍ جَآئِرٍ.

تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ تمام اعمالِ خیر اور جہاد فی سبیل اللہ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے مقابلہ میں ایسے ہیں جیسے گہرے دریا میں لعاب دہن کے ریزے ہوں۔ یہ نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا ایسا نہیں ہے کہ اس کی وجہ سے موت قبل از وقت آ جائے، یا رزق معین میں کمی ہو جائے۔ اور ان سب سے بہتر وہ حق بات ہے جو کسی جابر حکمران کے سامنے کہی جائے۔

(۳۷۵) {وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ}

وَ عَنْ اَبِیْ جُحَیْفَةَ قَالَ: سَمِعْتُ اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْهِ السَّلَامُ یَقُوْلُ:

اَوَّلُ مَا تُغْلَبُوْنَ عَلَیْهِ مِنَ الْجِهَادِ الْجِهَادُ بِاَیْدِیْكُمْ، ثُمَّ بِاَلْسِنَتِكُمْ، ثُمَّ بِقُلُوْبِكُمْ؛ فَمَنْ لَّمْ یَعْرِفْ بِقَلْبِهٖ مَعْرُوْفًا، وَ لَمْ یُنْكِرْ مُنْكَرًا، قُلِبَ فَجُعِلَ اَعْلَاهُ اَسْفَلَهٗ، وَ اَسْفَلُهٗ اَعْلَاهُ.

(۳۷۵)

ابو جحیفہ سے روایت ہے کہ انہوں نے امیر المومنین علیہ السلام کو فرماتے سنا کہ:

پہلا جہاد کہ جس سے تم مغلوب ہو جاؤ گے، ہاتھ کا جہاد ہے، پھر زبان کا اور پھر دل کا۔ جس نے دل سے بھلائی کو اچھا اور برائی کو برا نہ سمجھا، اسے الٹ پلٹ کر دیا جائے گا۔ اس طرح کہ اوپر کا حصہ نیچے اور نیچے کا حصہ اوپر کر دیا جائے گا۔

(۳۷۶) وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

اِنَّ الْحَقَّ ثَقِیْلٌ مَّرِیْٓءٌ، وَ اِنَّ الْبَاطِلَ خَفِیْفٌ وَّبِیْٓءٌ.

(۳۷۶)

حق گراں، مگر خوشگوار ہوتا ہے اور باطل ہلکا، مگر وبا پیدا کرنے والا ہوتا ہے۔

(۳۷۷) وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

لَا تَاْمَنَنَّ عَلٰی خَیْرِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ عَذَابَ اللهِ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰی: ﴿فَلَا یَاْمَنُ مَكْرَ اللهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ۝﴾.

وَلَا تَیْاَسَنَّ لِشَرِّ هٰذِهِ الْاُمَّةِ مِنْ رَّوْحِ اللهِ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰی: ﴿اِنَّهٗ لَا یَایْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ۝﴾.

(۳۷۷)

اس اُمت کے بہترین شخص کے بارے میں بھی اللہ کے عذاب سے بالکل مطمئن نہ ہو جاؤ، کیونکہ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے کہ: ”گھاٹا اٹھانے والے لوگ ہی اللہ کے عذاب سے مطمئن ہو بیٹھتے ہیں“۔

اور اس اُمت کے بدترین آدمی کے بارے میں بھی اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ کیونکہ ارشادِ الٰہی ہے کہ: ”خدا کی رحمت سے کافروں کے علاوہ کوئی اور نا امید نہیں ہوتا“۔

(۳۷۸) وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

اَلْبُخْلُ جَامِعٌ لِّمَسَاوِی الْعُیُوْبِ، وَ هُوَ زِمَامٌ یُّقَادُ بِهٖٓ اِلٰی كُلِّ سُوْٓءٍ.

(۳۷۸)

بخل تمام برے عیوب کا مجموعہ ہے اور ایسی مہار ہے جس سے ہر برائی کی طرف کھینچ کر جایا جا سکتا ہے۔

(۳۷۹) وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

اَلرِّزْقُ رِزْقَانِ: رِزْقٌ تَطْلُبُهٗ، وَ رِزْقٌ یَّطْلُبُكَ، فَاِنْ لَّمْ تَاْتِهٖ اَتَاكَ، فَلَا تَحْمِلْ هَمَّ

(۳۷۹)

رزق دو طرح کا ہوتا ہے: ایک وہ جس کی تلاش میں تم ہو اور ایک وہ جو تمہاری جستجو میں ہے۔ اگر تم اس تک نہ پہنچ سکو گے تو وہ تم تک پہنچ

سَنَتِكَ عَلٰى هَمِّ يَوْمِكَ! كَفَاكَ كُلُّ يَوْمٍ مَّا فِيْهِ، فَاِنْ تَكُنِ السَّنَةُ مِنْ عُمُرِكَ، فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى سَيُؤْتِيْكَ فِيْ كُلِّ غَدٍ جَدِيْدٍ مَّا قَسَمَ لَكَ، وَ اِنْ لَّمْ تَكُنِ السَّنَةُ مِنْ عُمُرِكَ، فَمَا تَصْنَعُ بِالْهَمِّ لِمَا لَيْسَ لَكَ، وَ لَنْ يَّسْبِقَكَ اِلٰى رِزْقِكَ طَالِبٌ، وَ لَنْ يَّغْلِبَكَ عَلَيْهِ غَالِبٌ، وَ لَنْ يُّبْطِئَ عَنْكَ مَا قَدْ قُدِّرَ لَكَ.

قَالَ الرَّضِيُّ: وَ قَدْ مَضٰى هٰذَا الْكَلَامُ فِيْمَا تَقَدَّمَ مِنْ هٰذَا الْبَابِ، اِلَّاۤ اَنَّهٗ هٰهُنَا اَوْضَحُ وَ اَشْرَحُ، فَلِذٰلِكَ كَرَّرْنَاهُ عَلَى الْقَاعِدَةِ الْمُقَرَّرَةِ فِیْۤ اَوَّلِ الْكِتَابِ.

کررہے گا۔لٰہذا اپنے ایک دن کی فکر پر سال بھر کی فکریں نہ لادو۔ جو ہر دن کا رزق ہے وہ تمہارے لئے کافی ہے۔اگر تمہاری عمر کا کوئی سال باقی ہے تو اللہ ہر نئے دن جو روزی اس نے تمہارے لئے مقرر کر رکھی ہے وہ تمہیں دے گا، اور اگر تمہاری عمر کا کوئی سال باقی نہیں ہے تو پھر اس چیز کی فکر کیوں کرو جو تمہارے لئے نہیں ہے۔تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ کوئی طلبگار تمہارے رزق کی طرف تم سے آگے بڑھ نہیں سکتا، اور نہ کوئی غلبہ پانے والا اس میں تم پر غالب آ سکتا ہے، اور جو تمہارے لئے مقدر ہو چکا ہے اس کے ملنے میں کبھی تاخیر نہ ہوگی۔

سیّد رضیؒ فرماتے ہیں کہ: یہ کلام اسی باب میں پہلے بھی درج ہو چکا ہے۔مگر یہاں کچھ زیادہ وضاحت وتشریح کے ساتھ تھا، اس لئے ہم نے اس کا اعادہ کیا ہے، اس قاعدہ کی بنا پر جو کتاب کے دیباچہ میں گزر چکا ہے۔

(۳۸۰) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

رُبَّ مُسْتَقْبِلٍ يَّوْمًا لَّيْسَ بِمُسْتَدْبِرِهٖ، وَ مَغْبُوْطٍ فِیْۤ اَوَّلِ لَيْلِهٖ قَامَتْ بَوَاكِيْهِ فِیْۤ اٰخِرِهٖ.

(۳۸۰)

بہت سے لوگ ایسے دن کا سامنا کرتے ہیں جس سے انہیں پیٹھ پھرانا نہیں ہوتا، اور بہت سے ایسے ہوتے ہیں کہ رات کے پہلے حصہ میں ان پر رشک کیا جاتا ہے اور آخری حصہ میں ان پر رونے والیوں کا کہرام بپا ہوتا ہے۔

(۳۸۱) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْكَلَامُ فِیْ وِثَاقِكَ مَا لَمْ تَتَكَلَّمْ بِهٖ، فَاِذَا تَكَلَّمْتَ بِهٖ صِرْتَ فِیْ وِثَاقِهٖ، فَاخْزُنْ لِسَانَكَ كَمَا تَخْزُنُ ذَهَبَكَ وَ وَرِقَكَ، فَرُبَّ كَلِمَةٍ سَلَبَتْ نِعْمَةً، وَ جَلَبَتْ نِقْمَةً.

(۳۸۱)

کلام تمہارے قید و بند میں ہے، جب تک تم نے اسے کہا نہیں ہے اور جب کہہ دیا تو تم اس کی قید و بند میں ہو۔لٰہذا اپنی زبان کی اسی طرح حفاظت کرو جس طرح اپنے سونے چاندی کی حفاظت کرتے ہو۔کیونکہ بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں جو کسی بڑی نعمت کو چھین لیتی اور مصیبت کو نازل کر دیتی ہیں۔

(۳۸۲) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَا تَقُلْ مَا لَا تَعْلَمُ، بَلْ لَّا تَقُلْ كُلَّ مَا تَعْلَمُ، فَإِنَّ اللهَ قَدْ فَرَضَ عَلٰى جَوَارِحِكَ كُلِّهَا فَرَآئِضَ يَحْتَجُّ بِهَا عَلَيْكَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ.

(۳۸۲)

جو نہیں جانتے اسے نہ کہو، بلکہ جو جانتے ہو وہ بھی سب کا سب نہ کہو۔ کیونکہ اللہ سبحانہ نے تمہارے تمام اعضاء پر کچھ فرائض عائد کئے ہیں جن کے ذریعہ قیامت کے دن تم پر حجت لائے گا۔

(۳۸۳) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِحْذَرْ اَنْ يَّرَاكَ اللهُ عِنْدَ مَعْصِيَتِهٖ، وَ يَفْقِدَكَ عِنْدَ طَاعَتِهٖ، فَتَكُوْنَ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ، وَ اِذَا قَوِيْتَ فَاقْوَ عَلٰى طَاعَةِ اللهِ، وَ اِذَا ضَعُفْتَ فَاضْعُفْ عَنْ مَّعْصِيَةِ اللهِ.

(۳۸۳)

اس بات سے ڈرتے رہو کہ اللہ تمہیں اپنی معصیت کے وقت موجود اور اپنی اطاعت کے وقت غیر حاضر پائے، تو تمہارا شمار گھاٹا اٹھانے والوں میں ہوگا۔ جب قوی و دانا ثابت ہونا ہو تو اللہ کی اطاعت پر اپنی قوت دکھاؤ اور کمزور بننا ہو تو اس کی معصیت سے کمزوری دکھاؤ۔

(۳۸۴) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلرُّكُوْنُ اِلَى الدُّنْيَا مَعَ مَا تُعَايِنُ مِنْهَا جَهْلٌ، وَ التَّقْصِيْرُ فِيْ حُسْنِ الْعَمَلِ اِذَا وَثِقْتَ بِالثَّوَابِ عَلَيْهِ غَبْنٌ، وَ الطُّمَاْنِيْنَةُ اِلٰى كُلِّ اَحَدٍ قَبْلَ الْاِخْتِبَارِ عَجْزٌ.

(۳۸۴)

دنیا کی حالت دیکھتے ہوئے اس کی طرف جھکنا جہالت ہے، اور حسن عمل کے ثواب کا یقین رکھتے ہوئے اس میں کوتاہی کرنا گھاٹا اٹھانا ہے، اور پرکھے بغیر ہر ایک پر بھروسا کر لینا عجز و کمزوری ہے۔

(۳۸۵) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مِنْ هَوَانِ الدُّنْيَا عَلَى اللهِ اَنَّهٗ لَا يُعْصٰى اِلَّا فِيْهَا، وَ لَا يُنَالُ مَا عِنْدَهٗ اِلَّا بِتَرْكِهَا.

(۳۸۵)

اللہ کے نزدیک دنیا کی حقارت کیلئے یہی بہت ہے کہ اللہ کی معصیت ہوتی ہے تو اس میں، اور اس کے یہاں کی نعمتیں حاصل ہوتی ہیں تو اسے چھوڑنے سے۔

(۳۸۶) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَنْ طَلَبَ شَيْئًا نَّالَهٗ اَوْ بَعْضَهٗ.

(۳۸۶)

جو شخص کسی چیز کو طلب کرے تو اسے یا اس کے بعض حصہ کو پا لے گا۔ (جوئندہ یابندہ)۔

(۳۸۷) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَا خَيْرٌ بِخَيْرٍ بَعْدَهُ النَّارُ، وَ مَا شَرٌّ بِشَرٍّ بَعْدَهُ الْجَنَّةُ، وَ كُلُّ نَعِيمٍ دُونَ الْجَنَّةِ فَهُوَ مَحْقُورٌ، وَكُلُّ بَلَاۤءٍ دُوْنَ النَّارِ عَافِيَةٌ.

(۳۸۷)

وہ بھلائی بھلائی نہیں جس کے بعد دوزخ کی آگ ہو، اور وہ برائی برائی نہیں جس کے بعد جنت ہو۔ جنت کے سامنے ہر نعمت حقیر اور دوزخ کے مقابلہ میں ہر مصیبت راحت ہے۔

(۳۸۸) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلَا وَ اِنَّ مِنَ الْبَلَاۤءِ الْفَاقَةَ، وَ اَشَدُّ مِنَ الْفَاقَةِ مَرَضُ الْبَدَنِ، وَ اَشَدُّ مِنْ مَّرَضِ الْبَدَنِ مَرَضُ الْقَلْبِ.

اَلَا وَ اِنَّ مِنَ النِّعَمِ سَعَةَ الْمَالِ، وَ اَفْضَلُ مِنْ سَعَةِ الْمَالِ صِحَّةُ الْبَدَنِ، وَ اَفْضَلُ مِنْ صِحَّةِ الْبَدَنِ تَقْوَى الْقَلْبِ.

(۳۸۸)

اس بات کو جانے رہو کہ فقر و فاقہ ایک مصیبت ہے، اور فقر سے زیادہ سخت جسمانی امراض ہیں، اور جسمانی امراض سے زیادہ سخت دل کا روگ ہے۔

یاد رکھو کہ مال کی فراوانی ایک نعمت ہے، اور مال کی فراوانی سے بہتر صحتِ بدن ہے، اور صحتِ بدن سے بہتر دل کی پرہیزگاری ہے۔

(۳۸۹) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَنْ اَبْطَاَ بِهٖ عَمَلُهٗ لَمْ يُسْرِعْ بِهٖ نَسَبُهٗ.

وَفِیْ رِوَايَةٍ اُخْرٰى:

مَنْ فَاتَهٗ حَسَبُ نَفْسِهٖ لَمْ يَنْفَعْهُ حَسَبُ اٰبَآئِهٖ.

(۳۸۹)

جسے عمل پیچھے ہٹائے، اسے نسب آگے نہیں بڑھا سکتا۔

ایک دوسری روایت میں اس طرح ہے:

جسے ذاتی شرف و منزلت حاصل نہ ہو اسے آباؤ اجداد کی منزلت کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔

(۳۹۰) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لِلْمُؤْمِنِ ثَلَاثُ سَاعَاتٍ: فَسَاعَةٌ يُّنَاجِیْ فِيْهَا رَبَّهٗ، وَ سَاعَةٌ يَّرُمُّ مَعَاشَهٗ، وَ سَاعَةٌ يُّخَلِّیْ بَيْنَ نَفْسِهٖ وَ بَيْنَ لَذَّتِهَا فِيْمَا يَحِلُّ وَ يَجْمُلُ.

وَ لَيْسَ لِلْعَاقِلِ اَنْ يَّكُوْنَ شَاخِصًا اِلَّا فِیْ ثَلَاثٍ: مَرَمَّةٍ لِّمَعَاشٍ، اَوْ خُطْوَةٍ فِیْ مَعَادٍ، اَوْ لَذَّةٍ فِیْ غَيْرِ مُحَرَّمٍ.

(۳۹۰)

مومن کے اوقات تین ساعتوں پر منقسم ہوتے ہیں: ایک وہ کہ جس میں اپنے پروردگار سے راز و نیاز کی باتیں کرتا ہے۔ اور ایک وہ جس میں اپنے معاش کا سر و سامان کرتا ہے۔ اور ایک وہ کہ جس میں حلال و پاکیزہ لذتوں میں اپنے نفس کو آزاد چھوڑ دیتا ہے۔

عقلمند آدمی کو زیب نہیں دیتا کہ وہ گھر سے دور ہو، مگر تین چیزوں کیلئے: معاش کے بندوبست کیلئے، یا امر آخرت کی طرف قدم اٹھانے کیلئے، یا ایسی لذت اندوزی کیلئے کہ جو حرام نہ ہو۔

(۳۹۱) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِزْهَدْ فِي الدُّنْيَا يُبَصِّرْكَ اللهُ عَوْرَاتِهَا، وَ لَا تَغْفُلْ فَلَسْتَ بِمَغْفُوْلٍ عَنْكَ!.

(۳۹۱)

دنیا سے بے تعلق رہو! تاکہ اللہ تم میں دنیا کی برائیوں کا احساس پیدا کرے، اور غافل نہ ہو! اس لئے کہ تمہاری طرف سے غافل نہیں ہوا جائے گا۔

(۳۹۲) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

تَكَلَّمُوْا تُعْرَفُوْا، فَاِنَّ الْمَرْءَ مَخْبُوْءٌ تَحْتَ لِسَانِهِ.

(۳۹۲)

بات کرو! تاکہ پہچانے جاؤ، کیونکہ آدمی اپنی زبان کے نیچے پوشیدہ ہے۔

(۳۹۳) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

خُذْ مِنَ الدُّنْيَا مَاۤ اَتَاكَ، وَ تَوَلَّ عَمَّا تَوَلّٰى عَنْكَ، فَاِنْ اَنْتَ لَمْ تَفْعَلْ فَاَجْمِلْ فِي الطَّلَبِ.

(۳۹۳)

جو دنیا سے تمہیں حاصل ہوا اسے لے لو اور جو چیز رخ پھیر لے اس سے منہ موڑے رہو۔ اور اگر ایسا نہ کر سکو تو پھر تحصیل و طلب میں میانہ روی اختیار کرو۔

(۳۹٤) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

رُبَّ قَوْلٍ اَنْفَذُ مِنْ صَوْلٍ.

(۳۹۴)

بہت سے کلمے حملہ سے زیادہ اثر و نفوذ رکھتے ہیں۔

(۳۹٥) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

كُلُّ مُقْتَصَرٍ عَلَيْهِ كَافٍ.

(۳۹۵)

جس چیز پر قناعت کر لی جائے وہ کافی ہے۔

(۳۹٦) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْمَنِيَّةُ وَ لَا الدَّنِيَّةُ، وَ التَّقَلُّلُ وَ لَا التَّوَسُّلُ، وَ مَنْ لَّمْ يُعْطَ قَاعِدًا لَّمْ يُعْطَ قَآئِمًا، وَ الدَّهْرُ يَوْمَانِ: يَوْمٌ لَّكَ، وَ يَوْمٌ عَلَيْكَ؛ فَاِذَا كَانَ لَكَ فَلَا تَبْطَرْ، وَ اِذَا كَانَ عَلَيْكَ فَاصْبِرْ!.

(۳۹۶)

موت ہو اور ذلت نہ ہو۔ کم ملے اور دوسروں کو وسیلہ بنانا نہ ہو۔ جسے بیٹھے بٹھائے نہیں ملتا اسے اٹھنے سے بھی کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ زمانہ دو دنوں پر منقسم ہے: ایک دن تمہارے موافق اور ایک تمہارے مخالف۔ جب موافق ہو تو اتراؤ نہیں اور جب مخالف ہو تو صبر کرو۔

(۳۹۷) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

نِعْمَ الطِّيْبُ الْمِسْكُ، خَفِيْفٌ مَّحْمِلُهٗ، عَطِرٌ رِيْحُهٗ.

(۳۹۷)

بہترین خوشبو مشک ہے، جس کا ظرف ہلکا اور مہک عطر بار ہے۔

(۳۹۸) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

ضَعْ فَخْرَكَ، وَ احْطُطْ كِبْرَكَ، وَ اذْكُرْ قَبْرَكَ.

(۳۹۸)

فخر و سربلندی کو چھوڑو، تکبر و غرور کو مٹاؤ اور قبر کو یاد رکھو۔

(۳۹۹) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِنَّ لِلْوَلَدِ عَلَى الْوَالِدِ حَقًّا، وَ اِنَّ لِلْوَالِدِ عَلَى الْوَلَدِ حَقًّا:

فَحَقُّ الْوَالِدِ عَلَى الْوَلَدِ اَنْ يُّطِيْعَهٗ فِیْ كُلِّ شَیْءٍ اِلَّا فِیْ مَعْصِيَةِ اللهِ سُبْحَانَهٗ.

وَ حَقُّ الْوَلَدِ عَلَى الْوَالِدِ اَنْ يُّحَسِّنَ اسْمَهٗ، وَ يُحَسِّنَ اَدَبَهٗ، وَ يُعَلِّمَهُ الْقُرْاٰنَ.

(۳۹۹)

ایک حق فرزند کا باپ پر ہوتا ہے اور ایک حق باپ کا فرزند پر ہوتا ہے:

باپ کا فرزند پر یہ حق ہے کہ وہ سوائے اللہ کی معصیت کے ہر بات میں اس کی اطاعت کرے۔

اور فرزند کا باپ پر یہ حق ہے کہ اس کا نام اچھا تجویز کرے، اچھے اخلاق و آداب سے آراستہ کرے اور قرآن کی اسے تعلیم دے۔

(۴۰۰) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْعَيْنُ حَقٌّ، وَ الرُّقٰى حَقٌّ، وَ السِّحْرُ حَقٌّ، وَ الْفَاْلُ حَقٌّ، وَ الطِّيَرَةُ لَيْسَتْ بِحَقٍّ، وَ الْعَدْوٰى لَيْسَتْ بِحَقٍّ، وَ الطِّيْبُ نُشْرَةٌ، وَ الْعَسَلُ نُشْرَةٌ، وَ الرُّكُوْبُ نُشْرَةٌ، وَ النَّظَرُ اِلَى الْخُضْرَةِ نُشْرَةٌ.

(۴۰۰)

چشمِ بد، افسوں، سحر اور فال نیک، ان سب میں واقعیت ہے۔ البتہ فالِ بد اور ایک کی بیماری کا دوسرے کو لگ جانا غلط ہے۔ خوشبو سونگھنا، شہد کھانا، سواری کرنا اور سبزے پر نظر کرنا غم و اندوہ اور قلق و اضطراب کو دور کرتا ہے۔

”طِيَرَہ“ کے معنی فالِ بد اور ”تَفَاءُل“ کے معنی فالِ نیک کے ہوتے ہیں۔ شرعی لحاظ سے کسی چیز سے برا شگون لینا کوئی حقیقت نہیں رکھتا اور یہ صرف توہمات کا کرشمہ ہے اس بدشگونی کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ کیومرث کے بیٹوں نے رات کے پہلے حصہ میں مرغ کی اذان سنی اور اتفاق سے اسی رات کو کیومرث کا انتقال ہو گیا، جس سے انہیں یہ توہم ہوا کہ مرغ کا بے وقت اذان دینا کسی خبر غم کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اس مرغ کو ذبح کر دیا اور بعد میں مختلف حادثوں کا مختلف چیزوں سے خصوصی تعلق قائم کر لیا گیا۔

البتہ فالِ نیک لینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ چنانچہ جب ہجرتِ پیغمبرؐ کے بعد قریش نے یہ اعلان کیا کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گرفتار کرے گا تو اسے سو اونٹ انعام میں دیئے جائیں گے تو ابو بریدہ اسلمی اپنے قبیلہ کے ستر آدمیوں کے ہمراہ آپؐ کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ اور جب ایک منزل پر آمنا سامنا ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: تم کون ہو؟ اس نے کہا کہ بریدہ ابن خصیب۔ حضرتؐ نے یہ نام سنا تو فرمایا: «بَرَدَ اَمْرُنَا»: ”ہمارا معاملہ خوشگوار ہو گیا“۔ پھر پوچھا کہ کس قبیلہ سے ہو؟ اس نے کہا کہ اسلم سے۔ تو فرمایا کہ: «سَلِمْنَا»: ”ہم نے سلامتی پائی“۔ پھر دریافت کیا کہ: کس شاخ

سے ہو؟ اس نے کہا کہ: بنی سہم سے۔ تو فرمایا کہ: «خَرَجَ سَهْمُكَ»: ”تمہارا تیر نکل گیا“۔ بریدہ اس اندازِ گفتگو اور حسنِ گفتار سے بہت متاثر ہوا اور پوچھا کہ: آپ کون ہیں؟ فرمایا کہ: محمد ابن عبد اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ۔ یہ سن کر بے ساختہ اس کی زبان سے نکلا: «اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ» اور قریش کے انعام سے دستبردار ہو کر دولتِ ایمان سے مالا مال ہو گیا۔

☆☆☆☆☆

(۴۰۱) وَ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مُقَارَبَةُ النَّاسِ فِیْۤ اَخْلَاقِهِمْ اَمْنٌ مِّنْ غَوَآئِلِهِمْ.

(۴۰۱)

لوگوں سے ان کے اخلاق و اطوار میں ہم رنگ ہونا ان کے شر سے محفوظ ہو جانا ہے۔

(۴۰۲) وَ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لِبَعْضِ مُخَاطِبِيْهِ، وَ قَدْ تَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ يُسْتَصْغَرُ مِثْلُهٗ عَنْ قَوْلِ مِثْلِهَا:

لَقَدْ طِرْتَ شَكِيْرًا، هَدَرْتَ سَقْبًا.

قَالَ الرَّضِیُّ: وَ «الشَّكِيْرُ» هٰهُنَا: اَوَّلُ مَا يَنْبُتُ مِنْ رِّيْشِ الطَّآئِرِ قَبْلَ اَنْ يَّقْوٰى وَ يَسْتَحْصِفُ، وَ «السَّقْبُ»: الصَّغِيْرُ مِنَ الْاِبِلِ، وَ لَا يَهْدِرُ اِلَّا بَعْدَ اَنْ يَّسْتَفْحِلَ.

(۴۰۲)

ایک ہم کلام ہونے والے سے کہ جس نے اپنی حیثیت سے بڑھ کر ایک بات کہی تھی، فرمایا:

تم پر نکلتے ہی اڑنے لگے اور جوان ہونے سے پہلے بلبلانے لگے۔

سید رضیؒ فرماتے ہیں کہ: اس فقرہ میں ”شکیر“ سے مراد وہ پر ہیں جو پہلے پہل نکلتے ہیں اور ابھی مضبوط و مستحکم نہیں ہونے پاتے۔ اور ”سقب“ اونٹ کے بچے کو کہتے ہیں اور وہ اس وقت بلبلاتا ہے جب جوان ہو جاتا ہے۔

(۴۰۳) وَ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَنْ اَوْمَاَ اِلٰى مُتَفَاوِتٍ خَذَلَتْهُ الْحِيَلُ.

(۴۰۳)

جو شخص مختلف چیزوں کا طلبگار رہتا ہے اس کی ساری تدبیریں ناکام ہو جاتی ہیں۔ (طَلَبُ الْكُلِّ فَوْتُ الْكُلِّ)۔

(۴۰۴) وَ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَ قَدْ سُئِلَ عَنْ مَّعْنٰى قَوْلِهِمْ: لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ:

اِنَّا لَا نَمْلِكُ مَعَ اللّٰهِ شَيْئًا، وَ لَا نَمْلِكُ اِلَّا مَا مَلَّكَنَا، فَمَتٰى مَلَّكَنَا مَا هُوَ اَمْلَكُ بِهٖ مِنَّا

(۴۰۴)

حضرتؑ سے ”لاحول ولا قوۃ الا باللہ“ (قوت و توانائی نہیں مگر اللہ کے سبب سے) کے معنی دریافت کئے گئے تو آپؑ نے فرمایا کہ:

ہم خدا کے ساتھ کسی چیز کے مالک نہیں۔ اس نے جن چیزوں کا ہمیں مالک بنایا ہے بس ہم انہیں پر اختیار رکھتے ہیں۔ تو جب اس نے ہمیں ایسی چیز کا مالک بنایا جس پر وہ ہم سے زیادہ اختیار رکھتا ہے تو ہم

كَلَّفَنَا، وَ مَتٰى اَخَذَهٗ مِنَّا وَضَعَ تَكْلِيْفَهٗ عَنَّا.

پر شرعی ذمہ داریاں عائد کیں اور جب اس چیز کو واپس لے لے گا تو ہم سے اس ذمہ داری کو بھی برطرف کر دے گا۔

مطلب یہ ہے کہ انسان کو کسی شے پر مستقلاً تملک و اختیار حاصل نہیں، بلکہ یہ حق ملکیت وقوتِ تصرف قدرت کا بخشا ہوا ایک عطیہ ہے اور جب تک یہ تملک و اختیار باقی رہتا ہے تکلیف شرعی برقرار رہتی ہے اور اسے سلب کر لیا جاتا ہے تو تکلیف بھی برطرف ہو جاتی ہے۔ کیونکہ ایسی صورت میں تکلیف کا عائد کرنا تکلیف مالایُطاق ہے جو کسی حکیم و دانا کی طرف سے عائد نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ اللہ سبحانہ نے اعضا و جوارح میں اعمال کے بجالانے کی قوت ودیعت فرمانے کے بعد ان سے تکلیف متعلق کی۔ لہٰذا جب تک یہ قوت باقی رہے گی ان سے تکلیف کا تعلق رہے گا اور اس قوت کے سلب کر لینے کے بعد تکلیف بھی برطرف ہو جائے گی۔ جیسے زکوٰۃ کا فریضہ اسی وقت عائد ہوتا ہے جب دولت ہو۔ اور جب وہ دولت کو چھین لے گا تو اس کے نتیجہ میں زکوٰۃ کا وجوب بھی ساقط کر دے گا، کیونکہ ایسی صورت میں تکلیف کا عائد کرنا عقلاً قبیح ہے۔

☆☆☆☆☆

(٤٠٥) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لِعَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ، وَ قَدْ سَمِعَهٗ يُرَاجِعُ الْمُغِيْرَةَ بْنَ شُعْبَةَ كَلَامًا:

دَعْهُ يَا عَمَّارُ، فَاِنَّهٗ لَمْ يَاْخُذْ مِنَ الدِّيْنِ اِلَّا مَا قَارَبَهٗ مِنَ الدُّنْيَا، وَ عَلٰى عَمْدٍ لَّبَّسَ عَلٰى نَفْسِهٖ لِيَجْعَلَ الشُّبُهَاتِ عَاذِرًا لِّسَقَطَاتِهٖ.

(۴۰۵)

عمار بن یاسر کو جب مغیرہ ابن شعبہ سے سوال و جواب کرتے سنا تو ان سے فرمایا:

اے عمار! اسے چھوڑو! اس نے دین سے بس وہ لیا ہے جو اسے دنیا سے قریب کرے، اور اس نے جان بوجھ کر اپنے کو اشتباہ میں ڈال رکھا ہے تاکہ ان شبہات کو اپنی لغزشوں کیلئے بہانہ قرار دے سکے۔

(٤٠٦) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَاۤ اَحْسَنَ تَوَاضُعَ الْاَغْنِيَآءِ لِلْفُقَرَآءِ طَلَبًا لِّمَا عِنْدَ اللهِ! وَ اَحْسَنُ مِنْهُ تِيْهُ الْفُقَرَآءِ عَلَى الْاَغْنِيَآءِ اتِّكَالًا عَلَى اللهِ.

(۴۰۶)

اللہ کے یہاں اجر کیلئے دولتمندوں کا فقیروں سے عجز و انکساری برتنا کتنا اچھا ہے! اور اس سے اچھا فقراء کا اللہ پر بھروسا کرتے ہوئے دولتمندوں کے مقابلہ میں غرور سے پیش آنا ہے۔

(٤٠٧) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَا اسْتَوْدَعَ اللهُ امْرَاً عَقْلًا اِلَّا اسْتَنْقَذَهٗ بِهٖ يَوْمًا مَّا!.

(۴۰۷)

اللہ نے کسی شخص کو عقل ودیعت نہیں کی ہے مگر یہ کہ وہ کسی دن اس کے ذریعہ سے اسے تباہی سے بچائے گا۔

(٤٠٨) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَنْ صَارَعَ الْحَقَّ صَرَعَهٗ.

(۴۰۸)

جو حق سے ٹکرائے گا حق اسے پچھاڑ دے گا۔

(٤٠٩) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْقَلْبُ مُصْحَفُ الْبَصَرِ.

(۴۰۹)

دل، آنکھوں کا صحیفہ ہے۔

(٤١٠) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلتُّقٰى رَئِيْسُ الْاَخْلَاقِ.

(۴۱۰)

تقویٰ، تمام خصلتوں کا سرتاج ہے۔

(٤١١) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَا تَجْعَلَنَّ ذَرَبَ لِسَانِكَ عَلٰى مَنْ اَنْطَقَكَ، وَ بَلَاغَةَ قَوْلِكَ عَلٰى مَنْ سَدَّدَكَ.

(۴۱۱)

جس ذات نے تمہیں بولنا سکھایا ہے اسی کے خلاف اپنی زبان کی تیزی صرف نہ کرو، اور جس نے تمہیں راہ پر لگایا ہے اس کے مقابلہ میں فصاحتِ گفتار کا مظاہرہ نہ کرو۔

(٤١٢) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

كَفَاكَ اَدَبًا لِّنَفْسِكَ اجْتِنَابُ مَا تَكْرَهُهٗ مِنْ غَيْرِكَ.

(۴۱۲)

تمہارے نفس کی آراستگی کیلئے یہی کافی ہے کہ جس چیز کو اوروں کیلئے ناپسند کرتے ہو اس سے خود بھی پرہیز کرو۔

(٤١٣) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَنْ صَبَرَ صَبْرَ الْاَحْرَارِ، وَ اِلَّا سَلَا سُلُوَّ الْاَغْمَارِ.

(۴۱۳)

جو انمردوں کی طرح صبر کرے، نہیں تو سادہ لوحوں کی طرح بھول بھال کر چپ ہو گا۔

(٤١٤) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَ فِیْ خَبَرٍ اٰخَرَ اَنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لِلْاَشْعَثِ بْنِ قَيْسٍ مُعَزِّيًا:

اِنْ صَبَرْتَ صَبْرَ الْاَكَارِمِ، وَ اِلَّا سَلَوْتَ سُلُوَّ الْبَهَآئِمِ.

(۴۱۴)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپؑ نے اشعث ابن قیس کو تعزیت دیتے ہوئے فرمایا:

اگر بزرگوں کی طرح تم نے صبر کیا تو خیر، ورنہ چوپاؤں کی طرح ایک دن بھول جاؤ گے۔

(٤١٥) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فِیْ صِفَةِ الدُّنْيَا:

تَغُرُّ وَ تَضُرُّ وَ تَمُرُّ، اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَمْ

(۴۱۵)

دنیا کے متعلق فرمایا:

دنیا دھوکے باز، نقصان رساں اور رواں دواں ہے۔ اللہ نے اپنے

يَرْضَهَا ثَوَابًا لِّاَوْلِيَآئِهٖ، وَ لَا عِقَابًا لِّاَعْدَآئِهٖ، وَ اِنَّ اَهْلَ الدُّنْيَا كَرَكْبٍ بَيْنَا هُمْ حَلُّوْا اِذْ صَاحَ بِهِمْ سَآئِقُهُمْ فَارْتَحَلُوْا.

دوستوں کیلئے اسے بطور ثواب پسند نہیں کیا اور نہ دشمنوں کیلئے اسے بطور سزا پسند کیا۔ اہل دنیا سواروں کے مانند ہیں کہ ابھی انہوں نے منزل کی ہی تھی کہ ہنکانے والے نے انہیں للکارا اور یہ چل دیئے۔

(٤١٦) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(۴۱۶)

لِابْنِهِ الْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

يَا بُنَيَّ! لَا تُخَلِّفَنَّ وَرَآءَكَ شَيْئًا مِّنَ الدُّنْيَا، فَاِنَّكَ تُخَلِّفُهٗ لِاَحَدِ رَجُلَيْنِ: اِمَّا رَجُلٍ عَمِلَ فِيْهِ بِطَاعَةِ اللّٰهِ، فَسَعِدَ بِمَا شَقِيْتَ بِهٖ، وَ اِمَّا رَجُلٍ عَمِلَ فِيْهِ بِمَعْصِيَةِ اللّٰهِ، فَشَقِيَ بِمَا جَمَعْتَ لَهٗ، فَكُنْتَ عَوْنًا لَّهٗ عَلٰى مَعْصِيَتِهٖ، وَ لَيْسَ اَحَدُ هٰذَيْنِ حَقِيْقًا اَنْ تُؤْثِرَهٗ عَلٰى نَفْسِكَ.

اپنے فرزند حسن علیہ السلام سے فرمایا:

اے فرزند! دنیا کی کوئی چیز اپنے پیچھے نہ چھوڑو۔ اس لئے کہ تم دو میں سے ایک کیلئے چھوڑو گے: ایک وہ جو اس مال کو خدا کی اطاعت میں صرف کرے گا تو جو مال تمہارے لئے بدبختی کا سبب بنا وہ اس کیلئے راحت و آرام کا باعث ہوگا۔ یا وہ ہوگا جو اسے خدا کی معصیت میں صرف کرے تو وہ تمہارے جمع کردہ مال کی وجہ سے بدبخت ہوگا اور اس صورت میں تم خدا کی معصیت میں اس کے معین و مددگار ہوگے۔ اور ان دونوں میں سے ایک شخص بھی ایسا نہیں کہ اسے اپنے نفس پر ترجیح دو۔

قَالَ الرَّضِيُّ: وَ يُرْوٰى هٰذَا الْكَلَامِ عَلٰى وَجْهٍ اٰخَرَ وَ هُوَ:

اَمَّا بَعْدُ! فَاِنَّ الَّذِیْ فِیْ يَدِكَ مِنَ الدُّنْيَا قَدْ كَانَ لَهٗ اَهْلٌ قَبْلَكَ، وَ هُوَ صَآئِرٌ اِلٰى اَهْلٍ بَعْدَكَ، وَ اِنَّمَآ اَنْتَ جَامِعٌ لِّاَحَدِ رَجُلَيْنِ: رَجُلٍ عَمِلَ فِيْمَا جَمَعْتَهٗ بِطَاعَةِ اللّٰهِ فَسَعِدَ بِمَا شَقِيْتَ بِهٖ، اَوْ رَجُلٍ عَمِلَ فِيْهِ بِمَعْصِيَةِ اللّٰهِ فَشَقِيَ بِمَا جَمَعْتَ لَهٗ، وَ لَيْسَ اَحَدُ هٰذَيْنِ اَهْلًا اَنْ تُؤْثِرَهٗ عَلٰى نَفْسِكَ، وَ لَا اَنْ تَحْمِلَ لَهٗ عَلٰى ظَهْرِكَ، فَارْجُ لِمَنْ مَّضٰى رَحْمَةَ اللّٰهِ وَ لِمَنْ بَقِیَ رِزْقَ اللّٰهِ.

سیّد رضیؒ فرماتے ہیں کہ: یہ کلام ایک دوسری صورت میں بھی روایت کیا گیا ہے جو یہ ہے:

جو مال تمہارے ہاتھ میں ہے تم سے پہلے اس کے مالک دوسرے تھے اور یہ تمہارے بعد دوسروں کی طرف پلٹ جائے گا اور تم دو میں سے ایک کیلئے جمع کرنے والے ہو: ایک وہ جو تمہارے جمع کئے ہوئے مال کو خدا کی اطاعت میں صرف کرے گا، تو جو مال تمہارے لئے بدبختی کا سبب ہوا وہ اس کیلئے سعادت و نیک بختی کا سبب ہوگا، یا وہ جو اس مال سے اللہ کی معصیت کرے تو جو تم نے اس کیلئے جمع کیا وہ تمہارے لئے بدبختی کا سبب ہوگا۔ اور ان دونوں میں سے ایک بھی اس قابل نہیں کہ اسے اپنے نفس پر ترجیح دو اور ان کی وجہ سے اپنی پشت کو گرانبار کرو۔ جو گزر گیا اس کیلئے اللہ کی رحمت اور جو باقی رہ گیا ہے اس کیلئے رزق الٰہی کے امیدوار رہو۔

(۴۱۷) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لِقَآئِلٍ قَالَ بِحَضْرَتِهٖ: «اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ»:

ثَكِلَتْكَ اُمُّكَ! اَتَدْرِیْ مَا الْاِسْتِغْفَارُ؟ الْاِسْتِغْفَارُ دَرَجَةُ الْعِلِّيِّيْنَ، وَ هُوَ اسْمٌ وَاقِعٌ عَلٰى سِتَّةِ مَعَانٍ:

اَوَّلُهَا: النَّدَمُ عَلٰى مَا مَضٰى.

وَ الثَّانِیْ: الْعَزْمُ عَلٰى تَرْكِ الْعَوْدِ اِلَيْهِ اَبَدًا.

وَ الثَّالِثُ: اَنْ تُؤَدِّیَ اِلَى الْمَخْلُوْقِيْنَ حُقُوْقَهُمْ حَتّٰى تَلْقَى اللّٰهَ اَمْلَسَ لَيْسَ عَلَيْكَ تَبِعَةٌ.

وَ الرَّابِعُ: اَنْ تَعْمِدَ اِلٰى كُلِّ فَرِيْضَةٍ عَلَيْكَ ضَيَّعْتَهَا فَتُؤَدِّیَ حَقَّهَا.

وَ الْخَامِسُ: اَنْ تَعْمِدَ اِلَى اللَّحْمِ الَّذِیْ نَبَتَ عَلَى السُّحْتِ فَتُذِيْبَهٗ بِالْاَحْزَانِ، حَتّٰى تُلْصِقَ الْجِلْدَ بِالْعَظْمِ، وَ يَنْشَاَ بَيْنَهُمَا لَحْمٌ جَدِيْدٌ.

وَ السَّادِسُ: اَنْ تُذِيْقَ الْجِسْمَ اَلَمَ الطَّاعَةِ كَمَاۤ اَذَقْتَهٗ حَلَاوَةَ الْمَعْصِيَةِ.

فَعِنْدَ ذٰلِكَ تَقُوْلُ: «اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ».

(۴۱۷)

ایک کہنے والے نے آپؑ کے سامنے ''استغفراللہ'' کہا تو آپؑ نے اس سے فرمایا:

تمہاری ماں تمہارا سوگ منائے! کچھ معلوم بھی ہے کہ استغفار کیا ہے؟ استغفار بلند منزلت لوگوں کا مقام ہے اور یہ ایک ایسا لفظ ہے جو چھ باتوں پر حاوی ہے:

پہلے یہ کہ جو ہو چکا اس پر نادم ہو۔

دوسرے ہمیشہ کیلئے اس کے مرتکب نہ ہونے کا تہیا کرنا۔

تیسرے یہ کہ مخلوق کے حقوق ادا کرنا یہاں تک کہ اللہ کے حضور میں اس حالت میں پہنچو کہ تمہارا دامن پاک و صاف اور تم پر کوئی مواخذہ نہ ہو۔

چوتھے یہ کہ جو فرائض تم پر عائد کئے ہوئے تھے اور تم نے انہیں ضائع کر دیا تھا انہیں اب پورے طور پر بجالاؤ۔

پانچویں یہ کہ جو گوشت (اَکل) حرام سے نشو و نما پاتا رہا ہے اس کو غم و اندوہ سے پگھلاؤ یہاں تک کے کھال کو ہڈیوں سے ملادو کہ پھر سے ان دونوں کے درمیان نیا گوشت پیدا ہو۔

چھٹے یہ کہ اپنے جسم کو اطاعت کے رنج سے آشنا کرو جس طرح اسے گناہ کی شیرینی سے لذت اندوز کیا ہے۔

تو اب کہو: ''استغفراللہ''۔

(۴۱۸) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْحِلْمُ عَشِيْرَةٌ.

(۴۱۸)

حلم و تحمل ایک پورا قبیلہ ہے۔

(۴۱۹) وَقَالَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ

مِسۡكِيۡنٌ ابۡنُ اٰدَمَ: مَكۡتُوۡمُ الۡاَجَلِ، مَكۡنُوۡنُ الۡعِلَلِ، مَحۡفُوۡظُ الۡعَمَلِ، تُؤۡلِمُهُ الۡبَقَّةُ، وَ تَقۡتُلُهُ الشَّرۡقَةُ، وَ تُنۡتِنُهُ الۡعَرۡقَةُ.

(۴۱۹)

بے چارہ آدمی کتنا بے بس ہے! موت اس سے نہاں، بیماریاں اس سے پوشیدہ اور اسکے اعمال محفوظ ہیں۔ مچھر کے کاٹنے سے چیخ اٹھتا ہے، اچھو لگنے سے مرجاتا ہے اور پسینہ اس میں بدبو پیدا کر دیتا ہے۔

(۴۲۰) وَرُوِیَ اَنَّهٗ عَلَيۡهِ السَّلَامُ

كَانَ جَالِسًا فِیۡ اَصۡحَابِهٖ، فَمَرَّتۡ بِهِمُ امۡرَاَةٌ جَمِيۡلَةٌ، فَرَمَقَهَا الۡقَوۡمُ بِاَبۡصَارِهِمۡ، فَقَالَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ:

اِنَّ اَبۡصَارَ هٰذِهِ الۡفُحُوۡلِ طَوَامِحُ، وَ اِنَّ ذٰلِكَ سَبَبُ هَبَابِهَا، فَاِذَا نَظَرَ اَحَدُكُمۡ اِلَى امۡرَاَةٍ تُعۡجِبُهٗ فَلۡيُلَامِسۡ اَهۡلَهٗ، فَاِنَّمَا هِیَ امۡرَاَةٌ كَامۡرَاَةٍ.

فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الۡخَوَارِجِ: قَاتَلَهُ اللّٰهُ كَافِرًا مَّاۤ اَفۡقَهَهٗ. فَوَثَبَ الۡقَوۡمُ لِيَقۡتُلُوۡهُ. فَقَالَ علیہ السلام:

رُوَيۡدًا! اِنَّمَا هُوَ سَبٌّ بِسَبٍّ، اَوۡ عَفۡوٌ عَنۡ ذَنۡبٍ!.

(۴۲۰)

وارد ہوا ہے کہ حضرتؑ اپنے اصحاب کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کے سامنے سے ایک حسین عورت کا گزر ہوا جسے ان لوگوں نے دیکھنا شروع کیا جس پر حضرتؑ نے فرمایا:

ان مردوں کی آنکھیں تاکنے والی ہیں اور یہ نظر بازی ان کی خواہشات کو برانگیختہ کرنے کا سبب ہے۔ لہٰذا اگر تم میں سے کسی کی نظر ایسی عورت پر پڑے کہ جو اسے اچھی معلوم ہو تو اسے اپنی زوجہ کی طرف متوجہ ہونا چاہیے، کیونکہ یہ عورت بھی عورت کے مانند ہے۔

یہ سن کر ایک خارجی نے کہا کہ: خدا اس کافر کو قتل کرے! یہ کتنا بڑا فقیہ ہے۔ یہ سن کر لوگ اسے قتل کرنے اٹھے۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ:

ٹھہرو! زیادہ سے زیادہ گالی کا بدلہ گالی سے ہوسکتا ہے، یا اس کے گناہ ہی سے درگزر کرو۔

(۴۲۱) وَقَالَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ

كَفَاكَ مِنۡ عَقۡلِكَ مَاۤ اَوۡضَحَ لَكَ سُبُلَ غَيِّكَ مِنۡ رُّشۡدِكَ.

(۴۲۱)

اتنی عقل تمہارے لئے کافی ہے کہ جو گمراہی کی راہوں کو ہدایت کے راستوں سے الگ کر کے تمہیں دکھا دے۔

(۴۲۲) وَقَالَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ

اِفۡعَلُوا الۡخَيۡرَ وَ لَا تَحۡقِرُوۡا مِنۡهُ شَيۡئًا، فَاِنَّ صَغِيۡرَهٗ كَبِيۡرٌ وَّ قَلِيۡلَهٗ كَثِيۡرٌ، وَ لَا يَقُوۡلَنَّ اَحَدُكُمۡ: اِنَّ اَحَدًا اَوۡلٰى بِفِعۡلِ الۡخَيۡرِ مِنِّیۡ فَيَكُوۡنَ وَاللّٰهِ! كَذٰلِكَ، اِنَّ لِلۡخَيۡرِ

(۴۲۲)

اچھے کام کرو اور تھوڑی سی بھلائی کو بھی حقیر نہ سمجھو۔ کیونکہ چھوٹی سی نیکی بھی بڑی اور تھوڑی سی بھلائی بھی بہت ہے۔ تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے کہ اچھے کام کے کرنے میں کوئی دوسرا مجھ سے زیادہ سزاوار ہے، ورنہ خدا کی قسم! ایسا ہی ہو کر رہے گا۔ کچھ نیکی والے ہوتے ہیں اور کچھ

وَ الشَّرِّ اَهْلًا، فَمَهْمَا تَرَكْتُمُوْهُ مِنْهُمَا كَفَاكُمُوْهُ اَهْلُهٗ.

برائی والے: جب تم نیکی یا بدی کسی ایک کو چھوڑ دو گے تو تمہارے بجائے اس کے اہل اسے انجام دے کر رہیں گے۔

(٤٢٣) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَنْ اَصْلَحَ سَرِيْرَتَهٗ اَصْلَحَ اللّٰهُ عَلَانِيَتَهٗ، وَ مَنْ عَمِلَ لِدِيْنِهٖ كَفَاهُ اللّٰهُ اَمْرَ دُنْيَاهُ، وَ مَنْ اَحْسَنَ فِيْمَا بَيْنَهٗ وَ بَيْنَ اللّٰهِ اَحْسَنَ اللّٰهُ مَا بَيْنَهٗ وَ بَيْنَ النَّاسِ.

(۴۲۳)

جو اپنے اندرونی حالات کو درست رکھتا ہے خدا اس کے ظاہر کو بھی درست کر دیتا ہے، اور جو دین کیلئے سرگرم عمل ہوتا ہے اللہ اس کے دنیا کے کاموں کو پورا کر دیتا ہے، اور جو اپنے اور اللہ کے درمیان خوش معاملگی رکھتا ہے خدا اس کے اور بندوں کے درمیان کے معاملات ٹھیک کر دیتا ہے۔

(٤٢٤) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْحِلْمُ غِطَآءٌ سَاتِرٌ، وَ الْعَقْلُ حُسَامٌ قَاطِعٌ، فَاسْتُرْ خَلَلَ خُلُقِكَ بِحِلْمِكَ، وَ قَاتِلْ هَوَاكَ بِعَقْلِكَ.

(۴۲۴)

حلم و تحمل ڈھانکنے والا پردہ اور عقل کاٹنے والی تلوار ہے۔ لہٰذا اپنے اخلاق کے کمزور پہلو کو حلم و بردباری سے چھپاؤ اور اپنی عقل سے خواہشِ نفسانی کا مقابلہ کرو۔

(٤٢٥) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِنَّ لِلّٰهِ عِبَادًا يَّخْتَصُّهُمُ اللّٰهُ بِالنِّعَمِ لِمَنَافِعِ الْعِبَادِ، فَيُقِرُّهَا فِيْۤ اَيْدِيْهِمْ مَا بَذَلُوْهَا، فَاِذَا مَنَعُوْهَا نَزَعَهَا مِنْهُمْ، ثُمَّ حَوَّلَهَا اِلٰى غَيْرِهِمْ.

(۴۲۵)

بندوں کی منفعت رسائی کیلئے اللہ کچھ بندگانِ خدا کو نعمتوں سے مخصوص کر لیتا ہے۔ لہٰذا جب تک وہ دیتے دلاتے رہتے ہیں اللہ ان نعمتوں کو انکے ہاتھوں میں برقرار رکھتا ہے، اور جب ان نعمتوں کو روک لیتے ہیں تو اللہ ان سے چھین کر دوسروں کی طرف منتقل کر دیتا ہے۔

(٤٢٦) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَا يَنْۢبَغِيْ لِلْعَبْدِ اَنْ يَّثِقَ بِخَصْلَتَيْنِ: الْعَافِيَةِ وَ الْغِنٰى: بَيْنَا تَرَاهُ مُعَافًى اِذْ سَقِمَ، وَ بَيْنَا تَرَاهُ غَنِيًّا اِذِ افْتَقَرَ.

(۴۲۶)

کسی بندے کیلئے مناسب نہیں کہ وہ دو چیزوں پر بھروسا کرے: ایک صحت اور دوسرے دولت، کیونکہ ابھی تم کسی کو تندرست دیکھ رہے تھے کہ وہ دیکھتے ہی دیکھتے بیمار پڑ جاتا ہے اور ابھی تم اسے دولتمند دیکھ رہے تھے کہ فقیر و نادار ہو جاتا ہے۔

(۴۲۷) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَنْ شَكَا الْحَاجَةَ اِلٰى مُؤْمِنٍ فَكَاَنَّهٗ شَكَاهَا اِلَى اللّٰهِ، وَ مَنْ شَكَاهَا اِلٰى كَافِرٍ فَكَاَنَّمَا شَكَا اللّٰهَ.

(۴۲۷)

جو شخص اپنی حاجت کا گلہ کسی مرد مومن سے کرتا ہے، گویا اس نے اللہ کے سامنے اپنی شکایت پیش کی، اور جو کافر کے سامنے گلہ کرتا ہے گویا اس نے اپنے اللہ کی شکایت کی۔

(۴۲۸) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فِىْ بَعْضِ الْاَعْيَادِ:

اِنَّمَا هُوَ عِيْدٌ لِّمَنْ قَبِلَ اللّٰهُ صِيَامَهٗ وَ شَكَرَ قِيَامَهٗ، وَ كُلُّ يَوْمٍ لَّا يُعْصَى اللّٰهُ فِيْهِ فَهُوَ عِيْدٌ.

(۴۲۸)

ایک عید کے موقع پر فرمایا:

عید صرف اس کیلئے ہے جس کے روزوں کو اللہ نے قبول کیا ہو اور اس کے قیام (نماز) کو قدر کی نگاہ سے دیکھا ہو، اور ہر وہ دن کہ جس میں اللہ کی معصیت نہ کی جائے عید کا دن ہے۔

اگر حس و ضمیر زندہ ہو تو گناہ کی تکلیف دہ یاد سے اطمینان قلب جاتا رہتا ہے۔ کیونکہ طمانیت و مسرت اسی وقت حاصل ہوتی ہے جب روح گناہ کے بوجھ سے ہلکی اور دامن معصیت کی آلائش سے پاک ہو اور سچی خوشی زمانہ اور وقت کی پابند نہیں ہوتی، بلکہ انسان جس دن چاہے گناہ سے بچ کر اس مسرت سے کیف اندوز ہو سکتا ہے اور یہی مسرت حقیقی مسرت اور عید کا پیغام ہو گی۔

ہر شب شبِ قدر است اگر قدر بدانی!

☆☆☆☆☆

(۴۲۹) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِنَّ اَعْظَمَ الْحَسَرَاتِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حَسْرَةُ رَجُلٍ كَسَبَ مَالًا فِىْ غَيْرِ طَاعَةِ اللّٰهِ، فَوَرِثَهٗ رَجُلٌ فَاَنْفَقَهٗ فِىْ طَاعَةِ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ، فَدَخَلَ بِهِ الْجَنَّةَ، وَ دَخَلَ الْاَوَّلُ بِهِ النَّارَ.

(۴۲۹)

قیامت کے دن سب سے بڑی حسرت اس شخص کی ہو گی جس نے اللہ کی نافرمانی کر کے مال حاصل کیا ہو، اور اس کا وارث وہ شخص ہوا ہو جس نے اسے اللہ کی اطاعت میں صرف کیا ہو، کہ یہ تو اس مال کی وجہ سے جنت میں داخل ہوا اور پہلا اس کی وجہ سے جہنم میں گیا۔

(۴۳۰) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِنَّ اَخْسَرَ النَّاسِ صَفْقَةً وَ اَخْيَبَهُمْ سَعْيًا، رَجُلٌ اَخْلَقَ بَدَنَهٗ فِىْ طَلَبِ مَالِهٖ، وَ لَمْ تُسَاعِدْهُ الْمَقَادِيْرُ عَلٰۤى اِرَادَتِهٖ،

(۴۳۰)

لین دین میں سب سے زیادہ گھاٹا اٹھانے والا اور دوڑ دھوپ میں سب سے زیادہ ناکام ہونے والا وہ شخص ہے جس نے مال کی طلب میں اپنے بدن کو بوسیدہ کر ڈالا ہو، مگر تقدیر نے اس کے ارادوں میں

فَخَرَجَ مِنَ الدُّنْيَا بِحَسْرَتِهٖ، وَ قَدِمَ عَلَى الْاٰخِرَةِ بِتَبِعَتِهٖ.

اس کا ساتھ نہ دیا ہو۔ لہٰذا وہ دنیا سے بھی حسرت لئے ہوئے گیا اور آخرت میں بھی اس کی پاداش کا سامنا کیا۔

انسان زندگی بھر تگ و دَو کرنے کی باوجود دنیا کی تمام کامرانیوں سے ہمکنار نہیں ہوسکتا۔ اگر کہیں سعی وطلب کے نتیجہ میں کامیاب ہوتا ہے تو اسے بہت سے موقعوں پر ناکامی و نامرادی سے دو چار اور تقدیر کے سامنے درماندہ و سرافگندہ ہو کر اپنے ارادوں سے دستبردار بھی ہونا پڑتا ہے۔ اگر غور کیا جائے تو بخوبی اس نتیجہ پر پہنچا جاسکتا ہے کہ جب دنیا طلب وکوشش کے باوجود حاصل نہیں ہوتی تو اُخروی کامرانی بغیر طلب وسعی کے کیونکر حاصل ہوسکتی ہے۔

دنیا طلبیدیم و به جایی نرسیدیم — یا ربّ چه شود آخرت نا طلبیده

☆☆☆☆☆

(۴۳۱) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلرِّزْقُ رِزْقَانِ: طَالِبٌ وَّ مَطْلُوْبٌ، فَمَنْ طَلَبَ الدُّنْيَا طَلَبَهُ الْمَوْتُ حَتّٰى يُخْرِجَهُ عَنْهَا، وَ مَنْ طَلَبَ الْاٰخِرَةَ طَلَبَتْهُ الدُّنْيَا حَتّٰى يَسْتَوْفِيَ رِزْقَهٗ مِنْهَا.

(۴۳۱)

رزق دو طرح کا ہوتا ہے: ایک وہ جو خود ڈھونڈتا ہے اور ایک وہ جسے ڈھونڈا جاتا ہے۔ چنانچہ جو دنیا کا طلبگار ہوتا ہے موت اس کو ڈھونڈتی ہے، یہاں تک کہ دنیا سے اسے نکال باہر کرتی ہے، اور جو شخص آخرت کا خواستگار ہوتا ہے دنیا خود اسے تلاش کرتی ہے، یہاں تک کہ وہ اس سے تمام وکمال اپنی روزی حاصل کر لیتا ہے۔

(۴۳۲) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللهِ هُمُ الَّذِيْنَ نَظَرُوْۤا اِلٰى بَاطِنِ الدُّنْيَا اِذَا نَظَرَ النَّاسُ اِلٰى ظَاهِرِهَا، وَ اشْتَغَلُوْا بِاٰجِلِهَا اِذَا اشْتَغَلَ النَّاسُ بِعَاجِلِهَا، فَاَمَاتُوْا مِنْهَا مَا خَشُوْۤا اَنْ يُّمِيْتَهُمْ وَ تَرَكُوْا مِنْهَا مَا عَلِمُوْۤا اَنَّهٗ سَيَتْرُكُهُمْ، وَ رَاَوُا اسْتِكْثَارَ غَيْرِهِمْ مِنْهَا اسْتِقْلَالًا، وَ دَرَكَهُمْ لَهَا فَوْتًا.

(۴۳۲)

دوستانِ خدا وہ ہیں کہ جب لوگ دنیا کے ظاہر کو دیکھتے ہیں تو وہ اس کے باطن پر نظر کرتے ہیں، اور جب لوگ اس کی جلد میسر آ جانے والی نعمتوں میں کھو جاتے ہیں تو وہ آخرت میں حاصل ہونے والی چیزوں میں منہمک رہتے ہیں، اور جن چیزوں کے متعلق انہیں یہ کھٹکا تھا کہ وہ انہیں تباہ کریں گی انہیں تباہ کرکے رکھ دیا، اور جن چیزوں کے متعلق انہوں نے جان لیا کہ وہ انہیں چھوڑ دینے والی ہیں انہیں انہوں نے خود چھوڑ دیا، اور دوسروں کے دنیا زیادہ سمیٹنے کو کم خیال کیا اور اسے حاصل کرنے کو کھونے کے برابر جانا۔

اَعۡدَآءُ مَا سَالَمَ النَّاسُ، وَ سِلۡمُ مَا عَادَى النَّاسُ! بِهِمۡ عُلِمَ الۡكِتَابُ وَ بِهٖ عُلِمُوۡا وَ بِهِمۡ قَامَ الۡكِتَابُ وَ بِهٖ قَامُوۡا، لَا يَرَوۡنَ مَرۡجُوًّا فَوۡقَ مَا يَرۡجُوۡنَ، وَ لَا مَخُوۡفًا فَوۡقَ مَا يَخَافُوۡنَ.

وہ ان چیزوں کے دشمن ہیں جن سے دوسروں کی دوستی ہے اور ان چیزوں کے دوست ہیں جن سے اوروں کو دشمنی ہے۔ ان کے ذریعہ سے قرآن کا علم حاصل ہوا اور قرآن کے ذریعہ سے ان کا علم ہوا، اور ان کے ذریعہ سے کتاب خدا محفوظ اور وہ اس کے ذریعہ سے برقرار رہیں۔ وہ جس چیز کی امید رکھتے ہیں اس سے کسی چیز کو بلند نہیں سمجھتے اور جس چیز سے خائف ہیں اس سے زیادہ کسی شے کو خوفناک نہیں جانتے۔

(٤٣٣) وَقَالَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ

اُذۡكُرُوا انۡقِطَاعَ اللَّذَّاتِ، وَ بَقَآءَ التَّبِعَاتِ.

(۴۳۳)

لذتوں کے ختم ہونے اور پاداشوں کے باقی رہنے کو یاد رکھو۔

(٤٣٤) وَقَالَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ

اُخۡبُرۡ تَقۡلِهٖ.

قَالَ الرَّضِيُّ: وَ مِنَ النَّاسِ مَنۡ يَرۡوِيۡ هٰذَا لِلرَّسُوۡلِ ﷺ، وَ مِمَّا يُقَوِّيۡ اَنَّهٗ مِنۡ كَلَامِ اَمِيۡرِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ مَا حَكَاهُ ثَعۡلَبٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابۡنُ الۡاَعۡرَابِيِّ، قَالَ: قَالَ الۡمَاْمُوۡنُ: لَوۡ لَا اَنَّ عَلِيًّا عَلَيۡهِ السَّلَامُ قَالَ: «اُخۡبُرۡ تَقۡلِهٖ» لَقُلۡتُ اَنَا: اقۡلِهٖ تَخۡبُرۡ.

(۴۳۴)

آزماؤ! کہ اس سے نفرت کرو۔

سید رضیؒ فرماتے ہیں کہ: کچھ لوگوں نے اس فقرے کی جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ سے روایت کی ہے، مگر اس کے کلام امیر المومنین علیہ السلام ہونے کے مؤیدات میں سے ہے وہ جسے ثعلب نے بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے ابن اعرابی نے بیان کیا کہ: مامون نے کہا کہ اگر حضرت علی علیہ السلام نے یہ نہ کہا ہوتا کہ «آزماؤ! کہ اس سے نفرت کرو»، تو میں یوں کہتا کہ: دشمنی کرو اس سے تاکہ آزماؤ۔

(٤٣٥) وَقَالَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَفۡتَحَ عَلٰى عَبۡدٍ بَابَ الشُّكۡرِ وَ يُغۡلِقَ عَنۡهُ بَابَ الزِّيَادَةِ، وَ لَا لِيَفۡتَحَ عَلٰى عَبۡدٍ بَابَ الدُّعَآءِ وَ يُغۡلِقَ عَنۡهُ بَابَ الۡاِجَابَةِ، وَ لَا لِيَفۡتَحَ لِعَبۡدٍ بَابَ التَّوۡبَةِ وَ يُغۡلِقَ عَنۡهُ بَابَ الۡمَغۡفِرَةِ.

(۴۳۵)

ایسا نہیں کہ اللہ کسی بندے کیلئے شکر کا دروازہ کھولے اور (نعمتوں کی) افزائش کا دروازہ بند کر دے، اور کسی بندے کیلئے دُعا کا دروازہ کھولے اور درِ قبولیت کو اس کیلئے بند رکھے، اور کسی بندے کیلئے توبہ کا دروازہ کھولے اور مغفرت کا دروازہ اس کیلئے بند کر دے۔

(٤٣٦) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَوْلَى النَّاسِ بِالْكَرَمِ مَنْ عَرَّقَتْ فِيْهِ الْكِرَامُ.

(۴۳۶)

لوگوں میں سب سے زیادہ کرم وبخشش کا وہ اہل ہے جس کا رشتہ اشراف سے ملتا ہو۔

(٤٣٧) وَسُئِلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَيُّمَا اَفْضَلُ: الْعَدْلُ، اَوِ الْجُوْدُ؟ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

اَلْعَدْلُ يَضَعُ الْاُمُوْرَ مَوَاضِعَهَا، وَ الْجُوْدُ يُخْرِجُهَا مِنْ جِهَتِهَا، وَ الْعَدْلُ سَآئِسٌ عَامٌّ، وَ الْجُوْدُ عَارِضٌ خَاصٌّ، فَالْعَدْلُ اَشْرَفُهُمَا وَ اَفْضَلُهُمَا.

(۴۳۷)

آپؑ سے دریافت کیا گیا کہ عدل بہتر ہے یا سخاوت؟ فرمایا کہ: عدل تمام امور کو ان کے موقع ومحل پر رکھتا ہے اور سخاوت ان کو ان کی حدوں سے باہر کر دیتی ہے۔ عدل سب کی نگہداشت کرنے والا ہے اور سخاوت اسی سے مخصوص ہوگی جسے دیا جائے۔ لہٰذا عدل سخاوت سے بہتر و برتر ہے۔

(٤٣٨) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلنَّاسُ اَعْدَآءُ مَا جَهِلُوْا.

(۴۳۸)

لوگ جس چیز کو نہیں جانتے اس کے دشمن ہوتے ہیں۔

(٤٣٩) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلزُّهْدُ كُلُّهٗ بَيْنَ كَلِمَتَيْنِ مِنَ الْقُرْاٰنِ: قَالَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ: ﴿لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَ لَا تَفْرَحُوْا بِمَاۤ اٰتٰىكُمْ ؕ﴾، وَ مَنْ لَّمْ يَاْسَ عَلَى الْمَاضِيْ، وَ لَمْ يَفْرَحْ بِالْاٰتِيْ، فَقَدْ اَخَذَ الزُّهْدَ بِطَرَفَيْهِ.

(۴۳۹)

زہد کی مکمل تعریف قرآن کے دو جملوں میں ہے: ارشادِ الٰہی ہے: ”جو چیز تمہارے ہاتھ سے جاتی رہے اس پر رنج نہ کرو، اور جو چیز خدا تمہیں دے اس پر اتراؤ نہیں“۔ لہٰذا جو شخص جانے والی چیز پر افسوس نہیں کرتا اور آنے والی چیز پر اتراتا نہیں، اس نے زہد کو دونوں سمتوں سے سمیٹ لیا۔

(٤٤٠) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَاۤ اَنْقَضَ النَّوْمَ لِعَزَآئِمِ الْيَوْمِ.

(۴۴۰)

نیند دن کی مہموں میں بڑی کمزوری پیدا کرنے والی ہے۔

(٤٤١) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْوِلَايَاتُ مَضَامِيْرُ الرِّجَالِ.

(۴۴۱)

حکومت لوگوں کیلئے آزمائش کا میدان ہے۔

(٤٤٢) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَيْسَ بَلَدٌ بِاَحَقَّ بِكَ مِنْ بَلَدٍ، خَيْرُ الْبِلَادِ مَا حَمَلَكَ.

(۴۴۲)

تمہارے لئے ایک شہر دوسرے شہر سے زیادہ حقدار نہیں، (بلکہ) بہترین شہر وہ ہے جو تمہارا بوجھ اٹھائے۔

(۴۴۳) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَ قَدْ جَآءَهٗ نَعْیُ الْاَشْتَرِ رَحِمَهُ اللّٰهُ:

مَالِكٌ وَّ مَا مَالِكٌ! وَاللّٰهِ! لَوْ كَانَ جَبَلًا لَّكَانَ فِنْدًا، وَ لَوْ كَانَ حَجَرًا لَّكَانَ صَلْدًا، لَا يَرْتَقِيْهِ الْحَافِرُ، وَلَا يُوْفِیْ عَلَيْهِ الطَّآئِرُ.

قَالَ الرَّضِیُّ: «اَلْفِنْدُ»: اَلْمُنْفَرِدُ مِنَ الْجِبَالِ.

(۴۴۳)

جب مالک اشتر رحمہ اللہ کی خبر شہادت آئی تو فرمایا:

مالک، اور مالک کیا شخص تھا! خدا کی قسم! اگر وہ پہاڑ ہوتا تو ایک کوہ بلند ہوتا اور اگر پتھر ہوتا تو ایک سنگ گراں ہوتا کہ نہ تو اس کی بلندیوں تک کوئی سُم پہنچ سکتا اور نہ کوئی پرندہ وہاں تک پر مار سکتا۔

سیّد رضیؒ کہتے ہیں کہ: ”فند“ اُس پہاڑ کو کہتے ہیں جو دوسرے پہاڑوں سے الگ ہو۔

(۴۴۴) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

قَلِيْلٌ مَّدُوْمٌ عَلَيْهِ خَيْرٌ مِّنْ كَثِيْرٍ مَّمْلُوْلٍ مِّنْهُ.

(۴۴۴)

وہ تھوڑا سا عمل جس میں ہمیشگی ہو اس زیادہ سے بہتر ہے جو دل تنگی کا باعث ہو۔

(۴۴۵) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِذَا كَانَ فِیْ رَجُلٍ خَلَّةٌ رَآئِقَةٌ فَانْتَظِرُوْا اَخَوَاتِهَا.

(۴۴۵)

اگر کسی آدمی میں عمدہ و پاکیزہ خصلت ہو تو ویسی ہی دوسری خصلتوں کے متوقع رہو۔

انسان میں جو اچھی یا بری خصلت پائی جاتی ہے، وہ اس کی افتادِ طبیعت کی وجہ سے وجود میں آتی ہے اور اگر طبیعت ایک خصلت کی مقتضی ہے تو اس خصلت سے ملتے جلتے ہوئے دوسرے خصائل کی بھی مقتضی ہو گی۔ اس لئے کہ طبیعت کے تقاضے دونوں جگہ پر یکساں کارفرما ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایک شخص اگر زکوٰۃ و خمس ادا کرتا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کی طبیعت ممسک و بخیل نہیں۔ لہٰذا اس سے یہ توقع بھی کی جا سکتی ہے کہ وہ دوسرے امورِ خیر میں بھی خرچ کرنے سے دریغ نہیں کرے گا۔ اسی طرح اگر کوئی جھوٹ بولتا ہے تو اس سے یہ امید بھی کی جا سکتی ہے کہ وہ غیبت بھی کرے گا۔ کیونکہ یہ دونوں عادتیں ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں۔

☆☆☆☆☆

(۴۴۶) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لِغَالِبِ بْنِ صَعْصَعَةَ اَبِی الْفَرَزْدَقِ، فِیْ كَلَامٍ دَارَ بَيْنَهُمَا:

مَا فَعَلَتْ اِبِلُكَ الْكَثِيْرَةُ؟

قَالَ: ذَعْذَعَتْهَا الْحُقُوْقُ يَآ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ،

(۴۴۶)

فرزدق کے باپ غالب ابن صعصعہ سے باہمی گفتگو کے دوران فرمایا:

وہ تمہارے بہت سے اونٹ کیا ہوئے؟

کہا کہ حقوق (کی ادائیگی) نے انہیں منتشر کر دیا۔

فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: ذٰلِكَ اَحْمَدُ سُبُلِهَا.

فرمایا کہ: یہ تو ان کا انتہائی اچھا مصرف ہوا۔

(٤٤٧) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَنِ اتَّجَرَ بِغَيْرِ فِقْهٍ فَقَدِ ارْتَطَمَ فِي الرِّبَا.

(۴۴۷)

جو شخص احکام فقہ کے جانے بغیر تجارت کرے گا وہ رِبا میں مبتلا ہو جائے گا۔

(٤٤٨) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَنْ عَظَّمَ صِغَارَ الْمَصَآئِبِ ابْتَلَاهُ اللهُ بِكِبَارِهَا.

(۴۴۸)

جو شخص ذرا سی مصیبت کو بڑی اہمیت دیتا ہے اللہ اسے بڑی مصیبتوں میں مبتلا کر دیتا ہے۔

(٤٤٩) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَنْ كَرُمَتْ عَلَيْهِ نَفْسُهٗ هَانَتْ عَلَيْهِ شَهْوَتُهٗ.

(۴۴۹)

جس کی نظر میں خود اپنے نفس کی عزت ہو گی وہ اپنی نفسانی خواہشوں کو بے وقعت سمجھے گا۔

(٤٥٠) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَا مَزَحَ امْرُؤٌ مَّزْحَةً اِلَّا مَجَّ مِنْ عَقْلِهٖ مَجَّةً.

(۴۵۰)

کوئی شخص کسی دفعہ ہنسی مذاق نہیں کرتا مگر یہ کہ وہ اپنی عقل کا ایک حصہ اپنے سے الگ کر دیتا ہے۔

(٤٥١) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

زُهْدُكَ فِيْ رَاغِبٍ فِيْكَ نُقْصَانُ حَظٍّ، وَ رَغْبَتُكَ فِيْ زَاهِدٍ فِيْكَ ذُلُّ نَفْسٍ.

(۴۵۱)

جو تمہاری طرف جھکے اس سے بے اعتنائی برتنا اپنے حظ و نصیب میں خسارہ کرنا ہے، اور جو تم سے بے رخی اختیار کرے اس کی طرف جھکنا نفس کی ذلت ہے۔

(٤٥٢) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْغِنٰى وَ الْفَقْرُ بَعْدَ الْعَرْضِ عَلَى اللهِ.

(۴۵۲)

اصل فقر و غنا (قیامت میں) اللہ کے سامنے پیش ہونے کے بعد ہو گا۔

(٤٥٣) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَا زَالَ الزُّبَيْرُ رَجُلًا مِّنَّآ اَهْلَ الْبَيْتِ حَتّٰى نَشَاَ ابْنُهُ الْمَشْؤُوْمُ عَبْدُ اللهِ.

(۴۵۳)

زبیر ہمیشہ ہمارے گھر کا آدمی رہا، یہاں تک کہ اس کا بد بخت بیٹا عبد اللہ نمودار ہوا۔

(٤٥٤) وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

مَا لِابْنِ اٰدَمَ وَ الْفَخْرِ: اَوَّلُهٗ نُطْفَةٌ، وَ اٰخِرُهٗ جِیْفَةٌ، وَ لَا یَرْزُقُ نَفْسَهٗ، وَلَا یَدْفَعُ حَتْفَهٗ.

(۴۵۴)

فرزند آدم کو فخر و مباہات سے کیا ربط! جبکہ اس کی ابتدا نطفہ اور انتہا مردار ہے، وہ نہ اپنے لئے روزی کا سامان کرسکتا ہے، نہ موت کو اپنے سے ہٹا سکتا ہے۔

اگر انسان اپنی تخلیق کی ابتدائی صورت اور جسمانی شکست و ریخت کے بعد کی حالت کا تصور کرے تو وہ فخر و غرور کے بجائے اپنی حقارت و پستی کا اعتراف کرنے پر مجبور ہوگا۔ کیونکہ وہ دیکھے گا کہ ایک وقت وہ تھا کہ صفحہ ہستی پر اس کا نام و نشان بھی نہ تھا کہ خداوند عالم نے نطفہ کے ایک حقیر قطرہ سے اس کے وجود کی بنیاد رکھی جو شکم مادر میں ایک لوتھڑے کی صورت میں رونما ہوا اور غلیظ خون سے پلتا اور نشو و نما پاتا رہا اور جب جسمانی تکمیل کے بعد زمین پر قدم رکھا تو اتنا بے بس اور لاچار کہ نہ بھوک پیاس پر اختیار، نہ مرض و صحت پر قابو، نہ نفع نقصان ہاتھ میں اور نہ موت و حیات بس میں۔ نہ معلوم کب ہاتھ پیروں کی حرکت جواب دے جائے، حس و شعور کی قوتیں ساتھ چھوڑ جائیں، آنکھوں کا نور چھن جائے اور کانوں کی سماعت سلب ہو جائے اور کب موت روح کو جسم سے الگ کرے اور اسے گلنے سڑنے کیلئے چھوڑ جائے، تاکہ چیل، گدھیں اسے نوچیں، یا قبر میں اسے کیڑے کھائیں۔

مَا بَالُ مَنْ اَوَّلُهٗ نُطْفَةٌ

وَ جِیْفَةٌ اٰخِرُهٗ یَفْخَرُ؟!

☆☆☆☆☆

(٤٥٥) وَسُئِلَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

مَنْ اَشْعَرُ الشُّعَرَآءِ؟ فَقَالَ علیہ السلام:

اِنَّ الْقَوْمَ لَمْ یَجْرُوْا فِیْ حَلْبَةٍ تُعْرَفُ الْغَایَةُ عِنْدَ قَصَبَتِهَا، فَاِنْ كَانَ وَ لَا بُدَّ فَالْمَلِكُ الضِّلِّیْلُ.

یُرِیْدُ امْرَاَ الْقَیْسِ.

(۴۵۵)

حضرتؑ سے پوچھا گیا کہ سب سے بڑا شاعر کون ہے؟ فرمایا کہ: شعرا کی دوڑ ایک روش پر نہ تھی کہ گوئے سبقت لے جانے سے ان کی آخری حد کو پہچانا جائے، اور اگر ایک کو ترجیح دینا ہی ہے تو پھر ”ملک ضلیل“ (گمراہ بادشاہ) ہے۔

سیّد رضی کہتے ہیں کہ: حضرتؑ نے اس سے امرأالقیس مراد لیا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ شعراء میں موازنہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے جب ان کے توسن فکر ایک ہی میدان سخن میں جولانیاں دکھائیں اور جبکہ ایک روش دوسرے کی روش سے جدا اور ایک کا اسلوب کلام دوسرے کے اسلوب کلام سے مختلف ہے، تو یہ فیصلہ کرنا بہت مشکل ہے کہ کون میدان ہار گیا اور کون گوئے سبقت لے گیا۔ چنانچہ مختلف اعتبارات سے ایک کو دوسرے پر ترجیح دی جاتی ہے اور اگر کوئی کسی لحاظ سے اور کوئی کسی لحاظ سے اشعر سمجھا جاتا رہا ہے جیسا کہ مشہور مقولہ ہے کہ:

اَشْعَرُ الْعَرَبِ امْرَئُ الْقَيْسِ اِذَا رَكِبَ، وَ الْاَعْشٰى اِذَا رَغِبَ، وَ النَّابِغَةُ اِذَا رَهِبَ.

عرب کا سب سے بڑا شاعر ”امرأالقیس“ ہے جب وہ سوار ہو اور ”اعشیٰ“ جب وہ کسی چیز کا خواہشمند ہو اور ”نابغہ“ جب اسے خوف و ہراس ہو۔

لیکن اس تقیید کے باوجود امرأالقیس حسن تخییل ولطفِ محاکات اور اَن چھوتی تشبیہات اور نادر استعارات کے لحاظ سے طبقہ اولیٰ کے شعراء میں سب سے اونچی سطح پر سمجھا جاتا ہے۔ اگرچہ اس کے اکثر اشعار عام معیارِ اخلاق سے گرے ہوئے اور فحش مضامین پر مشتمل ہیں، مگر اس فحش نگاری کے باوجود اس کی فنی عظمت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے کہ فنکار صرف فنی زاویہ نگاہ سے شعر کے حسن و قبح کو دیکھتا ہے اور دوسری حیثیات کو جو فن میں دخیل نہیں ہوتیں، نظرانداز کر دیتا ہے۔

بہرحال امرأالقیس عرب کا نامور شاعر تھا اور اس کا باپ حجر کندی سلاطین کندہ کا آخری فرد اور صاحب علم وسپاہ تھا اور بنی تغلب کے مشہور شاعر و سخن ران ”کلیب“ اور ”مہلہل“ اس کے ماموں ہوتے تھے۔ اس لئے فطری رجحان کے علاوہ یہ اپنے ننھیال کی طرف سے بھی شعر و سخن کا ورثہ دار تھا اور سرزمین نجد کی آزاد فضا اور عیش و تنعم کے گہوارے میں تربیت پانے کی وجہ سے شورہ پشتی و سرمستی اس کے خمیر میں رچ بس گئی تھی۔ چنانچہ حسن و عشق اور نغمہ و شعر کی کیف آور فضاؤں میں پوری طرح کھو گیا۔ باپ نے باز رکھنا چاہا، مگر اس کی کوئی نصیحت کارگر نہ ہوئی۔ آخر اس نے مجبور ہو کر اسے الگ کر دیا۔ الگ ہونے کے بعد اس کیلئے کوئی روک ٹوک نہ تھی۔ پوری طرح دادِ عیش و عشرت دینے پر اتر آیا اور جب اپنے باپ کے مارے جانے کی اسے خبر ہوئی تو اس کے قصاص کیلئے کمربستہ ہوا اور مختلف قبیلوں کے چکر لگائے تاکہ ان سے مدد حاصل کرے اور جب کہیں سے حسب دلخواہ امداد حاصل نہ ہوئی تو قیصر روم کے ہاں جا پہنچا اور اس سے مدد کا طالب ہوا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ وہاں بھی اس نے ایک ناشائستہ حرکت کی جس سے قیصر روم نے اسے ٹھکانے لگانے کیلئے ایک زہر آلودہ پیراہن دیا، جس کے پہنتے ہی زہر کا اثر اس کے جسم میں سرایت کر گیا اور اسی زہر کے نتیجہ میں اس کی موت واقع ہوئی اور انقرہ میں دفن ہوا۔

☆☆☆☆☆

(٤٥٦) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلَا حُرٌّ يَّدَعُ هٰذِهِ اللُّمَاظَةَ لِاَهْلِهَا؟ اِنَّهٗ لَيْسَ لِاَنْفُسِكُمْ ثَمَنٌ اِلَّا الْجَنَّةَ، فَلَا تَبِيْعُوْهَا اِلَّا بِهَا.

(۴۵۶)

کیا کوئی جوانمرد ہے جو اس چبائے ہوئے لقمہ (دنیا) کو اس کے اہل کیلئے چھوڑ دے۔ تمہارے نفسوں کی قیمت صرف جنت ہے۔ لہٰذا جنت کے علاوہ اور کسی قیمت پر انہیں نہ بیچو۔

(٤٥٧) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَنْهُوْمَانِ لَا يَشْبَعَانِ: طَالِبُ عِلْمٍ، وَ طَالِبُ دُنْيَا.

(۴۵۷)

دو ایسے خواہشمند ہیں جو سیر نہیں ہوتے: طالبِ علم اور طلبگارِ دنیا۔

(٤٥٨) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

عَلَامَةُ الْاِيْمَانِ اَنْ تُؤْثِرَ الصِّدْقَ حَيْثُ يَضُرُّكَ عَلَى الْكَذِبِ حَيْثُ يَنْفَعُكَ، وَ اَنْ لَّا يَكُوْنَ فِيْ حَدِيْثِكَ فَضْلٌ عَنْ عَمَلِكَ، وَ اَنْ تَتَّقِيَ اللّٰهَ فِيْ حَدِيْثِ غَيْرِكَ.

(۴۵۸)

ایمان کی علامت یہ ہے کہ جہاں تمہارے لئے سچائی باعث نقصان ہو اسے جھوٹ پر ترجیح دو، خواہ وہ تمہارے فائدہ کا باعث ہو رہا ہو۔ اور تمہاری باتیں تمہارے عمل سے زیادہ نہ ہوں اور دوسرے کے متعلق بات کرنے میں اللہ کا خوف کرتے رہو۔

(٤٥٩) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

يَغْلِبُ الْمِقْدَارُ عَلَى التَّقْدِيْرِ حَتّٰى تَكُوْنَ الْاٰفَةُ فِي التَّدْبِيْرِ.

قَالَ الرَّضِيُّ: وَ قَدْ مَضٰى هٰذَا الْمَعْنٰى فِيْمَا تَقَدَّمَ بِرِوَايَةٍ تُخَالِفُ هٰذِهِ الْاَلْفَاظَ.

(۴۵۹)

تقدیر ٹھہرائے ہوئے اندازے پر غالب آجاتی ہے۔ یہاں تک کہ چارہ سازی ہی تباہی و آفت بن جاتی ہے۔

سیّد رضیؒ فرماتے ہیں کہ: یہ مطلب اس سے مختلف لفظوں میں پہلے بھی گزر چکا ہے۔

(٤٦٠) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْحِلْمُ وَ الْاَنَاةُ تَوْاَمَانِ يُنْتِجُهُمَا عُلُوُّ الْهِمَّةِ.

(۴۶۰)

برد باری اور صبر دونوں کا ہمیشہ ہمیشہ کا ساتھ ہے اور یہ دونوں بلند ہمتی کا نتیجہ ہیں۔

(٤٦١) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْغِيْبَةُ جُهْدُ الْعَاجِزِ.

(۴۶۱)

کمزور کا یہی زور چلتا ہے کہ وہ پیٹھ پیچھے برائی کرے۔

(٤٦٢) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

رُبَّ مَفْتُوْنٍ بِحُسْنِ الْقَوْلِ فِيْهِ.

(۴۶۲)

بہت سے لوگ اس وجہ سے فتنہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ ان کے بارے میں اچھے خیالات کا اظہار کیا جاتا ہے۔

(٤٦٣) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلدُّنْيَا خُلِقَتْ لِغَيْرِهَا، وَ لَمْ تُخْلَقْ لِنَفْسِهَا.

(۴۶۳)

دنیا ایک دوسری منزل کیلئے پیدا کی گئی ہے، نہ اپنے (بقا و دوام کے) لئے۔

(٤٦٤) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِنَّ لِبَنِيْۤ اُمَيَّةَ مِرْوَدًا يَجْرُوْنَ فِيْهِ، وَ لَوْ قَدِ اخْتَلَفُوْا فِيْمَا بَيْنَهُمْ ثُمَّ كَادَتْهُمُ

(۴۶۴)

بنی امیہ کیلئے ایک مرود (مہلت کا میدان) ہے جس میں وہ دوڑ لگا رہے ہیں، جب ان میں باہمی اختلاف رونما ہو تو پھر بجّو بھی ان پر حملہ

الضِّبَاعُ لَغَلَبَتْهُمْ.

وَ «الْمِرْوَدُ» هٰهُنَا مِفْعَلٌ مِّنَ الْاِرْوَادِ، وَ هُوَ الْاِمْهَالُ وَ الْاِنْظَارُ، وَ هٰذَا مِنْ اَفْصَحِ الْكَلَامِ وَ اَغْرَبِهٖ، فَكَاَنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ شَبَّهَ الْمُهْلَةَ الَّتِیْ هُمْ فِيْهَا بِالْمِضْمَارِ الَّذِیْ يَجْرُوْنَ فِيْهِ اِلَى الْغَايَةِ، فَاِذَا بَلَغُوْا مُنْقَطَعَهَا انْتَقَضَ نِظَامُهُمْ بَعْدَهَا.

کریں تو ان پر غالب آجائیں گے۔

(سیّد رضیؒ فرماتے ہیں کہ:) ’’مرود‘‘ ارواد سے مِفعَل کے وزن پر ہے اور اس کے معنی مہلت و فرصت دینے کے ہیں اور یہ بہت فصیح اور عجیب و غریب کلام ہے۔ گویا آپؑ نے ان کے زمانہ مہلت کو ایک میدان سے تشبیہ دی ہے جس میں انتہا کی حدتک پہنچنے کیلئے دوڑ رہے ہیں۔ چنانچہ جب اپنی آخری حدتک پہنچ جائیں گے تو ان کا نظام درہم برہم ہوجائے گا۔

یہ پیشین گوئی بنی اُمیہ کی سلطنت کے زوال وانقراض کے متعلق ہے جو حرف بحرف پوری ہوئی۔ اس سلطنت کی بنیاد معاویہ ابن ابی سفیان نے رکھی اور نوے برس گیارہ مہینے اور تیرہ دن کے بعد ۱۳۲ ہجری میں مروان الحمار پر ختم ہوگئی۔ بنی اُمیہ کا دور ظلم وستم اور قہر واستبداد کے لحاظ سے آپ اپنی نظیر تھا۔ اس عہد کے مطلق العنان حکمرانوں نے ایسے ایسے مظالم کئے کہ جن سے اسلام کا دامن داغدار، تاریخ کے اوراق سیاہ اور روح انسانیت مجروح نظر آتی ہے۔ انہوں نے اپنے شخصی اقتدار کو برقرار رکھنے کیلئے ہر تباہی و بربادی کو جائز قرار دے لیا تھا۔ مکہ پر فوجوں کی یلغار کی، خانہ کعبہ پر آگ برسائی، مدینہ کو اپنی بہیمانہ خواہشوں کا مرکز بنایا اور مسلمانوں کے قتل عام سے خون کی ندیاں بہادیں۔

آخر ان سفاکیوں اور خونریزیوں کے نتیجہ میں ہر طرف سے بغاوتیں اور سازشیں اٹھ کھڑی ہوئیں اور ان کے اندرونی خلفشار اور باہمی رزم آرائی نے ان کی بربادی کا راستہ ہموار کردیا۔ اگرچہ سیاسی اضطراب ان میں پہلے ہی سے شروع ہوچکا تھا مگر ولید ابن یزید کے دور میں کھلم کھلا نزاع کا دروازہ کھل گیا اور ادھر چپکے چپکے بنی عباس نے بھی پر پرزے نکالنا شروع کئے اور مروان الحمار کے دور میں ’’خلافت الٰہیہ‘‘ کے نام سے ایک تحریک شروع کردی اور اس تحریک کو کامیاب بنانے کیلئے انہیں ابومسلم خراسانی ایسا امیر سپاہ مل گیا جو سیاسی حالات وواقعات کا جائزہ لینے کے علاوہ فنون حرب میں بھی پوری مہارت رکھتا تھا۔ چنانچہ اس نے خراسان کو مرکز قرار دے کر اُمویوں کے خلاف ایک جال بچھادیا اور عباسیوں کو برسر اقتدار لانے میں کامیاب ہوگیا۔ یہ شخص ابتدا میں گمنام اور غیر معروف تھا۔ چنانچہ اسی گمنامی وپستی کی بنا پر حضرتؑ نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو ’’بجو‘‘ سے تعبیر کیا ہے کہ جو ادنیٰ وفرومایہ لوگوں کیلئے بطور استعارہ استعمال ہوتا ہے۔

(٤٦٥) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فِیْ مَدْحِ الْاَنْصَارِ:

هُمْ وَ اللّٰهِ! رَبَّوُا الْاِسْلَامَ كَمَا يُرَبَّى الْفِلْوُ مَعَ غَنَآئِهِمْ بِاَيْدِيْهِمُ السِّبَاطِ وَ اَلْسِنَتِهِمُ السِّلَاطِ.

(۴۶۵)

انصار کی مدح وتوصیف میں فرمایا:

خدا کی قسم! انہوں نے اپنی خوشحالی سے اسلام کی اس طرح تربیت کی جس طرح یکسالہ بچھڑے کو پالا پوسا جاتا ہے، اپنے کریم ہاتھوں اور زبانوں کے ساتھ۔

(٤٦٦) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْعَيْنُ وِكَآءُ السَّهِ.

قَالَ الرَّضِيُّ: وَ هٰذِهٖ مِنَ الْاِسْتِعَارَاتِ الْعَجِيْبَةِ، كَاَنَّهٗ شَبَّهَ السَّهَ بِالْوِعَآءِ، وَ الْعَيْنَ بِالْوِكَآءِ، فَاِذَا اُطْلِقَ الْوِكَآءُ لَمْ يَنْضَبِطِ الْوِعَآءُ.

وَ هٰذَا الْقَوْلُ فِی الْاَشْهَرِ الْاَظْهَرِ مِنْ كَلَامِ النَّبِیِّ ﷺ، وَ قَدْ رَوَاهُ قَوْمٌ لِاَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَ ذَكَرَ ذٰلِكَ الْمُبَرَّدُ فِیْ كِتَابِ «الْمُقْتَضَبِ» فِیْ بَابِ اللَّفْظِ بِالْحُرُوْفِ، وَ قَدْ تَكَلَّمْنَا عَلٰى هٰذِهِ الْاِسْتِعَارَةِ فِیْ كِتَابِنَا الْمَوْسُوْمِ: بِـ«مَجَازَاتِ الْاٰثَارِ النَّبَوِيَّةِ».

(۴۶۶)

آنکھ عقب کیلئے تسمہ ہے۔

سیّد رضیؒ فرماتے ہیں کہ: یہ کلام عجیب و غریب استعارات میں سے ہے۔ گویا آپؑ نے عقب کو ظرف سے اور آنکھ کو تسمہ سے تشبیہ دی ہے۔ اور جب تسمہ کھول دیا جائے تو برتن (میں جو کچھ ہوتا ہے) رک نہیں سکتا۔ مشہور و واضح یہ ہے کہ یہ پیغمبر ﷺ کا ارشاد ہے، مگر کچھ لوگوں نے اسے امیر المومنین علیہ السلام سے بھی روایت کیا ہے۔ چنانچہ مبرد نے اس کا اپنی کتاب ”المقتضب“ باب اللفظ بالحروف میں ذکر کیا ہے اور ہم نے اپنی کتاب ”مجازات الآثار النبویہ“ میں اس استعارہ کے متعلق بحث کی ہے۔

(٤٦٧) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فِیْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

وَ وَلِيَهُمْ وَالٍ فَاَقَامَ وَ اسْتَقَامَ، حَتّٰى ضَرَبَ الدِّيْنُ بِجِرَانِهٖ.

(۴۶۷)

ایک کلام کے ضمن میں آپؑ نے فرمایا:

لوگوں کے امور کا ایک حاکم و فرماں روا ذمہ دار ہوا جو سیدھے راستے پر چلا اور دوسروں کو اس راہ پر لگایا۔ یہاں تک کہ دین نے اپنا سینہ ٹیک دیا۔

(٤٦٨) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

يَاْتِیْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ عَضُوْضٌ يَّعَضُّ الْمُوْسِرُ فِيْهِ عَلٰى مَا فِیْ يَدَيْهِ وَ لَمْ يُؤْمَرْ بِذٰلِكَ، قَالَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ: ﴿وَ لَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ؕ﴾، تَنْهَدُ فِيْهِ الْاَشْرَارُ، وَ تُسْتَذَلُّ الْاَخْيَارُ، وَ يُبَايِعُ الْمُضْطَرُّوْنَ،

(۴۶۸)

لوگوں پر ایک ایسا گزند پہنچانے والا دور آئے گا جس میں مالدار اپنے مال میں بخل کرے گا حالانکہ اسے یہ حکم نہیں۔ چنانچہ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے کہ: ”آپس میں حسن سلوک کو فراموش نہ کرو“۔ اس زمانہ میں شریر لوگ اٹھ کھڑے ہوں گے اور نیکو کار ذلیل و خوار سمجھے جائیں گے اور مجبور اور بے بس لوگوں سے خرید و فروخت کی جائے گی،

وَ قَدْ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ بَيْعِ الْمُضْطَرِّيْنَ.

حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجبور و مضطر لوگوں سے (اونے پونے) خریدنے کو منع کیا ہے۔

مجبور و مضطر لوگوں سے معاملہ عموماً اس طرح ہوتا ہے کہ ان کی احتیاج و ضرورت سے ناجائز فائدہ اٹھا کر ان سے سستے داموں چیزیں خرید لی جاتی ہیں اور مہنگے داموں ان کے ہاتھ فروخت کی جاتی ہیں۔ اس پریشان حالی میں ان کی مجبوری و بے بسی سے فائدہ اٹھانے کی کوئی مذہب اجازت نہیں دیتا اور نہ آئین اخلاق میں اس کی کوئی گنجائش ہے کہ دوسرے کی اضطراری کیفیت سے نفع اندوزی کی راہیں نکالی جائیں۔

(۴۶۹) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(۴۶۹)

يَهْلِكُ فِيَّ رَجُلَانِ: مُحِبٌّ مُّفْرِطٌ، وَ بَاهِتٌ مُّفْتَرٍ.

میرے بارے میں دو قسم کے لوگ ہلاکت میں مبتلا ہونگے: ایک محبت میں حد سے بڑھ جانیوالا، اور دوسرا جھوٹ و افترا باندھنے والا۔

قَالَ الرَّضِيُّ: وَ هٰذَا مِثْلُ قَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

هَلَكَ فِيَّ رَجُلَانِ: مُحِبٌّ غَالٍ، وَ مُبْغِضٌ قَالٍ.

سید رضیؒ کہتے ہیں کہ: حضرتؑ کا یہ قول اس ارشاد کے مانند ہے کہ:

میرے بارے میں دو قسم کے لوگ ہلاک ہوئے: ایک محبت میں غلو کرنے والا، اور دوسرا دشمنی و عناد رکھنے والا۔

(۴۷۰) وَسُئِلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(۴۷۰)

عَنِ التَّوْحِيْدِ وَ الْعَدْلِ، فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

اَلتَّوْحِيْدُ اَنْ لَّا تَتَوَهَّمَهٗ، وَ الْعَدْلُ اَنْ لَّا تَتَّهِمَهٗ.

حضرتؑ سے توحید و عدل کے متعلق سوال کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا:

توحید یہ ہے کہ اسے اپنے وہم و تصور کا پابند نہ بناؤ اور عدل یہ ہے کہ اس پر الزامات نہ لگاؤ۔

عقیدۂ توحید اس وقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک اس میں ”تنزیہ“ کی آمیزش نہ ہو۔ یعنی اسے جسم و صورت اور مکان و زمان کے حدود سے بالاتر سمجھتے ہوئے اپنے اوہام و ظنون کا پابند نہ بنایا جائے، کیونکہ جسے اوہام و ظنون کا پابند بنایا جائے گا، وہ خدا نہیں ہوگا، بلکہ ذہن انسانی کی پیداوار ہوگا اور ذہنی قوتیں دیکھی بھالی ہوئی چیزوں ہی میں محدود رہتی ہیں۔ لہٰذا انسان جتنا گڑھی ہوئی تمثیلوں اور قوت واہمہ کی خیال آرائیوں سے اسے سمجھنے کی کوشش کرے گا، اتنا ہی حقیقت سے دور ہوتا جائے گا۔ چنانچہ امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے:

كُلُّ مَا مَيَّزْتُمُوْهُ بِاَوْهَامِكُمْ فِيْ اَدَقِّ مَعَانِيْهِ، فَهُوَ مَخْلُوْقٌ مِّثْلُكُمْ، مَرْدُوْدٌ اِلَيْكُمْ.

جب بھی تم اسے اپنے تصور و وہم کا پابند بناؤ گے، وہ خدا نہیں رہے گا، بلکہ تمہاری طرح کی مخلوق اور تمہاری ہی طرف پلٹنے والی کوئی چیز ہوگی۔ (منہاج البراعہ، ج۱۰، ص۳۱۵)

اور ”عدل“ یہ ہے کہ ظلم و قبح کی جتنی صورتیں ہو سکتی ہیں ان کی ذات باری سے نفی کی جائے اور اسے ان چیزوں سے متہم نہ کیا جائے کہ جو بُری اور

بے فائدہ ہیں اور جنہیں عقل اس کیلئے کسی طرح تجویز نہیں کر سکتی۔ چنانچہ قدرت کا ارشاد ہے:

﴿وَتَمَّتۡ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدۡقًا وَّعَدۡلًا ؕ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ﴾

تمہارے پروردگار کی بات سچائی اور عدل کے ساتھ پوری ہوئی۔ کوئی چیز اس کی باتوں میں تبدیلی پیدا نہیں کر سکتی۔

(سورۂ انعام، آیت ۱۱۵)

☆☆☆☆☆

(٤٧١) وَقَالَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ

لَا خَيۡرَ فِي الصَّمۡتِ عَنِ الۡحُكۡمِ، كَمَاۤ اَنَّهٗ لَا خَيۡرَ فِي الۡقَوۡلِ بِالۡجَهۡلِ.

(۴۷۱)

حکمت کی بات سے خاموشی اختیار کرنا کوئی خوبی نہیں، جس طرح جہالت کے ساتھ بات کرنے میں کوئی بھلائی نہیں۔

(٤٧٢) وَقَالَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ

فِيۡ دُعَآءٍ اسۡتَسۡقٰى بِهٖ:

اَللّٰهُمَّ اسۡقِنَا ذُلُلَ السَّحَابِ دُوۡنَ صِعَابِهَا.

قَالَ الرَّضِيُّ: وَ هٰذَا مِنَ الۡكَلَامِ الۡعَجِيۡبِ الۡفَصَاحَةِ، وَ ذٰلِكَ اَنَّهٗ عَلَيۡهِ السَّلَامُ شَبَّهَ السَّحَابَ ذَوَاتِ الرُّعُوۡدِ وَ الۡبَوَارِقِ وَ الرِّيَاحِ وَ الصَّوَاعِقِ بِالۡاِبِلِ الصِّعَابِ الَّتِيۡ تَقۡمُصُ بِرِحَالِهَا وَ تَقِصُّ بِرُكۡبَانِهَا، وَ شَبَّهَ السَّحَابَ خَالِيَةً مِّنۡ تِلۡكَ الرَّوَآئِعِ بِالۡاِبِلِ الذُّلُلِ الَّتِيۡ تُحۡتَلَبُ طَيِّعَةً وَّ تُقۡتَعَدُ مُسۡمِحَةً.

(۴۷۲)

طلب باراں کی ایک دُعا میں فرمایا:

بارِالٰہا! ہمیں فرمانبردار اَبروں سے سیراب کر، نہ اُن ابروں سے جو سرکش اور منہ زور ہوں۔

سیّد رضیؒ کہتے ہیں کہ: یہ کلام عجیب و غریب فصاحت پر مشتمل ہے۔ اس طرح کہ امیر المومنین علیہ السلام نے کڑک، چمک، ہوا اور بجلی والے بادلوں کو اُن اونٹوں سے تشبیہ دی ہے کہ جو اپنی منہ زوری سے زمین پر پیر مار کر پالان پھینک دیتے ہوں اور اپنے سواروں کو گرا دیتے ہوں۔ اور ان خوفناک چیزوں سے خالی اَبر کو ان اونٹنیوں سے تشبیہ دی ہے جو دوہنے میں مطیع ہوں اور سواری کرنے میں سوار کی مرضی کے مطابق چلیں۔

(٤٧٣) وَقِيۡلَ لَهٗ عَلَيۡهِ السَّلَامُ

لَوۡ غَيَّرۡتَ شَيۡبَكَ يَاۤ اَمِيۡرَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ، فَقَالَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ:

اَلۡخِضَابُ زِيۡنَةٌ، وَ نَحۡنُ قَوۡمٌ فِيۡ مُصِيۡبَةٍ!.

يُرِيۡدُ وَفَاةَ رَسُوۡلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم.

(۴۷۳)

حضرتؑ سے کہا گیا کہ اگر آپؑ سفید بالوں کو (خضاب سے) بدل دیتے تو بہتر ہوتا۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ:

خضاب زینت ہے اور ہم لوگ سوگوار ہیں۔

سیّد رضیؒ کہتے ہیں کہ: حضرتؑ نے اس سے وفاتِ پیغمبرؐ مراد لی ہے۔

(٤٧٤) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَا الْمُجَاهِدُ الشَّهِيدُ فِي سَبِيلِ اللهِ بِأَعْظَمَ أَجْرًا مِمَّنْ قَدَرَ فَعَفَّ، لَكَادَ الْعَفِيفُ أَنْ يَكُونَ مَلَكًا مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ.

(۴۷۴)

وہ مجاہد جو خدا کی راہ میں شہید ہو، اُس شخص سے زیادہ اجر کا مستحق نہیں ہے جو قدرت و اختیار رکھتے ہوئے پاک دامن رہے۔ کیا بعید ہے کہ پاکدامن فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہو جائے۔

(٤٧٥) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْقَنَاعَةُ مَالٌ لَّا يَنْفَدُ.

قَالَ الرَّضِيُّ: وَ قَدْ رَوٰى بَعْضُهُمْ هٰذَا الْكَلَامَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ.

(۴۷۵)

قناعت ایسا سرمایہ ہے جو ختم ہونے میں نہیں آتا۔

سید رضیؒ کہتے ہیں کہ: بعض لوگوں نے اس کلام کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ سے روایت کیا ہے۔

(٤٧٦) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لِزِيَادِ بْنِ أَبِيهِ ـ وَ قَدِ اسْتَخْلَفَهُ لِعَبْدِ اللهِ بْنِ الْعَبَّاسِ عَلٰى فَارِسَ وَ أَعْمَالِهَا ـ فِي كَلَامٍ طَوِيلٍ كَانَ بَيْنَهُمَا، نَهَاهُ فِيهِ عَنْ تَقَدُّمِ الْخَرَاجِ:

اِسْتَعْمِلِ الْعَدْلَ، وَ احْذَرِ الْعَسْفَ وَ الْحَيْفَ، فَإِنَّ الْعَسْفَ يَعُودُ بِالْجَلَاءِ، وَ الْحَيْفَ يَدْعُو إِلَى السَّيْفِ.

(۴۷۶)

جب زیاد ابن ابیہ کو عبد اللہ ابن عباس کی قائم مقامی میں فارس اور اس کے ملحقہ علاقوں پر عامل مقرر کیا تو ایک باہمی گفتگو کے دوران میں کہ جس میں اسے پیشگی مال گزاری کے وصول کرنے سے روکنا چاہا یہ فرمایا:

عدل کی روش پر چلو! بے راہ روی اور ظلم سے کنارہ کشی کرو! کیونکہ بے راہ روی کا نتیجہ یہ ہوگا کہ انہیں گھر بار چھوڑنا پڑے گا اور ظلم انہیں تلوار اٹھانے کی دعوت دے گا۔

(٤٧٧) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

أَشَدُّ الذُّنُوبِ مَا اسْتَخَفَّ بِهِ صَاحِبُهُ.

(۴۷۷)

سب سے بھاری گناہ وہ ہے جسے مرتکب ہونے والا سبک سمجھے۔

(٤٧٨) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَا أَخَذَ اللهُ عَلٰى أَهْلِ الْجَهْلِ أَنْ يَتَعَلَّمُوا حَتّٰى أَخَذَ عَلٰى أَهْلِ الْعِلْمِ أَنْ يُعَلِّمُوا.

(۴۷۸)

خداوند عالم نے جاہلوں سے اس وقت تک سیکھنے کا عہد نہیں لیا جب تک جاننے والوں سے یہ عہد نہیں لیا کہ وہ سکھانے میں دریغ نہ کریں۔

(۴۷۹) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

شَرُّ الْاِخْوَانِ مَنْ تُكُلِّفَ لَهٗ.

قَالَ الرَّضِيُّ: لِاَنَّ التَّكْلِيْفَ مُسْتَلْزِمٌ لِّلْمَشَقَّةِ، وَ هُوَ شَرٌّ لَازِمٌ عَنِ الْاَخِ الْمُتَكَلِّفِ لَهٗ، فَهُوَ شَرُّ الْاِخْوَانِ.

(۴۷۹)

بدترین بھائی وہ ہے جس کیلئے زحمت اٹھانا پڑے۔

سیّد رضیؒ کہتے ہیں کہ: یہ اس لئے کہ مقدور سے زیادہ تکلیف، رنج و مشقت کا سبب ہوتی ہے اور جس بھائی کیلئے تکلف کیا جائے اُس سے لازمی طور پر یہ زحمت پہنچے گی، لہٰذا وہ بُرا بھائی ہوا۔

جس دوستی کی بنیاد محبت و خلوص پر ہو وہ رسمی تکلفات سے بے نیاز کر دیتی ہے اور جس دوستی کے سلسلہ میں تکلفات کی ضرورت محسوس ہو وہ دوستی خام اور ایسا دوست سچا دوست نہیں سمجھا جا سکتا۔ کیونکہ سچی دوستی کا تقاضا یہ ہے کہ دوست دوست کیلئے باعثِ زحمت نہ بنے اور اگر زحمت کا باعث ہوگا تو وہ اذیت رساں اور تکلیف دہ ثابت ہوگا اور یہ ایذا رسانی اس کے بدترین دوست ہونے کی علامت ہے۔

(۴۸۰) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِذَا احْتَشَمَ الْمُؤْمِنُ اَخَاهُ فَقَدْ فَارَقَهٗ.

قَالَ الرَّضِيُّ: يُقَالُ: حَشَمَهٗ وَ اَحْشَمَهٗ: اِذَا اَغْضَبَهٗ، وَ قِيْلَ: اَخْجَلَهٗ وَ احْتَشَمَهٗ: طَلَبَ ذٰلِكَ لَهٗ، وَ هُوَ مَظِنَّةُ مُفَارَقَتِهٖ.

-----☆☆-----

(۴۸۰)

جب کوئی مومن اپنے کسی بھائی کا احتشام کرے تو یہ اُس سے جدائی کا سبب ہوگا۔

سیّد رضیؒ کہتے ہیں کہ: ''حشم و احشام'' کے معنی ہیں غضبناک کرنا اور ایک معنی ہیں شرمندہ کرنا۔ اور ''احتشام'' کے معنی ہیں اس سے غصہ یا خجالت کا طالب ہونا اور ایسا کرنے سے جدائی کا امکان غالب ہوتا ہے۔

--☆☆--

وَ هٰذَا حِيْنُ انْتِهَآءِ الْغَايَةِ بِنَا اِلٰى قَطْعِ الْمُخْتَارِ مِنْ كَلَامِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ علیه السلام، حَامِدِيْنَ لِلّٰهِ سُبْحَانَهٗ عَلٰى مَا مَنَّ بِهٖ مِنْ تَوْفِيْقِنَا لِضَمِّ مَا انْتَشَرَ مِنْ اَطْرَافِهٖ، وَ تَقْرِيْبِ مَا بَعُدَ مِنْ اَقْطَارِهٖ وَ تَقَرَّرَ الْعَزْمُ كَمَا شَرَطْنَآ اَوَّلًا عَلٰى تَفْضِيْلِ اَوْرَاقٍ مِّنَ الْبَيَاضِ فِيْۤ اٰخِرِ كُلِّ بَابٍ مِّنَ الْاَبْوَابِ لِيَكُوْنَ لِاقْتِنَاصِ الشَّارِدِ، وَ اسْتِلْحَاقِ الْوَارِدِ وَ مَا عَسٰۤى اَنْ يَّظْهَرَ لَنَا بَعْدَ الْغُمُوْضِ وَ يَقَعُ اِلَيْنَا بَعْدَ الشُّذُوْذِ وَ مَا تَوْفِيْقُنَآ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا وَ هُوَ حَسْبُنَا وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ.

وَ ذٰلِكَ فِيْ رَجَبِ سَنَةَ اَرْبَعَ مِائَةٍ مِّنَ الْهِجْرَةِ.

اب یہ ہمارے پایانِ کار کی منزل ہے کہ ہم امیر المومنین علیہ السلام کے منتخب کلام کا سلسلہ ختم کریں۔ ہم اللہ سبحانہ کی بارگاہ میں شکر گزار ہیں کہ اُس نے ہم پر یہ احسان کیا کہ ہمیں توفیق دی کہ ہم حضرتؑ کے منتشر کلام کو یکجا کریں اور دور دست کلام کو قریب لائیں۔ ہمارا ارادہ ہے جیسا کہ پہلے طے کر چکے ہیں

کہ ان ابواب میں سے ہر باب کے آخر میں کچھ سادہ ورق چھوڑ دیں تاکہ جو کلام اب تک ہاتھ نہیں لگا اُسے قابو میں لاسکیں اور جو ملے اُسے درج کر دیں۔شاید ایسا کلام جو اس وقت ہماری نظروں سے اوجھل ہے، بعد میں ہمارے لئے ظاہر ہو اور دور ہونے کے بعد ہمارے دامن میں سمٹ آئے۔ہمیں توفیق حاصل ہے تو اللہ سے اور اسی پر ہمارا بھروسا ہے اور وہی ہمارے لئے کافی اور اچھا کارساز ہے۔

یہ کتاب ماہ رجب سن ۴۰۰ ہجری میں اختتام کو پہنچی۔

وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ الرُّسُلِ وَالْھَادِیْ اِلٰی خَیْرِ السُّبُلِ وَاٰلِہِ الطَّاھِرِیْنَ وَ اَصْحَابِہٖ نَجُوْمَ الْیَقِیْنِ.

☆☆☆☆☆

بتائید اِیزد سبحان ترجمه نهج البلاغه ظهر روز جمعه، هیجدهم ماهِ رجب، سال هزار و سه صد و هفتاد و پنج (۱۳۷۵ھ) در بلده لاهور پایان یافت۔

وَ اَسْئَلُ اللّٰہَ اَنْ یَّجْعَلَ ذٰلِكَ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ خَیْرَ وَسِیْلَةٍ اِلٰی نَیْلِ مَثُوْبَاتِہٖ وَ مَرْضَاتِہٖ یَوْمَ الدِّیْنِ بِمَنِّہٖ وَ کَرَمِہٖ اِنَّہٗ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ.

☆☆☆☆☆